پیشکش : شعبہ کتب (نورالہدیٰ)

تاریخ فقہ حنفی، کتب فقہ حنفی اور فقہاء احناف
کی معرفت کے سلسلے میں مفید تحریر

الفقہ الاسلامی

مصنف
الشیخ العلامہ و مولانا مفتی عبد الاول جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

نورالہدیٰ اسکالرز اکیڈمی (رجسٹرڈ)
اورنگی ٹاؤن کراچی پاکستان

کتاب: الفقہ الاسلامی

مصنف: الشیخ العلامہ ومولانا مفتی عبد الاول جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

بفیضان کرم: الشیخ العلامہ ومولانا مفتی محمد فرقان مدنی القادری الشاذلی

پیشکش: شعبہ کتب (نورالہدیٰ)

ادارہ: نورالہدیٰ اسکالرز اکیڈمی (رجسٹرڈ)

اشاعت اول: صفر المظفر ۱۴۴۰ھ، نومبر 2018ء

ناشر: مکتبہ نورالہدیٰ کراچی پاکستان

Mufti Furqan Madani Official Page

Noor ul Huda Network

+92-3407837490

نام:______________ درجہ:______________

والد کا نام:______________ استاد کا نام:______________

یادداشت

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

فہرست	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفقہ الاسلامی

نور الہدیٰ اسکالرز اکیڈمی (رجسٹرڈ)

اورنگی ٹاؤن کراچی پاکستان

نورالہدیٰ اسکالرز اکیڈمی

Network

از: شیخ الحدیث والتفسیر، استاذ العلماء، پیر طریقت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فرقان مدنی القادری الشاذلی مدظلہ العالی

الحمدللہ نورالہدیٰ اکیڈمی دعوت قرآن، پیغام حدیث اور احکام شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزم مصمم رکھتی ہے اور اس امر کو بحسن و خوبی سرانجام دینے کیلئے متعدد شعبہ جات کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جو ملک و بیرون ملک میں کام کر رہے ہیں۔ جس میں سے ایک "شعبہ کتب "نورالہدیٰ بھی ہے۔ جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نورالہدیٰ کے تمام شعبہ جات بشمول "شعبہ کتب "کو مزید عروج و ترقی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عمل خیر کو زیور اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

صفر المظفر ۱۴۴۰ھ / نومبر 2018ء

دیباچہ

پہلی صدی ہجری سے اب تک فقہ و قانون کے میدان میں جو کام ہوا ہے اور جن اعاظم رجال نے اس سلسلے میں جگر کاوی کی ہے۔ اس کا اجمالی تذکرہ ہمیں مولانا عبد الاول جونپوری کی تصنیف "مفید المفتی" میں ملتا ہے یہ کتاب اس لحاظ سے بھی انفرادیت کی حامل ہے کہ اس میں بیک وقت کتب فقہ اور فقہاء و علماء کا تعارف، فقہی اصطلاحات اور عدل و انصاف کے شعبہ سے وابستہ افراد کے لیے مفید معلومات اور ضوابط ملتے ہیں۔ ایک طرح سے یہ فقہ، اصول فقہ اور تاریخ فقہ کا مجموعہ ہے۔

"مفید المفتی" (۱۳۲۶ھ) میں آسی پریس لکھنؤ سے شائع ہوئی اور ایک عرصے سے نایاب تھی۔ حضرت مولانا عبد الحکیم شرف قادری کی مساعی سے کتاب کا ایک نسخہ دستیاب ہوا جامعہ نظامیہ رضویہ کے ناظم اعلیٰ حضرت عبد القیوم ہزاروی نے اس مفید عام کتاب کی دوبارہ اور فوری اشاعت ضروری سمجھتے ہوئے مولانا ہدایت اللہ پسروری کی زیر سرپرستی مکتبہ غوثیہ ملتان کے قیام اور مکتبے کی طرف سے پہلی پیشکش کے طور پر مفید المفتی کی اشاعت کا پروگرام ترتیب دیا اور دوبارہ اس کتاب کو فقہ اسلامی کے نام سے منظر عام پر لایا گیا۔
مگر سن (2000ء) کی اشاعت کے بعد یہ کتاب مفقود ہو گئی۔

کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اسے صرف مفتیان کرام تک محدود نہیں رہنا چاہیے اس لیے حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فرقان مدنی (مہتمم اعلیٰ "نور الہدیٰ") کے توسل سے کتاب کا ایک نسخہ دستیاب ہوا۔ انہوں نے اس مفید عام کتاب کی دوبارہ مزید اضافے کے ساتھ فوری اشاعت ضروری سمجھتے ہوئے اس کتاب کی دوبارہ اشاعت فرمائی۔

جدید تقاضوں کے مطابق اور کچھ ترمیم کے ساتھ اسے "الفقہ الاسلامی" کے نام سے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اور اس اشاعت سے دنیاوی مال و متاع کی طمع سے صرف نظر کرتے ہوئے۔ فقط اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا، دین متین کی خدمت اور علم دین کی ترویج و اشاعت کی خاطر اس کتاب کو چھاپا گیا ہے۔

مقدمہ

الحمدللّٰہ رب العالمین و صلوٰۃ و سلام علی سید المرسلین اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا کڑوڑہا کروڑاحسان ہے کہ اس نے ہمیں دین اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایااور اس کے اصول و قواعد اور کثیر احکام ہمارے سامنے روشن فرمائے جن سے مجتہدین نے روشنی حاصل کر کے امت کیلئے عمل کی راہیں منور کیں۔

علم دین کے حصول کے بغیر مسلمان کیلئے ایک قدم اُٹھانا بھی مشکل ہے۔ علم دین کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ مسلمان پر لازم ہے کہ اپنی ضرورت کے مسائل سیکھے نمازی پر نماز کے، روزہ رکھنے والے پر روزے کے، زکوٰۃ دینے والے پر زکوٰۃ کے، حاجی پر حج کے، تجارت کرنے والے پر خرید و فروخت کے، قسطوں پر کاروبار کرنے والے کے لئے اس کاروبار کے، مزدوری پر کام کرنے والے کے لئے اجارے کے، شرکت پر کام کرنے والے کے لئے شرکت کے، مضاربت کرنے والے پر مضاربت کے (مضاربت یہ ہوتی ہے کہ مال ایک کا ہے اور کام دوسرا کرے گا اور نقصان جو ہو گا وہ مال والے کا ہو گا) طلاق دینے والے پر طلاق کے۔ میت کے کفن و دفن کرنے والے پر کفن و دفن کے، مساجد و مدارس، یتیم خانوں اور دیگر ویلفیئر ز کے متولیوں پر وقف اور چندہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے۔ یونہی پولیس، واپڈا، جج اور دیگر محکموں کے ملازمین نیز کسی بھی ادارے کے افسرو ناظمین پر رشوت اور اس سے متعلق مسائل سیکھنا فرض ہیں۔

اسی طرح عقائد کے مسائل سیکھنا یونہی حسد، بغض، کینہ، تکبر اور ریاوغیرہا جملہ امور کے متعلق مسائل سیکھنا ہر اس شخص پر لازم ہے جس کا ان چیزوں سے تعلق ہو پھر ان میں فرائض و محرمات کا علم فرض اور واجبات و حرام و مکروہ تحریمی کا علم سیکھنا واجب ہے اور سنتوں کا علم سیکھنا سنت ہے۔

اس مفہوم کی ایک حدیث سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاد فرمایا۔

"علم طلب کرنا ہر مومن پر فرض ہے یہ کہ وہ روزہ، نماز اور حرام اور حدود اور احکام کو جانے"

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد ۱، صفحہ ۴۳)

اس حدیث کی شرح میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے" اس کا معنی یہ کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنی موجودہ حالت کے مسائل سیکھے۔ (کتاب الفقیہ والتفقہ، جلد ۱، صفحہ ۴۵)

اسی طرح کا ایک قول حسن بن ربیع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ (طلب العلم فریضة علی کل مسلم) کی تفسیر کیا ہے؟ فرمایا" یہ وہ علم نہیں ہے جس کو تم آج کل حاصل کر رہے ہو بلکہ علم کا طلب کرنا اس صورت میں فرض ہے کہ آدمی کو دین کا کوئی مسئلہ پیش آئے تو وہ اس مسئلے کے بارے میں کسی عالم سے پوچھے یہاں تک کہ وہ عالم اسے بتادے"۔ (کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد ۱، صفحہ ۴۵)

علی بن حسن بن شفیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ علم سیکھنے کے اندر وہ کیا چیز ہے جو لوگوں پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ یہ ہے کے آدمی کسی کام کی طرف قدم نہ اٹھائے جب تک اس کے بارے میں سوال کر کے اس حکم سے سیکھ نہ لے، یہ وہ علم ہے جس کا سیکھنا لوگوں پر واجب ہے"۔

اور پھر اپنے اس کلام کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا اگر کسی بندے کے پاس مال نہ ہو تو اس پر واجب نہیں کہ زکوٰۃ کے مسائل سیکھے بلکہ جب اس کے پاس دوسو (200) درہم (ساڑھے باون (52.5) تولے چاندی یا یونہی ساڑھے سات (7.5) تولے سونا یا انکی قیمت کے برابر رقم) آجائے تو اس پر واجب ہو گا کہ وہ سیکھے کہ وہ کتنی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ اور کب نکالے گا؟ اور کہاں نکالے گا؟ اور اسی طرح بقیہ تمام چیزوں کے احکام ہیں۔یعنی جب کوئی چیز پیش آئے گی تو اس کی ضرورت کے مسائل سیکھنا ضروری ہو جائے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "آپ نے ایک تاجر کو تجارت کرنے سے پہلے علم فقہ سیکھنے کا حکم دیا"۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد ۱، صفحہ ۴۵)

امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر یہ بات واجب ہے کہ وہ کھانے پینے، پہننے میں اور پوشیدہ امور کے متعلق ان چیزوں کا علم حاصل کرے جو اس کے لیے حلال ہیں اور جو اس پر حرام ہیں۔یونہی جان ومال کے بارے میں جو اس پر حلال ہے یا حرام ہے انہیں سیکھے کیونکہ یہ تمام چیزیں وہ ہیں جن سے بے خبر رہنا کسی کو بھی جائز نہیں ہے اور ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ ان چیزوں کو سیکھے اور امام (حاکمِ وقت) مجبور کرے عورتوں کے شوہروں کو اور لونڈیوں کے آقاؤں کو اور بچوں کے والدین کو کہ وہ انہیں وہ چیزیں سیکھائیں جو ہم نے ذکر کیں، حاکمِ وقت پر فرض ہے کہ لوگوں کی اس بارے میں پکڑ کرے اور جاہلوں کو سکھانے کی جماعتیں ترتیب دے اور بیت المال کے اندر وظیفہ مقرر کرے۔اور علماء پر واجب ہے کہ جاہلوں کو وہ چیزیں سکھائیں جن سے وہ حق وباطل میں فرق کرلیں۔(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد ۱، صفحہ ۴۶)

ان تمام اقوال سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ علم دین سیکھنا صرف کسی ایک خاص گروہ کا کام نہیں بلکہ بقدر ضرورت علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت علم دین سے دور نظر آتی ہے۔نمازیوں کو دیکھیں تو چالیس چالیس سال نماز پڑھنے کے باجود حال یہ ہے کہ کسی کو وضو کرنا نہیں آتا تو کسی کو غسل کا طریقہ معلوم نہیں، کوئی نماز کے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتا تو کوئی واجبات سے جاہل ہے، کسی کی قرأت درست نہیں تو کسی کا سجدہ غلط ہے۔ذرا سوچیئے!!!

یہی حال دیگر عبادات کا ہے خصوصاً جن لوگوں نے حج کیا ہو ان کو معلوم ہے کہ حج میں کس قدر غلطیاں کی جاتی ہیں۔ اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ بس حج کے لئے چلے جاؤ جو کچھ لوگ کر رہے ہوں گے وہی ہم بھی کرلیں گے، جب عبادات کا یہ حال ہے تو دیگر فرض علوم کا کیا حال ہو گا؟

حسد، بغض، تکبر، غیبت، چغلی، بہتان اور نجانے کتنے امور ایسے ہیں جن کے مسائل جاننا فرض ہے لیکن ایک بڑی تعداد کو ان کی تعریف کا پتا تک نہیں بلکہ ان کی فرضیت تک کا علم نہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کا گناہ ہونا عموماً لوگوں کو معلوم ہوتا ہے اور وہ چیزیں جن کے بارے میں بالکل بے خبر ہیں ان میں کیا حال ہو گا؟ جیسے خرید و فروخت، ملازمت، مسجد و مدرسہ اور دیگر بہت سی چیزیں ایسی ہیں۔ جن کے بارے میں لوگوں کو یہ تک معلوم نہیں کہ ان کے کچھ مسائل بھی ہیں۔ ایک اندھیر نگری مچی ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں ہر شخص پر ضروری ہے خود بھی علم سیکھے اور جن پر اسکا بس چلتا ہو انہیں بھی علم سیکھنے کی طرف لائے اور جنہیں خود سکھا سکتا ہے انہیں خود سکھائے۔

اگر تمام والدین اپنی اولاد کو اور استاذہ اپنے شاگردوں کو، امام اپنے مقتدیوں کو، پیر صاحبان اپنے مریدوں کو اور تمام افسران و صاحب اقتدار حضرات اپنے ماتحتوں کو علم دین کی طرف لگا دیں تو کچھ ہی عرصے میں ہر طرف دین اور علم کا دور دورہ ہو جائے گا اور لوگوں کے معاملات خود بخود شریعت کے مطابق ہوتے چلے جائیں گے۔

مسائل سے لاعلمی و غفلت کا معاملہ جب اتنی گمبھیر صورت اختیار کر چکا ہے تو ہر شخص اپنی ذمہ داری کو محسوس کر سکتا ہے۔ اس لئے ہر شخص پر ضروری ہے کہ علم دین سیکھے اور حتی الامکان دوسروں کو سکھائے یا اس راہ پر لگائے اور یہ محض ایک مشہورہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کا حکم بھی ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار ﷺ نے اشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک حاکم (نگہبان) ہے اور تم میں، ہر ایک سے اسکی رعایا (ماتحتوں) کے بارے میں سوال کیا جائے گا پس شہر کا امیر (حکمران) لوگوں پر حاکم ہے اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے، اس سے اسکی بیوی کے بارے میں اور اس کے بارے میں جس کا وہ مالک ہے غلام لونڈیوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جن کا وہ مالک ہے۔ (الفقیہ والمتفقہ ج۱ ص۴۶)

ان تمام روایات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسائل شرعیہ کا سیکھنا بہت ضروری ہے۔ مسائل سیکھنے کے متعدد ذرائع ہیں۔ ان میں سے ایک اہم ذریعہ کتابوں کا مطالعہ ہے۔ اس کی عادت بنالینا نہایت مناسب ہے۔ لیکن مطالعے کے ساتھ ساتھ بارہا علماء اور مفتیانِ کرام سے سوال کرنے کی حاجت ضرور پیش آتی ہے کیونکہ اولاً تو تمام مسائل کتابوں میں صراحت کے ساتھ لکھے نہیں ہوتے، دوسرے نمبر پر کتاب میں لکھے ہوئے مسئلے کو اپنی پیش آمدہ صورت پر منطبق کرنا آسان کام نہیں ہے تو جیسے گھر کے چھوٹے موٹے کام آدمی خود کر لیتا ہے لیکن اہم اور بڑے کاموں کیلئے اس کام کے ماہرین کی طرف رجوع کرتا ہے اسی طرح عام مسائل میں تو کتابوں سے دیکھ کر گزارا ہو جاتا ہے لیکن بہت سے مسائل میں علم دین کے ماہرین یعنی علماء و مفتیان کرام کی طرف رجوع کئے بغیر گزارا نہیں ہوتا۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ آدمی کسی بااعتماد صاحب علم کی طرف رجوع کرے اور یہ خود قرآن پاک کا حکم ہے چنانچہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: (فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ)
ترجمہ: "تو (اے لوگو!) اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔" (پارہ ۱۴، آیت: ۴۳)

اس لئے زمانہ صحابہ سے لے کر آج تک عوام الناس سے جداگانہ صاحب علم حضرات کا ایسا گروہ موجود رہا ہے جو شرعی مسائل میں لوگوں کی رہنمائی کرتا رہا ہے۔ مثلاً: تمام صحابہ کرام فتویٰ نہیں دیا کرتے تھے بلکہ ان میں مخصوص حضرات تھے جو فتویٰ دیتے تھے۔

صحابہ میں مشہور مفتیان کرام:

(۱)حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ(۲)حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ(۳)حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ(۴)حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ (۵)حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا(۶)حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ(۷)حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ(۸)حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ(۹)حضرت عبد بن عمر رضی اللہ عنہ(۱۰)حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس کے علاوہ اور بھی مجتہد صحابہ موجود تھے جن سے عام صحابہ اپنے مسائل میں رجوع کرتے تھے۔

اسی طرح صحابہ کے بعد تابعین کے زمانہ میں بھی نامور مفتیان اسلام گزرے جن میں چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تابعین میں مشہور مفتیان کرام:

(۱)حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ(۲)حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ(۳)حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ(۴)حضرت علقمہ بن قیس نخعی رضی اللہ عنہ(۵)حضرت شریح بن حارث قاضی رضی اللہ عنہ(۶)حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ(۷)امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ان کے علاوہ دیگر مفتی تابعین کرام ہیں۔

تبع تابعین میں مشہور مفتیان کرام:

(۱)امام ابویوسف ۲)امام محمد ۳)امام زفر ۴)امام حسن بن زیاد ۵)امام ابن ابی یعلی (۶)امام مالک ۷)امام حماد بن ابو حنیفہ اور دیگر اصحاب ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ۔

تبع تابعین کے مابعد مشہور مفتیان کرام:

(۱)امام شافعی ۲)امام احمد بن حنبل (۳)امام ابو جعفر طحاوی ۴)امام شمس الائمہ ابو بکر بن سہل کرخی امام ابو یوسف اور امام محمد اور دیگر اصحاب حنفیہ کے تلامذہ۔

گزشتہ تمام ناموں سے معلوم ہوا کہ ہر دور میں اس اہم کام کیلئے کچھ مخصوص افراد ہوتے تھے جو اس اہم کام کو بخوبی انجام دیتے تھے ہر کسی کو اس منصب پر چڑھنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ یہ ان لوگوں کا کام ہے جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک حصہ قرآن و حدیث اور ان سے استنباط کردہ مسائل کو سمجھنے، سمجھانے میں گزارا ہو اور ظاہری و باطنی اور خارجی و اندرونی اعتبار سے کوئی ایسی چیز ان میں نہ پائی جائے کہ ان کے فتویٰ پر اعتماد کرنا مشکل ہے۔ یہ بات ہر کوئی سمجھتا ہے کہ جو شخص علم دین میں ناقص ہو یا سطحی معلومات رکھنے والا ہو یا اپنے سے پہلے گزشتہ تمام یا اکثر علماء کے اقوال کو غلط قرار دیتا ہو اور صرف خود قرآن و حدیث سمجھنے کا مدعی ہو یا کھلا فاسق وفاجر ہو تو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔

فصل اول

علم وفقہ کی تعریف وتحقیق کابیان

علم کی مشہور دو قسمیں ہیں:(۱)شرعی (۲) غیر شرعی۔

(۱) علم شرعی چار (4) ہیں: (1)علم تفسیر (2)علم حدیث (3)علم فقہ (4)علم توحید۔

(۲) علم غیر شرعی کی تین (3) قسمیں ہیں: (1)علم ادب (2)علم ریاضی (3)علم عقلی۔

علم ادب: یہ بارہ (12) علموں کے مجموعے کا نام ہے اور بعض نے چودہ (14) علموں کے مجموعے کو علم ادب بتلایا ہے۔

علم ریاضی: یہ دس (10) علوم ہیں۔ تصوف، موسیقی اور حساب بھی اس میں شامل ہیں۔

علم عقلی: اس میں منطق، فلسفہ، اصول فقہ، الٰہیات، طبعیات، طب اور کیمیاء وغیرہ داخل ہیں۔

فقہ کی لغوی واصطلاحی تعریف

فقہ کا لغوی معنی کسی شے کا جاننا ہے۔ یہ باب (سمع ، یسمع) سے مستعمل ہے۔ فقیہ اسم فاعل کی جگہ بولا جاتا ہے جیسے (سمیع) بمعنی (سامع) پھر اس کو علم شریعت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں مصدر بلفظ فقاہت باب (کرم ،یکرم) سے استعمال کیا جاتا ہے۔ فقاہت کے معنی فقیہ شدن کے ہیں۔ (والعالم بالفقہ فقیہ) اور محاورے میں کہتے ہیں (فلان فقهه الله ای علمه الفقه وتفقه هو بنفسه) اور (مفاقهه) کے معنی میں بحث کرنے کے ہیں۔ علامہ خیر الدین رملی کا قول ہے کہ (فقه) بکسر قاف اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کوئی کچھ سمجھ لے اور (فقه) بہ فتح قاف اس وقت بولتے ہیں کہ دوسرے سے پہلے خود کچھ سمجھ لے اور (فقه) بہ ضم قاف اس وقت کہیں گے جب کوئی فقہ میں پوری مہارت حاصل کرلے۔

صاحب مفتاح السعادۃ نے کہا اصطلاح میں علم فقہ وہ ہے جس میں احکام شرعیہ فرعیہ عملیہ کی بحث ہو۔ اس حیثیت سے کہ وہ ادلہ تفصیلیہ سے لیے گئے ہو اور مبادی اس کے اصول فقہ کے مسائل ہیں اور اس کے ماخذ علوم شرعیہ اور عربیہ ہیں اور اس کا فائدہ اس کے موافق شرعی طریقہ پر عمل کا ہو جانا ہے۔

سخاوی شمس الدین محمد نے ارشاد القاصدین میں علم فقہ کی تعریف یوں کی ہے۔ تکالیف شرعیہ عملیہ کے جاننے کا نام علم فقہ ہے۔ جیسے عبادات معاملات عادات وغیرہ ہیں۔

امام جلالدین سیوطی نے اتمام الدرایہ اور نقایہ میں لکھاہے کہ علم فقہ ان احکام شرعیہ کے پہچاننے کانام ہے جو اجتہاد سے نکالے گئے ہیں۔

علامہ حصکفی نے کہاہے کہ اصولیوں کی اصطلاح میں ان احکام شرعیہ فرعیہ کے جاننے کو جو ادلہ تفصیلیہ سے مکتسب ہوں، علم فقہ کہتے ہیں۔ اور اس صورت میں اصولیوں کے نزدیک فقیہ مجتہد کو کہیں گے۔ کیونکہ دلائل سے احکام کا جانبا اور استنباط کرنا مجتہد کاکام ہے اور مقلد پر جو حافظ مسائل ہو، فقیہ کا اطلاق مجازاً ہے۔ فقہاء میں فقیہ کا اطلاق حافظ مسائل فقیہ پر حقیقی ہے اور ادنیٰ مرتبہ فقیہ کے اطلاق کا تین (3) مسائل کے احکام کا جانناہے۔ بعد اس کے علامہ مذکور نے کہاہے

(وعند الفقهاء حفظ الفروع واقله ثلاث)۔

علامہ شامی نے تحریر سے نقل کیاہے کہ فقیہ وہ ہے جو فروع کو حفظ کر رکھے، یہ مطلقاً ہے چاہے اس کے دلائل جانے یانہ جانے ، یہی مشہور ہے لیکن باب وصیت اقارب میں ہے کہ فقیہ وہ ہے جو مسائل میں تدقیق نظر رکھے یعنی اس کے دلائل کو جانے۔ اگرچہ تین (3) مسائل بدلائل حفظ کیے ہوں۔ اسی بناپر کہا گیاہے کہ جو ہزاروں مسائل بلادلیل حفظ کیے ہو، تو وہ مستحق وصیت نہ ہو گا لیکن یہ وہیں ہو گا جہاں عرف نہ ہو ورنہ اس زمانے کے عرف میں فقیہ وہی ہے جس کا ذکر تحریر کی عبارت میں ابھی کیا گیا۔ اور اصولیوں نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے کہ بدلالت عادت حقیقت چھوڑ دی جاتی ہے۔ پس واقف اور موصی کے کلام سے وہی فقیہ مراد لیاجائے گا جو اپنے وقت میں مشہور و متعارف ہو۔ حاصل یہ کہ اگر کوئی شخص فقیہ کے لیے کچھ وقف کرے یاوصیت کر جائے تو اسی پر وقف اور وصیت متصرف ہو گی جو کم سے کم تین (3) مسائل فرعیہ کو جانے۔

صوفیاء کرام کی اصطلاح میں فقیہ اس کو کہتے ہیں جو شریعت اور طریقت کا جامع اور علم و عمل میں مضبوط ہو۔

فقیہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ: نے کہافقیہ وہ ہے جو دنیاسے معرض اور آخرت کی طرف راغب ہو اور اپنے عیوب پر واقف اور خدا کی عبادت پر مداومت کرنے والا ہو۔

موضوع: فقہ کا موضوع مکلف کا فعل اس حیثیت سے کہ وہ مکلف ہے یعنی عاقل بالغ ہے۔ غیر مکلف کا فعل موضوع نہیں ہو سکتا کیونکہ غیر مکلف لڑکا و مجنون تکالیف شرعیہ سے بر طرف ہے اور غیر مکلف کی جنایت کا تاوان اس کے ولی پر ہے۔ غیر مکلف لڑکے کی صحت عبادات نماز، روزہ وغیرہ عقلی ہے ان کو اس کا حکم کرنا تاکہ عادی ہو جائے کہ بعد بلوغ کے ترک نہ کریں نہ اس سبب سے کہ وہ مخاطب ہیں۔ مکلف کے فعل پر حلال، حرام، واجب، مستحب وغیرہ عارض ہو تاہے۔ اسی وجہ سے انہیں کی بحث فقہ میں کی جاتی ہے اور یہی فقہ کا موضوع ہے۔ علم کا موضوع وہی ہے جس میں عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے۔

ماخذ: فقہ کا ماخذ قرآن (آیات 500) حدیث (حکمی احادیث 3000) اجماع (صالح مجتہدین) و قیاس (شرعی) ہے اور شریعت سابقہ میں فقط آسمانی کتاب کے موافق حکم کیا جاتا تھا اور شریعت محمدیہ ﷺ میں حسب مراتب بالا حکم ہو گا، اقوال صحابہ کرام حدیث کے ساتھ ملحق ہیں۔ تعامل اجماع کے تابع کیا گیا ہے اور تحری اور استصحاب حال قیاس کے تابع ہیں۔

غرض و غایت: علم فقہ کی غرض دارین کی سعادت کا حاصل کرنا ہے۔ یعنی خود بھی دنیا میں جہالت کی گھاٹیوں سے ترقی کر کے علم نافع کے اعلیٰ مرتبہ کو پہنچنا اور دوسروں کو بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم دینا اور آخرت میں جنت نعیم سے مالا مال ہونا کہ پھر اس سعادت کے بعد کبھی ہر گز شقاوت ہو ہی نہیں سکتی۔

اعمال شرعیہ کے اعتبار سے مکلفین کا علم فقہ کو بنسبت دیگر علوم کے جاننا ضروری ہے۔ فقہ جامع علوم ثلاثہ ہے کہ دنیاوی واخروی منافع اسی کے جاننے اور اسی کے موافق عمل کرنے سے ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ اشرف العلوم کہا جا سکتا ہے۔ معاش و معاد کے کاروبار اور نفع و نقصان کا جاننا اسی علم فقہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لیے اکابر مجتہدین وائمہ دین وفقہائے متقدمین نے (حسبہ للہ) اسی کے ساتھ مشغولیت رکھی ہے۔ جس کا آج یہ نتیجہ دیکھا جاتا ہے کہ اہل اسلام حرام، حلال، واجب، سنت، مستحب وغیرہ باتوں کو بے تکلف کتب فقہ کی استمداد سے معلوم کر لیتے ہیں۔

علم فقہ اگرچہ قطعی الثبوت ہے ماخذ اس کا کتاب و سنت ہے لیکن اس کا اکثر ظنی الدلالت ہے اسی وجہ سے اسمیں اجتہاد کی گنجائش ہوئی۔ اسی بنا پر کسی مجتہد کے مذہب کے موافق عمل کرنا جائز ہے۔

مذاہب مشہورہ جن کو عقول سلیمہ نے صحت کی شرط پر قبول کر لیا ہے، یہی چار (4) مذہب متداول شرقاً و غرباً ہیں اور انہیں ائمہ اربعہ **"امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل"** کے مذاہب قطع نظر اور مذاہب مندرسہ کے تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت اسی آب و تاب کے ساتھ جاری رہیں گے اور حق انہیں میں دائر ہے۔

مذہب معین کے مقلد کو چاہیے یہ حکم کرے کہ اس کا مذہب درست ہے۔ اس میں خطا کا احتمال ہے کیونکہ یہ ثمرۂ اجتہاد و استنباط ہے اور مذہب مخالف خطاء محتمل صواب ہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ مذہب میرا یقینی حق ہے۔

مسئلہ: عمل کر لینے کے بعد تقلید سے رجوع کرنا بالاتفاق باطل ہے اور یہی مفتی بہ قول ہے۔ در مختار میں ہے۔

(وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقا وھو المختار فی المذھب)۔

فائدہ: امام سخاوی نے کہا ہے کہ اول جس نے علم فقہ کو مدون کیا ہے، وہ عبد الملک بن جریج ہیں۔

تنبیہ: علم فقہ کو علم احکام، علم فروع، علم فتاویٰ اور علم آخرت بھی کہتے ہیں۔

فصل دوم

فقہ کی مختصر فضیلت

قرآن شریف میں ہے:

(لیتفقھو فی الدین و لینذر واقومھم) اور (ومن یوت الحکمۃ) کی تفسیر میں مفسروں نے حکمت سے فقہ کا علم مراد لیا ہے۔ بیہقی اور دار قطنی نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

(لکل شئی عماد و عماد ھذا الدین الفقہ)

"ہر چیز کے واسطے کھمبا ہوتا ہے اور اس دین کا کھمبا فقہ ہے"

اور یہ بھی ان دونوں نے روایت کی ہے (ولفقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد)

"بے شک ایک فقیہ ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخت و گراں ہوتا ہے کہ عابد سے کسی کو نفع نہیں پہنچاتا"

اور فقیہ لوگوں کو فقہ کی تعلیم کرتا ہے، حرام، حلال کے مسائل لوگوں کو بتلاتا ہے۔

اور بغوی نے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

(واما ھو لاء فیتعلمون الفقہ ویعلمون الجاھل فھولاء افضل)

اور بہر حال وہ لوگ تو فقہ سیکھتے ہیں اور جاہلوں کو تعلیم کرتے ہیں، پس یہ افضل ہیں یعنی ذاکرین سے۔

بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے:

(تفقھو اقبل ان تسودوا) یعنی فقہ سیکھ لو قبل سردار ہونے کے۔

طبرانی نے معجم میں روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(مجلس فقہ خیر من عبادۃ ستین) فقہ کی مجلس (میں شریک ہونا) ساٹھ (60) برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہے: (من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی دین)

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عنایت کرتا ہے۔ (یعنی عالم، فقیہ اس کو بنادیتا ہے)

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا ہے: (انما مثل الفقھاء کمثل الا کف اذا قطعت کف لم تعد)

فقہاء کی مثال کف دست کی مثل ہے، اگر کف دست کاٹ دیا جائے تو پھر دوبارہ نہ ہوگا۔

یعنی جس طرح انسان کو کف دست کی ضرورت ہوتی ہے ویسے ہی فقہ کی بھی ضرورت ہے اور اس کے بغیر گزارا نہیں ہے۔

مسئلہ: علم فقہ بقدر حاجت سیکھنا فرض عین ہے اور حاجت سے زیادہ سیکھنا فرض کفایہ ہے۔ در مختار میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ فقہ کی کتابوں کا خود دیکھنا رات کی عبادتوں سے افضل ہے کیونکہ یہ فروض کفایہ سے ہے اور فقہ کا سیکھنا افضل ہے باقی قرآن سے۔ یعنی کسی نے بقدر حاجت قرآن کو حفظ کر لیا بعد اس کے اس کو معین مہلت ملی تو افضل ہے کہ فقہ کا شغل کرے۔ اس لیے کہ قرآن کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اور ضروری حاجت کے موافق فقہ کا سیکھنا فرض عین ہے اور فرض عین فرض کفایہ پر مقدم ہوتا ہے اور جمیع مسائل فقہ کا سیکھنا، جمیع قرآن کے حفظ کر لینے سے زیادہ ضروری ہے کے عامہ خلائق کو عبادات و معاملات کی حاجت زیادہ ہوتی ہے اور بنسبت حافظوں کے فقہاء کم پائے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے جمیع مسائل فقہ کا جاننا حفظ سے افضل ہے۔ خزانہ سے ردالمحتار میں نقل کیا ہے کے امام محمد صاحب نے حلال و حرام کے باب میں دو لاکھ (2،00،000) ایسے مسائل جمع کیے ہیں کہ جن کا یاد کر لینا لوگوں کو بہت ضروری ہے۔

فائدہ: امام محمد بن حسن شیبانی نے ایک ہزار نو سو ننانوے (1999) کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے بقول اکثر چھ (6) کتابوں کو اصول اور کتب ظاہر الروایہ کہتے ہیں:

(۱) جامع صغیر (۲) جامع کبیر (۳) سیر صغیر (۴) سیر کبیر (۵) مبسوط (۶) زیادات۔

اور بعضوں نے پانچ (5) کتابوں کو ظاہر الروایہ بتلایا ہے۔ اس کا مفصل بیان تبصرہ میں ملے گا۔

نقشہ ائمہ اربعہ و صاحبین مولد وفات و عمر و مزار

ش	نام	مولد شریف	وفات شریف	عمر مبارک	مزار پر انوار
۱	امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ	۸۰ھ	۱۵۰ھ	۷۰	دار السلام بغداد
۲	امام مالک رحمہ اللہ	۹۰ھ	۱۷۹ھ	۸۹	دار الہجرۃ مدینہ منورہ
۳	امام شافعی رحمہ اللہ	۱۵۰ھ	۲۰۴ھ	۵۴	مصر
۴	امام احمد حنبل رحمہ اللہ	۱۶۴ھ	۲۴۱ھ	۷۷	بغداد
۵	امام ابو یوسف رحمہ اللہ	۱۱۳ھ	۱۸۲ھ	۶۹	بغداد
۶	امام محمد رحمہ اللہ	۱۳۲ھ	۱۸۹ھ	۵۷	رے
۷	امام زفر رحمہ اللہ	۱۱۰ھ	۱۵۸ھ	۴۸	بصرہ

فصل سوم

(اکابر فقہاء کا مختصر تعارف)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ۔(۸۰-۱۵۰)۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی فقیہ مجتہد صاحب مذہب تھے۔ حنفی انہی کے مذہب کی طرف نسبت کرتے ہیں انہی کے مقلدوں کو حنفی اور احناف کہتے ہیں۔ یہ نسبت خلاف قیاس ہے۔ ولی عراقی نے شرح الفیہ کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور قبیلہ بنو حنیفہ کی طرف نسبت ایک ہی لفظ سے کرتے ہیں یعنی حنفی کہتے ہیں مگر محدثین نے دونوں میں فرق یوں نکالا ہے کہ "جب مذہب ابو حنیفہ کی طرف نسبت کریں تو بزیادات یاء حنیفی کہنا چاہیے اور جب قبیلہ بنو حنیفہ کی طرف نسبت کریں تو حنفی کہیں"۔ ابن صلاح نے کہا کہ میں نے اس کی تصریح سوائے ابو بکر[1] بن الانباری کے کسی نحوی سے نہ پائی۔

ولادت: امام اعظم کی ولادت (۸۰ھ) میں صحابہ کے زمانے میں شہر کوفہ میں ہوئی۔

آپ کے مشائخ: مشائخ آپ کے بہت تھے جن میں سے مشہور پینسٹھ (65) ہیں۔(۱) نافع مولیٰ ابن عمر (۲) موسیٰ ابن ابی عائشہ (۳) حماد بن ابی سلیمان (۴) ابن شہاب زہری (۵) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۶) عبد اللہ بن دینار (۷) عبد الرحمٰن بن ہرمز اعرج (۸) ابراہیم بن محمد (۹) جبلہ ابن سحیم (۱۰) قاسم مسعودی (۱۱) عون بن عبد اللہ (۱۲) علقمہ بن مرثد (۱۳) علی بن اقمر (۱۴) عطاء بن ابی رباح (۱۵) سعید بن مسروق ثوری (۱۶) سلمہ بن کھیل (۱۷) سماک بن حرب (۱۸) امام محمد باقر (۱۹) عامر سبیعی (۲۰) عطاء بن سائب (۲۱) محارب بن دثار (۲۲) محمد بن سائب (۲۳) ہشام بن عروہ (۲۴) یحییٰ بن سعید (۲۵) ابو الزبیر مکی وغیرہ ہم ہیں۔ باقی کے نام یہاں فرد گزاشت کیے گئے۔

---

(۱) ان کا نام محمد بن قاسم بن محمد بن بشار نحوی لغوی انباری ہے۔ انباری نسبت شہر انبار کی طرف ہے جو بغداد کے قریب ہے۔ باب الحلف کتاب الایمان شرح وقایہ میں انکا ذکر ہے۔ علم نحو اور ادب میں یہ استاد مانے گئے ہیں۔ بڑے زبردست عالم فاضل دیندار تھے ان سے دار قطنی حافظ وغیرہ نے حدیث روایت کی ہے قرآن کے شواہد میں تین لاکھ (300000) اشعار انکو زبانی یاد تھے۔ بطرز متقدمین بغیر کسی کتاب کے زبانی درس دیا کرتے تھے ان کی تصانیف بہت ہیں۔ جن میں کتاب غریب الحدیث، کتاب المذکر و المؤنث، کتاب المقصود والممدود، شرح غریب، شرح زبیر، شرح اشعار النابغہ، شرح اشعار الاعشی وغیرہ ہیں ان کی ولادت (۲۷۱ھ) میں بماہ رجب ہوئی اور وفات (۳۲۸ھ) میں بغداد میں ہوئی۔

تلامذہ: تلامذہ آپ کے بکثرت تھے۔ تبر کاً چند کے اسمائے گرامی یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱)امام قاضی ابویوسف(۲)امام محمد بن حسن (۳)امام زفر(۴)حسن بن زیاد(۵)زیاد لولوی(۶)ابو مطیع بلخی (۷)و کیع بن جراح(۸)عبد اللہ بن مبارک (۹)زکریا بن ابی زائدہ(۱۰) حفص بن غیاث نخعی (۱۱)رئیس الصوفیہ داؤد طائی (۱۲)یوسف بن خالد(۱۳)اسد بن عمر(۱۴)نوح بن ابی مریم وغیرہم ہیں۔

طبقہ: آپ کا طبقہ تابعین ہے۔ تابعی کی تعریف جمہور محدثین کے نزدیک صرف اسی قدر ہے کہ تابعی وہ جس نے صحابہ کرام کو حالت ایمان میں دیکھا ہو اور آپ کا صحابہ کو دیکھنا کتب تاریخ میں مصروح ہے۔ علاوہ اس کے آپ کے بایں معنی تابعی ہونے پر اکابر علماء کا اتفاق ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور یہی مذہب خطیب بغدادی، دار قطنی، ابن جوزی، نووی، ذہبی، ابن حجر عسقلانی، ولی عراقی، ابن حجر مکی، امام جلال الدین سیوطی اور ملا علی قاری وغیرہم کا ہے۔

آپ کا حق میں نقاد حدیث یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے(القرائة عندی قرائة حمزہ والفقه فقه ابی حنیفه علی هذا ادرکت الناس)یعنی میرے نزدیک قرأت قاری حمزہ کی پسندیدہ ہے اور فقہ ابو حنیفہ کی۔ اسی پر میں لوگوں کو پایا ہے۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، ابن عبد البر علی بن المدینی سے روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم سے سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، و کیع بن جراح، عباد بن عوام اور جعفر بن عون روایت کرتے ہیں۔

روایت حدیث: آپ کی حدیثوں کی پندرہ (15) مسندیں جمع کی گئی ہیں۔ روایت حدیث کا موقع بسبب اجتہاد مسائل و استنباط احکام آپ کو کم ملا جیسے بنسبت اور صحابہ کے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بسبب امور خلافت و اصلاح امت و شغل جہاد کے روایت حدیث کا کم اتفاق ہوا تاہم امام صاحب کے تلامذہ اکابر محدثین کے شیوخ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ یحییٰ بن معین، و کیع، مسعر، عبد اللہ بن مبارک، قاضی ابویوسف، احمد بن حنبل، بالوسائط اصحاب صحاح ستہ بھی امام اعظم کی شاگردی سے باہر نہیں ہو سکتے۔ زرقانی شارح موطا نے امام کی روایت کی حدیثوں کی تعداد میں کئی قول بیان کیے ہیں۔(۱) پانچ سو(500)، (۲) سات سو(700)،(۳) چھ سو سر سٹھ(667)،(۴)ایک ہزار(1000) سے کچھ زیادہ،(۵)ایک ہزار سات سو(1700)۔

ابن خلدون مورخ کے غلط نسخے کو دیکھ کر محض تقلیدی ہانک ہانکنا کہ امام کی مرویات کل سترہ(17) حدیثیں ہیں، حماقت ہے اور حقیقت میں یہ نہ ابن خلدون کا عقیدہ ہے نہ قول ہے بلکہ دوسرے کا قول حکایتاً اس نے نقل کیا ہے۔ بھلا جسے سترہ(17) حدیثیں کل پہنچی ہو وہ کیا اجتہاد کرے گا اور اکابر علماء اسے اپنا شیخ کیسے بناتے۔ اس کے لیے امام کا لقب کیسے مسلم مانا جاتا۔ علامہ ذہبی شافعی نے امام کو سترہ حدیثوں کے جاننے پر تذکرہ حفاظ میں کیسے ذکر کیا۔ علمائے سلف نے آپ کے مناقب میں بڑی بڑی کتابیں کیسے تصنیف کیں، ایسی حالت میں امام اعظم کے مرویات کا روایت کرنا ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق و دار قطنی و حاکم و بیہقی اور طحاوی وغیرہم سے نہایت مستبعد و مستقبح امر ہے۔ امام صاحب کے تلامذہ کا اسناد بیان کرنا اور سند متصل حدیث کا سرد کرنا بواسطہ امام اظہر من الشمس اور اس مردود قول کا مبطل ہے۔ دیکھو امام محمد کی موطا، کتاب الآثار، کتاب

الحج، سیر کبیر اور ابو یوسف کی کتاب الخراج، کتاب الامالی مجرد بن زیاد وغیرہا۔ ان کے دیکھنے سے تم کو کئی سو احادیثیں امام کی روایت صحیح وحسن ملیں گی۔ پھر اس کے کیا معنی کہ کل امام کی مرویات حدیثیں سترہ (17) سے زائد نہ تھیں۔ (کبرت کلمہ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا)۔

امام اعظم کی تلمذی کا فخر بڑے بڑے اکابر شیوخ محدثین کو تھا۔ ازاں جملہ عبد الرزاق بن ہمام صاحب مسند، وکیع بن جراح، عبد العزیز بن ابی رواد، فضل بن وکین، مکی بن ابراہیم بلخی، عبد اللہ بن مبارک، ابراہیم طہمان، ابو عاصم ضحاک بن مخلد اور عامر بن فرات، عبد اللہ بن یزید مقری، عبد الحمید بن عبد الرحمٰن حمانی، عبید اللہ بن یزید قرشی، عبید اللہ بن عمر والراقی اور علی بن ظبیان کوفی وغیرہم ہیں جن میں اکثر شیوخ بخاری ہیں۔

تصانیف: امام اعظم کی تصانیف بہت نہ تھی۔ **الفقہ الاکبر، کتاب الوصیۃ، کتاب العالم والمتعلم، کتاب الاوسط، کتاب المقصود** وغیرہ آپ کی یادگار ہیں۔ امام اعظم کے کتب مناقب میں بکثرت مصنف موجود ہیں۔ لہٰذا یہاں اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔ جس کو حاجت ہو تو وہ **تاریخ ابن خلکان، خیرات حسان، تبیض الصحیفہ، تذکرۃ الحفاظ، عقود المرجان، البیان المنسجم، اخائر الذخائر** وغیرہ میں دیکھ لے۔ (**واللہ ولی التوفیق**)۔

وفات: امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کا آفتاب عرصہ دراز تک آسمان علم وفضل پر جگمگاتا رہا یہاں تک کہ اخیر عمر میں خلیفہ ابو جعفر منصور نے آپ کو عہدہ قضاء کیلئے طلب کیا آپ نے اس کی پیش کش کو قبول نہیں کیا جس کی وجہ سے بغداد کے قید خانے میں آپ کو مقید کر دیا گیا اور مؤرخین کی روایات کے مطابق آپ کو روزانہ کوڑے لگائے جاتے تھے یہاں تک ایک دن ماہ رجب یا شعبان یا شوال (۱۵۰ھ) میں بحالت سجدہ دارالاسلام بغداد میں انتقال ہو گیا۔ بسبب اژدھام کے جنازے کی نماز پانچ (5) مرتبہ پڑھی گئی۔ آخری مرتبہ آپ کے بیٹے حماد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ امام صاحب کو قاضی القضاۃ حسن بن عمار نے غسل دیا اور غسل کے بعد کہا کہ:

"خدا کی رحمت تم پر ہو کہ تم نے تیس (30) برس سے برابر روزے رکھے اور چالیس (40) برس سے شب کو سوئے نہیں"۔

﴿۔۔۔حماد بن ابو حنیفہ۔ (متوفی: ۱۷۶)۔﴾

آپ کی کنیت ابو اسمٰعیل تھی۔ آپ بڑے عابد زاہد متقی تھے۔ حدیث وفقہ اپنے والد ماجد (امام اعظم ابو حنیفہ) سے پڑھی اور اپنے والد کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ امام ابو یوسف، امام محمد، زفر اور حسن بن زیاد وغیرہم کے طبقے میں سے تھے۔ تدوین کتب فقہ میں ان لوگوں کے معاون تھے۔ آپ سے آپ کے بیٹے قاضی اسمٰعیل نے تفقہ کیا۔ بعد وفات قاسم بن معن کے آپ کوفہ کے قاضی بھی ہو گئے تھے۔ وفات ماہ ذیقعد (۱۷۶ھ) میں ہوئی۔

۔۔۔عبداللہ بن مبارک۔(۱۸۱-۱۱۸)۔

یہ ابو عبد الرحمٰن مروزی امام اعظم کے تلامذہ سے ہیں ولادت (۱۱۸ھ) میں ہوئی۔ حج اور جہاد اور تجارت کے سفروں میں اپنی ساری عمر تمام کر دی۔ حدیث کی سماعت سلیمان تیمی، عاصم احول، حمید طویل، ہشام بن عروہ وغیرہ سے کی اور فقہ وغیرہ علوم امام سے سیکھے اور ان سے اکابر علماء نے استفادہ کیا۔ جن میں یحییٰ بن معین، عبد الرحمٰن بن مہدی، ابو بکر بن ابی شیبہ ان کے بھائی عثمان بن ابی شیبہ اور امام احمد بن حنبل وغیر ہم ہیں۔ بیس ہزار (20000) حدیث کا درس لوگوں کو دیا۔ ان میں کمال علم حدیث، فقہ، عربیت، ایام عرب اور شجاعت و سخاوت موجود تھا۔ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ان کی بہت کچھ تعریفیں کی ہیں۔ یہ بڑے متورع و عابد تھے۔ ان کی روایت کی احادیث صحیحین میں بکثرت موجود ہیں۔ ماہ رمضان المبارک (۱۸۱ھ) میں وفات ہوئی۔

۔۔۔امام ابویوسف فقیہ۔(۱۸۲-۱۱۳)۔

قاضی یعقوب بن ابراہیم کوفی محدث مفسر مورخ قاضی یوسف کے والد تھے۔ آپ کی پیدائش سر زمین کوفہ (۱۱۳ھ) میں ہوئی۔ اسلام میں سب سے پہلے قاضی القضاۃ کے لقب سے آپ ہی مشہور ہوئے۔ خلفائے عباسیہ میں سے تین خلیفہ کے وقت میں قاضی رہے۔ خلیفہ مہدی اور ان کے بیٹے خلیفہ ہادی اور ان کے بھائی خلیفہ ہارون رشید کی طرف سے عہدہ پر مامور تھے۔ ہارون رشید آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کیا کرتا تھا۔ قاضی ہو جانے کے بعد جبکہ آپ کی عبادت میں کمی ہو گئی تھی، اس وقت بھی آپ روزانہ دو سو (200) رکعت نفل نماز پڑھا کرتے تھے۔

آپ نے فقہ ابی لیلیٰ سے حاصل کی تھی۔ پھر ان کے بعد امام اعظم سے پڑھنا شروع کیا اور ہمیشہ امام اعظم کی اتباع میں تادم مرگ رہے۔ حدیث آپ نے لیث بن سعد، ابو اسحاق شیبانی، سلیمان تیمی، اعمش، ہشام بن عروہ، محمد بن اسحاق بن یسار، امام اعظم ابو حنیفہ اور عطاء بن سائب وغیر ہم سے سنی۔

یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل آپ کے شاگردوں میں ممتاز تھے۔ امام ابو یوسف سے حدیث کی روایت ان کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگوں نے کی ہے۔ جن میں امام محمد بن حسن شیبانی، بشر بن الولید کندی اور احمد بن منیع وغیر ہم ہیں۔ امام ابو یوسف کے تلامذہ بہت تھے۔ جن میں محمد بن سماعہ، معلیٰ بن منصور، بشر بن الولید مزکور، بشر بن غیاث مریسی، خلف بن ایوب، عصام بن یوسف، ہشام ابن عبد اللہ، حسن بن ابی مالک، ابو علی رازی، بلال الرائی اور علی بن الجعد وغیر ہم ہیں۔ آپ نے انتیس (29) برس تک امام اعظم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ کبھی تکبیر تحریمہ فوت نہ ہوئی اور امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ میں

برابر شریک رہا کرتے۔ امام محمد نے بھی آپ سے بہت کچھ پڑھا ہے اور جامع صغیر میں آپ کی روایت کو جمع کیا ہے۔ تفسیر اور حدیث اور ایام عرب میں آپ ضرب المثل تھے۔ اصول فقہ حنفی کے موجد آپ ہی ہیں۔ سب سے پہلے امام اعظم کے علوم کو ملک میں انہوں نے شائع (مشہور) کیا۔

ان میں بھی پورے طور سے مثل امام کے شروط اجتہاد مجتمع تھے اور یہ بھی مجتہد مقید مانے گئے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں کتاب الخراج وامالی وغیرہ ہیں۔ ۵ ربیع الاول (۱۸۲ھ) بروز جمعرات بوقت ظہر انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار بغداد میں ہے۔

﴾۔۔۔امام محمد بن الحسن الشیبانی۔(۱۸۹-۱۳۲)۔﴿

اصول میں آپ کے آباء واجداد ملک شام کے تھے۔ آپ کے والد حسن بن فرقد شیبانی شام سے عراق میں آئے اس وقت امام محمد کی پیدائش (۱۳۲ھ) میں شہر واسط میں ہوئی اور کوفے میں نشوونما پائی۔ علم حدیث امام مالک، مالک بن دینار، امام ابو یوسف، ربیعہ، مسعر بن کدام، اوزاعی اور ثوری وغیرہ سے حاصل کیا اور بغداد میں حدیث کا درس دیا اور فقہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے سیکھی۔ آپ فرای نحوی کے خالہ زاد بھائی تھے اور کریم شمیم اور بڑے ذکی الطبع وذہین تھے۔ بیس برس (20) کی عمر میں کوفہ کی مسجد میں درس دینا شروع کیا۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ میں نے سوائے محمد بن حسن کے کسی موٹے آدمی کو اتنا ذہین نہیں دیکھا۔ کہتے ہیں کہ کسی سے سوال نہیں کیا جاتا مگر اس کے چہرے پر ناخوشی وپریشانی کے آثار نمایاں ہوتے سوائے محمد بن حسن کے جب ان سے کچھ پوچھا جاتا ہے تو خوشی اور فرحت اور مسرت کے علامات ان کے چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں اور کراہت اور ملامت کا نام بھی نہیں پایا جاتا۔

آپ بڑے فصیح وبلیغ تھے۔ جب آپ عربی بولتے تھے تو سننے والے کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ قرآن آپ ہی کے محاورے کے موافق نازل ہوا ہے۔ کئی فنون میں آپ اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ علوم قرآن، علم عربیت، نحو، حساب، فقہ کے ان فنون میں آپ استاد مانے جاتے تھے۔ آپ ہی کے تصانیف کثیرہ سے امام اعظم کے علوم کی ترویج ہوئی۔ آپ کی کل تصنیفات ایک ہزار نوسو ننانوے (1999) ہیں۔ کل تصانیف میں آپ نے فقہی مسائل عبادات و معاملات لکھے ہیں۔ آپ ہی کی کتابوں سے چھ (6) کتابوں کو "ظاہر الروایت" کہتے ہیں اور انہیں کو کتب اصول بھی بولتے ہیں۔ آپ کے کثرت تصانیف اور اسلوب تحریر سے لوگ حیران اور دنگ رہا کرتے تھے۔ جن میں جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، مبسوط، زیادات، کتاب الآثار، کتاب الحج، کیسانیات، جرجانیات، رقیات، عمرویات اور نوادر وغیرہ آپ کی یادگار ہیں۔

کیسانیات:۔۔۔ان مسائل مجموعہ کا نام ہے جن کو سلیمان بن شعیب کیسانی نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔

ہارونیات:۔۔ان مسائل مجموعہ کا نام ہے جن کو امام محمد نے ہارون رشید کے زمانے میں قضاء کا عہدہ ملنے کے بعد کی ہے۔

جرجانیات:۔۔۔ان مسائل مجموعہ کا نام ہے جن کو علی بن صالح جرجانی نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔

عمرویات:۔۔۔یہ امام محمد صاحب کے املا کے مجموعہ کا نام ہے جس کو عمرو بن ابی عمرو نے جمع کیا تھا۔

رقیات:۔۔۔ان مسائل مجموعہ کا نام ہے جن کو علی محمد بن عماعہ نے امام محمد سے شہر رقہ میں روایت کیا ہے اور انساب سمعانی میں ہے کہ شہر رقہ کی قضاء ہارون رشید نے امام محمد کو دی تھی وہیں آپ نے کتاب الرقیات کو تصنیف فرمایا۔ پھر جب آپ عہدہ قضاء سے معزول ہوئے تو بغداد میں رہنے لگے۔

نوادر:۔۔۔ان مسائل کو کہتے ہیں جو کتب ستہ امام محمد کے سوا میں ہوں یا ان کے تلامذہ کے جمع کیے ہوئے ہو۔ جیسے نوادر ابن سماعہ، نوادر ابن ہشام اور نوادر ابن رستم وغیرہ اور اس میں روایات متفرقہ اور خلاف کتب ظاہر روایت کے ہیں۔ یہ کتابیں دوسرے طبقے کی ہیں۔

امام محمد صاحب کے شاگردوں میں امام شافعی، ابو حفص کبیر احمد بن حفص، ابو سلیمان جوزجانی، موسیٰ رازی، ابراہیم بن رستم اور عیسیٰ بن ابان وغیرہم اکابر شمار ہیں۔ بمقام "رے"(۱۸۹ھ) میں امام محمد نے انتقال فرمایا ہے۔

خلیفہ ہارون رشید نے یہ جملہ کہا: (آج شہر "رے" میں فقہ و عربیت دونوں چیزیں مدفون ہو گئیں)

۔۔۔امام زفر عنبری۔(۱۵۸-۱۱۰)۔

امام زفر ابن ہذیل بن قیس بن سلیم بن قیس عنبری۔ عنبری یہ نسبت عنبر کی طرف ہے جو ان کے اجداد میں کسی کا نام تھا۔ یہ امام اعظم کے تلامذہ سے بڑے صاحب الرائے اور اقیس اصحاب تھے اصل میں آباء و اجداد ان کے اصفہان کے باشندے تھے اور بڑے جلیل القدر فقیہ عابد محدث تھے۔ زہد و عبادات اور قیاس میں بے نظیر تھے۔ امام زفر کو بہت تنگ کیا گیا کہ وہ عہدہ قبول کریں مگر وہ روپوش ہو گئے اور کسی طرح عہدۂ قضاء قبول نہ کیا۔ یہ قاضی ابو یوسف سے زیادہ متورع تھے۔ ولادت ان کی (۱۱۰ھ) میں ہوئی اور کوفی نے (۱۵۸ھ) میں زفر کی وفات کا سن بتایا ہے۔ **حدائق الحنفیہ** میں کہ بصرہ میں (۱۵۸ھ) میں آپ کا انتقال ہوا۔ زفر بضم زائے معجمہ و فتح فا۔

۔۔۔علامہ ابو سلیمان جوزجانی۔(متوفیٰ:۲۰۰ھ)۔

آپ کا نام موسیٰ بن سلیمان جوزجانی ہے۔ آپ نے فقہ امام محمد بن حسن شیبانی سے پڑھی۔ اور کتب اصول و نوادر کی روایت امام محمد سے کرتے ہیں۔ خلیفہ مامون عباسی نے آپ سے عہدہ قضاء قبول کرنے کو فرمایا تھا مگر آپ نے انکار کیا۔ اور (۲۰۰ھ) کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ آپ استاد الفقہاء۔ اور معلی بن منصور کے ہم سبق تھے۔

﴾۔۔۔علامہ حسن بن زیاد لولوی۔(متوفیٰ:۲۰۴ھ)۔﴿

حسن بن زیاد لولوی کوفی امام اعظم کے اجلہ تلامذہ سے محب سنت اور حافظ حدیث تھے۔عہدہ قضاء کو قبول کیا تھا مگر پھر استعفیٰ دے دیا۔محمد بن سماعہ، محمد بن شجاع اور علی رازی وغیرہ نے آپ سے تلمذ کیا۔ان کو(۲۰۰ھ)کامجدد کہتے ہیں۔ان کی تصنیفات سے کتاب المجرد اور امالی یادگار ہیں۔وفات(۲۰۴ھ)میں ہوئی۔یہ بھی درجہ اجتہاد کو پہنچے تھے۔

﴾۔۔۔علامہ اسمٰعیل بن حماد۔(متوفیٰ:۲۱۲ھ)۔﴿

یہ امام اعظم کوفی مجتہد کے پوتے اور بڑے عابد،زاہد،صالح،عالم،فاضل اوراپنے وقت کے امام تھے۔آپ نے دادا امام اعظم کو نہیں دیکھا تھا۔کنیت آپ کی ابوعبد اللہ تھی۔فقہ اپنے والد حماد اور حسن بن زیاد سے پڑھی اور حدیث کو اپنے والد اور عمرو بن ذر،مالک بن مغول،ابن ابی ذئب اور قاسم بن معن وغیرہم سے حاصل کیا۔اورامام ابویوسف سے بھی کچھ پڑھا ہے۔ابوسعید بردعی آپ کے شاگرد تھے۔آپ بغداد پھر بصرہ پھر رقہ کے قاضی بھی ہوئے تھے خلیفہ مامون الرشید کے زمانے میں حالت شباب میں(۲۱۲ھ)کو آپ کی وفات ہوئی۔

﴾۔۔۔امام ابوحفص کبیر۔(متوفیٰ:۲۱۸ھ)۔﴿

مجتہد عصر احمد بن حفص بخاری۔یہ حدیث وفقہ میں امام محمد کے شاگرد تھے آپ کے اصحاب بکثرت تھے۔آپ کے ساتھ خلف بن ایوب اور ابوسلیمان تینوں امام محمد سے پڑھا کرتے تھے مگر ان دونوں سے زیادہ ذہین وحافظ آپ تھے۔امام بخاری کو بخارا میں فتویٰ دینے سے آپ ہی نے روکا تھا اور فرمایا تھا کہ آپ میں فقاہت اور فتویٰ دینے کی لیاقت نہیں ہے۔مسئلہ رضاعت میں امام بخاری کو بند کیا تھا۔وفات(۲۱۸ھ)میں ہوئی ہے۔

﴿---علامہ خصَّاف۔(۱۸۱-۲۶۱)۔﴾

ابو بکر احمد بن عمر حنفی فرضی محاسب مذہب حنفی کے بڑے ماہر تھے۔انہوں نے اپنے والد عمر سے علم فقہ کو حاصل کیا اور وہ امام محمد و حسن بن زیاد کے شاگرد تھے اور دیگر علوم متفرق لوگوں سے حاصل کیے۔حدیث کی سماعت اپنے والد اور ابو داؤد طیالسی، مسدد اور علی بن المدینی وغیرہم سے کی۔انکا خصاف لقب اس واسطے مشہور ہوا کہ یہ اپنی ہی دستکاری کی کمائی کھاتے تھے اور یہ موزے و نعلین بنایا کرتے اور اسی سے اپنے اوقات گزر بسر کرتے تھے۔ان کی تصانیف میں کتاب المناسک الحج، کتاب الحیل، الوصایا، الشروط ، المحاضر ،السجلات ،الرضاع ، ادب القاضی ،النفقات علی الا قارب اور کتاب احکام الوقف وغیرہ ہیں۔اسی(80)سال کی عمر میں(۲۶۱ھ)میں آپ کی وفات ہوئی اور بغداد میں آپ کا مزار ہے۔

﴿---امام ابوحفص صغیر۔(متوفی:۲۶۴ھ)۔﴾

شیخ حنیفہ امام ربانی ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن حفص بن زبر قان معروف بہ ابو حفص صغیر محدث ثقہ تھے۔فقہ اپنے والد امام ابو حفص کبیر سے پڑھی اور حدیث یحییٰ بن معین وغیرہ سے اور مدت تک امام بخاری کے رفیق سفر تھے۔اکابر علماء نے آپ سے فقہ پڑھی ہے۔آپ صاحب تصانیف بھی تھے۔(۲۶۴ھ)میں بماہ رمضان المبارک آپ کا انتقال ہوا۔

﴿---علامہ ھشام رازی۔(---)۔﴾

یہ ہشام بن عبید اللہ رازی امام ابو یوسف اور امام محمد صاحب کے شاگرد ہیں۔حدیث امام مالک سے روایت کی۔ان کی تصانیف میں کتاب النوادر مشہور ہے جسے نوادر ہشام کہتے ہیں۔اس میں امام محمد صاحب کی روایت کے مسائل ہیں جو اصول میں نہیں ہیں۔یہ دوسرے طبقے کے مسائل ہیں ان کا ذکر شرح وقایہ میں لفظ کعب کی تحقیق میں فرائض وضو کی بحث میں ہیں۔
تحصیل علم میں ہشام نے سات لاکھ(7،00،000)درہم خرچ کیے اور ایک ہزار سات(1007)اکابر مشائخ سے ملاقات کی۔

﴿---امام ابوبکر جوزجانی۔(---)۔﴾

احمد بن اسحٰق بن صبیح جوزجانی ہے۔آپ ابو سلیمان جوزجانی کے شاگرد رشید ہیں۔آپ بڑے عالم، جامع معقول و منقول حاوی فروع واصول تھے آپ کی تصنیف میں کتاب الفرق والتمیز و کتاب التوبہ یادگار ہے۔جوزجانی جوزجان کی طرف نسبت ہے جو بلخ کے قریب ایک شہر کا نام ہے۔جوزجان۔(جیم اول،ضمہ)۔(واو، سکون)۔(زا، فتح)۔(جیم ثانی، فتح)۔

﴾۔۔۔علامہ ابو علی دقاق۔(متوفی:۳۱۷ھ)۔﴿

یہ ابو سعید بروعی کے استاد ہیں اور موسیٰ[۱] ابن نصر رازی کے شاگرد جو امام محمد کے اصحاب سے تھے۔ کتاب الحیض ان کی یادگار ہے۔ "دقاق" آپ کو اس لیے کہتے ہیں کہ آپ آٹا فروخت کیا کرتے تھے۔(۳۱۷ھ) میں ان کا انتقال ہوا۔

﴾۔۔۔امام طحاوی۔(۳۲۱-۲۲۹)۔﴿

ابو جعفر احمد بن محمد سلامہ ازدی[۲] فقیہ محدث یہ مصر میں حنفیوں کے امام گزرے[۳] ہیں۔ پہلے یہ شافعی المذہب تھے۔ اپنے ماموں اسمٰعیل مزنی سے پڑھا کرتے تھے اور مزنی امام شافعی کے شاگرد رشید تھے۔ اتفاقاً ایک روز مزنی کسی مسئلہ کی بحث میں ان سے خفا ہو گئے اور بحالت غیظ وغضب کہنے لگے تمہیں کچھ نہ آئے گا۔ اس کلام سے ابو جعفر طحاوی نے سخت ناخوش ہو کر ان سے پڑھنا چھوڑ دیا اور ان کے مذہب سے دستبردار ہو گئے اور ابو جعفر احمد بن عمران وغیرہ سے پڑھنا شروع کر دیا ۔کچھ روز کے بعد ایسے زبردست عالم ہو گئے کہ احکام القرآن، کتاب اختلاف العلماء، مختصر فقہ، شرح جامع کبیر، شرح جامع صغیر، کتاب السجلات، کتاب الوصایا، کتاب الفرائض، شرح معانی الآثار، مشکل الآثار اور تاریخ کبیر وغیرہ لکھ ڈالیں۔ بعد عالم ہونے کے طحاوی کہتے تھے کہ واللہ اگر میرے ماموں زندہ ہوتے تو قسم کا کفارہ ان کو ادا کرنا پڑتا۔ موررخ ابن خلکان اور سمعانی اور یافعی نے کہا ہے کہ طحاوی منسوب طحا قریہ کی طرف ہے جو مصر میں ہے۔ اور سیوطی نے کہا کہ طحاوی طحاقریہ کے رہنے والے نہ تھے بلکہ طحطوطہ کے باشندے تھے۔ چونکہ ان کو طحطوطی کہنا مکروہ وناپسند معلوم ہوتا تھا لہذا طحاوی کہنے لگے۔

---

(۱) یہ موسیٰ بن نصر رازی امام محمد کے اصحاب میں سے ہیں حدیث وفقہ اور عارف مذہب تھے۔ ان کی کنیت ابو سہل تھی۔ حدیث کو عبد الرحمٰن ابی زہیر سے روایت کیا اور آپ سے ابو سعید بروعی اور ابو علی دقاق نے تفقہ کیا۔

(۲) ازد قبائل یمن میں سے ایک قبیلہ کا نام ہے۔

(۳) طحاوی کی ولادت شب یک شنبہ بماہ ربیع الاول (۲۲۹ھ) یا (۲۳۰ھ) میں ہوئی۔ اور وفات آپ کی ذیقعد (۳۲۱ھ) میں ہوئی۔ بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ آپ مجتہد منتسب تھے۔

۔۔۔امام ابومنصور ماتریدی۔(متوفی:۳۳۳ھ)۔

ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی امام الہدیٰ کے لقب سے مشہور ہیں۔انہوں نے ابو بکر احمد جوزجانی سے پڑھا۔انہوں نے ابو سلیمان جوزجانی سے،انہوں نے امام اعظم سے فقہ حاصل کی۔ان کی تصانیف میں کتاب التوحید، کتاب المقالات، کتاب رد دلائل الکعبی اور کتاب تاویلات القرآن وغیرہاہیں۔متوفیٰ(۳۳۳ھ) میں ہوئی اور سمرقند میں مدفون ہوئے۔ماتریدی ماترید کی طرف منسوب ہے اور ماترید سمرقند کے علاقے میں ایک گاؤں کا نام ہے یا سمرقند میں ایک محلہ ہے۔ماترید بہ ضم تاے مشاۃ فوقانیہ وراے مہملہ مکسورہ وسکون یا آخر الحروف و دال مہملہ یہ حنفی المذہب امام متکلم تھے۔امام رستغفنی، ابو محمد عبد الکریم بزدوی اور قاضی اسحٰق سمرقندی آپ کے تلامذہ تھے۔

۔۔۔امام ابوالحسن رستغفنی۔(متوفی:۳۳۳ھ)۔

امام ابوالحسن علی بن سعید رستغفنی ابو منصور ماتریدی کے شاگردوں میں سے ہیں اور شمس الائمہ حلوانی سے مقدم ہیں۔یہ اصحاب تخریج سے ہیں۔رستغفنی نسبت رستغفن گاؤں کی طرف ہے جو سمرقند میں ہے۔رستغفن(بضم راے مہملہ وضم تاے مشناۃ فوقانیہ وسکون سین مہملہ وغین معجمہ وفتح فاء) ہے۔ انتقال ان کا (۳۳۳ھ)میں ہوا۔یہی ابو الحسن امام رستغفنی کے نام سے مشہور ہیں اور اکثر فتاویٰ میں انہیں کے اقوال امام رستغفنی کے نام سے منقول ہیں۔آپ کی تصنیفات سے ارشاد المہتدی اور کتاب الزوائد وکتاب الخلافیات ہے۔آپ سمرقند کے کبار مشائخ فقہاء میں سے ہیں۔

۔۔۔امام کرخی۔(۳۴۰-۲۶۰)۔

شیخ الحنفیہ ابوالحسن عبید اللہ بن حسین بن دلہم کرخی۔کرخی کرخ(بالفتح) کی طرف منسوب ہے جو عراق میں ایک بستی کا نام ہے۔اس کے سوا کرخ اور جگہ بھی ہے۔فقہ ابو سعید بردعی تلمیذ اسمٰعیل بن حماد بن امام اعظم ابو حنیفہ سے پڑھی۔نماز اور روزہ بہت کیا کرتے اور زاہد متورع تھے انہوں نے فقہ میں ایک مختصر کتاب لکھی ہے جس کو مختصر کرخی کے نام سے شہرت ملی۔امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی جامع کبیر اور جامع صغیر کی شرح بھی آپ کی یادگار ہے۔(۲۶۰ھ) میں ان کی ولادت ہوئی اور انتقال (۳۴۰ھ)میں ہوا۔ابو بکر جصاص رازی، ابو علی احمد شاشی فقیہ، ابو حامد طبری اور تنوخی وغیر ہم آپ کے تلامذہ سے تھے۔آپ مجتہد فی المسائل تھے۔مرض فالج میں آپ کا انتقال ہوا۔

﴿---امام طبری۔(متوفیٰ:۳۴۰ھ)۔﴾

امام ابو عمرو احمد بن محمد بن عبد الرحمٰن طبری فقیہ بغداد ہیں۔امام ابو الحسن کرخی کی حیات میں درس دیا کرتے تھے۔ انہوں نے ابو سعد بردعی سے ،انہوں نے جناب قاضی اسمٰعیل سے،انہوں نے اپنے والد حماد سے،انہوں نے اپنے والد امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی سے فقہ پڑھی مثل کرخی کے شارح جامعین ہیں۔(۳۴۰ھ) میں ان کا انتقال ہوا۔

﴿---امام ابوجعفر ھندوانی۔(متوفیٰ:۳٦۲ھ)۔﴾

امام ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن محمد بلخی ہندوانی فقیہ، جلیل القدر فاضل ،عارف ،خدا پرست ،زاہد، مذہب حنفی کے بڑے استاد کامل تھے۔انہوں نے ابو القاسم صفار سے ،انہوں نے نصیر بن یحییٰ سے ، انہوں نے محمد بن سماعہ سے ،انہوں نے ابویوسف سے انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے فقہ پڑھی اور ابو بکر اعمش سے بھی فقہ پڑھی ہے۔ ابو بکر اعمش نے ابو بکر اسکاف سے ،انہوں نے محمد بن سلمہ سے،انہوں نے ابو سلیمان سے،انہوں نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے فقہ حاصل کی۔ان کا ذکر شرح وقایہ میں کتاب الطہارۃ میں ماء جاری کے بحث میں ہے۔بڑے فتاویٰ اور اختلاف الروایات میں آپ کا بھی ذکر آیا کرتا ہے۔فقہ میں ایسی مہارت اور قابلیت تھی کہ جس کی وجہ سے آپ کو امام اعظم صغیر کہا کرتے تھے۔ہندوانی نسبت بلخ کے ایک محلہ کی طرف ہے جسے باب ہندوان کہتے تھے کہ وہاں ہند کے آوردہ غلام اور لونڈیاں ٹھہرائی جاتی تھیں۔ہندوان بکسر ہاو ضم دال مہملہ وسکون نون اول ہے۔ان کا انتقال بخارا میں ۳٦۲ہجری میں ہوا۔

﴿---امام ابوبکر جصاص رازی۔(۳۷۰-۳۰۵)۔﴾

امام ابو بکر احمد بن علی حسین اپنے وقت میں یہ امام الحنفیہ تھے۔ انہوں نے علوم ابو سہل [1] زجاجی سے پڑھے اور یہ زجاجی ابوالحسن کرخی کے شاگردوں میں تھے بعد لیاقت و مہارت پیدا کرنے کے خود ابوالحسن کرخی سے علم فقہ کی تکمیل کی۔ کرخی نے ابو سعد بردعی سے، انہوں نے موسیٰ بن نصر رازی سے، انہوں نے امام محمد سے، انہوں نے امام اعظم سے فقہ پڑھی۔ جصاص سے اہل اسلام کو عموماً اور حنیفہ کو خصوصاً بہت فائدہ دینیہ پہنچاہے۔ آپ بغداد میں درس دیا کرتے تھے۔ لوگ اور طلبہ دور دراز مقاموں سے آپ کی تلمذی کا فخر حاصل کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ بہت بڑے زاہد اور متورع تھے۔ بعض لوگوں کو اس کا دھوکا ہوا ہے کہ جصاص اور رازی دو شخص تھے۔ حالانکہ یہی جصاص رے کے رہنے والے تھے۔ اسی وجہ سے خلاف قیاس رے کی طرف یہ نسبت رازی کی ہے۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ ازاں جملہ احکام القرآن وشرح مختصر کرخی وشرح مختصر طحاوی وشرح جامعین وشرح الاسماء الحسنی وادب القضاء وکتاب اصول الفقہ وغیرہ ہیں۔ اور پیدائش آپ کی (۳۰۵ھ) میں شہر بغداد میں ہوئی۔ چونکہ آپ "چونا" بنایا کرتے تھے، اس وجہ سے جصاص کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بمقام نیشاپور (۳۷۰ھ) میں آپ کا انتقال ہوا۔

---

(۱) یہ ابو سہل غزالی یا ابو سہل فرغی یا ابو سہل زجاجی کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ کرخی کے شاگرد اور جصاص کے استاد ہیں۔ فقہائے نیشاپور نے آپ سے فقہ حاصل کی ہے۔ شرح وقایہ کی کتاب الطہارۃ باب الحیض میں ان کا ذکر ہے۔ ان کا انتقال نیشاپور میں ہوا۔

﴿۔۔۔فقیہ ابو اللیث سمرقندی۔(متوفی:۳۷۳ھ)۔﴾

فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم سمرقندی فقیہ ابو جعفر ہندوانی مذکور کے شاگرد رشید ہیں۔ یہ امام الہدیٰ کے لقب سے مشہور تھے۔ کتب فتاویٰ میں ان کی رائے اور اقوال بہت بڑے اعتماد ساتھ نقل کیے جاتے ہیں۔ شرح وقایہ کی کتاب النکاح باب المہر میں بھی آپ کا ذکر ہے۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ جن میں تفسیر القرآن، تنبیہ الغافلین، بستان العارفین، شرح جامع صغیر، النوازل، العیون الفتاویٰ، خزانہ الفقہ، تاسیس النظائر، مخلف الروایہ وغیرہ ہیں۔ آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ (۳۷۳ھ) یا (۳۷۶ھ) مشہور ہے اور (۳۷۵ھ) اور (۳۹۳ھ) بھی لکھتے ہیں۔

حدائق الحنفیہ میں بقول مختار نواح بلخ میں منگل کی رات بماہ جمادی الاخریٰ (۳۷۳ھ) میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ سمرقند بہ فتح سین مہملہ و میم و سکون راو فتح قاف و سکون نون معرب سمرقند ہے۔ سمر اگلے زمانے کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا نام ہے جس نے اس شہر کو تباہ کیا تھا، پھر اس کو سکندر نے بنایا۔ (کذا فی الفوائد البہیہ)

﴿۔۔۔علامہ جرجانی۔(متوفی:۳۹۸ھ)۔﴾

فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی جرجانی۔ صاحب ہدایہ [۱] اور عینی [۲] اور کفوی [۳] نے آپ کو اصحاب تخریج میں شمار کیا ہے۔ یہ فقیہ ابو عبد اللہ جرجانی ابو بکر جصاص رازی کے اور وہ ابو الحسن کرخی کے شاگرد ہیں۔ ابو حسن احمد قدوری اور امام احمد بن ناطفی صاحب الفتاویٰ آپ کے شاگردوں میں تھے۔ اصحاب تخریج میں امام رستغفنی اور زاہد [۴] صفار بھی شمار کیے گئے ہیں۔ آپ کا انتقال (۳۹۸ھ) میں ہوا اور بغداد میں امام اعظم ابو حنیفہ کی قبر کے پاس مدفون ہیں۔

---

(۱) صاحب ہدایہ نے باب صفۃ الصلوۃ میں کہا کہ قومہ اور جلسہ صاحبین کے نزدیک سنت ہے اور ایسے ہی طمانینت موافق تخریج جرجانی کے موافق تخریج کرخی کے واجب ہے۔ کہ اس کے ترک سے امام اعظم کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

(۲) عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں باب صفۃ الصلوۃ میں صاحب ہدایہ کے اس قول پر (فی تخریج الجرجانی) یہ حاشیہ لکھا ہے کہ وہ جرجانی صاحب تخریج ابو عبد اللہ تلمیذ ابو بکر کی ہیں۔

(۳) کفوی نے اعلام الاخیار میں آپ کے ترجمے میں اس امر کو تصریح کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے کہ صاحب ہدایہ نے ان کو اصحاب تخریج میں شمار کیا ہے۔

(۴) ان کا نام رکن الاسلام ابراہیم بن اسمٰعیل ہے۔ ان کو صفار (بفتح صاد مہملہ و تشدید) اس لیے کہتے ہیں کہ یہ تانبے کے برتنوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ بخارا میں ۲۶ ماہ ربیع الاول (۵۳۴ھ) میں ان کا انتقال ہوا۔ اور یہی قاضی خان کے استاد ہیں۔

﴿۔۔۔امام قدوری۔(۳۶۲-۴۲۸)۔﴾

یہ مشہور امام ابوالحسن احمد بن محمد بن جعفر قدوری فقیہ ہیں۔ یہ بزرگ ابو عبد اللہ جرجانی مذکور کے شاگرد ہیں۔ حدیث کی روایت میں صدوق و ثقہ مانے گئے ہیں۔ خطیب[۱] بغدادی وغیرہ محدث ان کے شاگرد تھے۔ ان کی تصانیف سے "مختصر قدوری کا متن"، "شرح مختصر کرخی"، "تجرید خلافیات" سات (7) جلدوں میں ہے۔ جس میں ابو حنیفہ و شافعی کے مسائل اختلافیہ مع ادلہ فریقین کے بڑے بسط کے ساتھ لکھے ہیں اور کتاب التقریب فی الخلافیات بھی انہیں کی تصنیف ہے۔ اس میں فریقین کے اختیارات و مسائل مستنبطہ کا صرف ذکر کیا ہے اور دلائل سے بحث نہیں ہے۔ ان کو ابوالحسن کرخی کا شاگرد کہنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ کرخی کا انتقال شعبان (۳۴۰ھ) میں ہوا اور قدوری کی ولادت (۳۶۲ھ) میں ہوئی۔ اگر سن وفات وولادت صحیح مانا جائے تو قدوری کرخی کے انتقال کے بائیس (22) سال بعد پیدا ہوئے۔ ہاں بالواسطہ[۲] کرخی کے شاگردوں میں ہوسکتے ہیں۔ فتفکر[۳] قدوری کی وفات رجب (۴۲۸ھ) میں ہوئی۔ قدوری نسبت ہے قدورہ کی طرف جو بغداد میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ یا بیع قدور (ہانڈی) کے سبب سے ان کی یہ نسبت ہے۔ قدوری قاف ودال ضمہ، واو سکون۔

﴿۔۔۔شمس الائمہ حلوانی۔(متوفی: ۴۵۴ھ)۔﴾

امام ابو محمد عبد العزیز بن احمد بن نصر بن صالح بخاری یہ شمس الائمہ حلوانی کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ اپنے زمانے میں رئیس الحنفیہ اور بڑے زبردست فقیہ بہت سے علوم کے ماہر عالم و استاد کامل تھے۔ فقہ انہوں نے ابو علی حسین ابن خضر نسفی سے، انہوں نے امام فضلی سے، انہوں نے استاد سبذمونی سے، انہوں نے ابو حفص صغیر سے، انہوں نے ابو حفص کبیر سے، اورانہوں امام محمد سے پڑھی۔ شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی، بزدوی کے بھائی صدرالاسلام اور شمس الائمہ زرنجری وغیرہم اکابر علماء آپ کی شاگردی کا فخر رکھتے ہیں۔ ان کی وفات کے سن میں اختلاف ہے۔ ذہبی نے (۴۵۴ھ)، سمعانی نے (۴۴۸ھ) اور (۴۴۹ھ) بتلایا ہے۔ شہر کش میں شعبان وفات پائی۔ بخارا کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

---

(۱) ان کا نام ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بغدادی صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ بغداد میں ماہ ذی الحجہ (۴۶۳ھ) میں انتقال ہوا۔

(۲) وہ واسطہ ابو عبد اللہ جرجانی ہیں کہ یہ جصاص رازی کے شاگرد ہیں اور وہ ابوالحسن کرخی کے شاگرد تھے۔ پس قدوری دو(2) واسطے سے کرخی کے شاگرد ہیں۔ ایسا ہی فوائد بہیہ میں قدوری کے ذکر میں ہے۔

(۳) فوائد بہیہ اور عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے کہ کرخی کا انتقال (۳۴۰ھ) میں ہوا اور قدوری کی ولادت (۳۶۲ھ) میں ہوئی اور یہ صحیح ہے اور کرخی کے حال میں لکھا ہے کی کرخی اور ابو عبد اللہ دامغانی اور علی تنوخی وغیرہم کرخی کے شاگرد تھے، پس جو شخص کرخی کے انتقال کے بائیس (22) سال بعد پیدا ہوا ہو وہ کیسے کرخی کا شاگرد ہو سکتا ہے۔

تحقیق لفظ حلوانی: اس لفظ کی تحقیق میں تین (3) قول بیان کیے جاتے ہیں۔

۱) حَلْوَائِيْ (بفتح حائے مہملہ و ہمزہ قبل یاء) ہے۔ ذہبی اور سمعانی کا اسی پر اتفاق ہے۔

۲) حَلْوَانِيْ (بفتح حائے مہملہ و نون قبل یاء) ہے۔ علامہ عبد القادر قرشی جواہر مفیہ فی طبقات حنفیہ والے اسی کے قائل ہیں انہیں کی اتباع کر کے اخی چلپی نے حاشیہ شرح وقایہ معروف بہ چلپی میں کہاہے (انہ نسبة الی حلوان اسم بلد بالعراق وان شمس الائمة منسوب الیھا) مگر اس کو تعلیقات سنیہ میں غلط کہاہے۔

۳) حُلْوَانِيْ بہ ضم حائے مہملہ و نون قبل یاہے۔ صاحب قاموس کا میلان اسی طرف ہے کہ یہ نسبت بیع حلاوہ کی طرف ہے۔ چناچہ قاموس لکھتے ہیں (حلوان بالضم بلدان وقریتان ونسبہ الی الحلاوہ شمس الائمہ عبد العزیز بن احمد الحلوانی ویقال بھمز بدل النون) یعنی حلوان بہ ضم حا دو شہر اور دو گاؤں کے نام ہیں۔ اور شمس الائمہ کی نسبت حلوا کی طرف ہے اور بعضوں نے بجائے نون ہمزہ سے حلوائی کہاہے۔ حاصل یہ کہ اگر حلوانی پڑھا جائے تو دو احتمال سے خالی نہیں۔ یا وہ نسبت حلوان شہر کی طرف ہو گی اور یہی ظاہر ہے جیسا کہ صاحب جواہر مفیہ اور چلپی کا مختار ہے۔ یا وہ نسبت حلوان مصدر بہ معنی بیع حلوا کی طرف ہو جیسا صاحب قاموس کا مقولہ ہے۔ اور اگر حلوائی پڑھا جائے تو بیع حلوا کی طرف نسبت ہو گی۔ سمعانی اور ابن ماکولا وغیرہما کا یہی مختار ہے۔ صاحب ہدایہ کے شاگرد برہان الاسلام زرنوجی نے حلوائی پڑھنے کی صحت پر یہ نقل پیش کی کہ ان کے والد احمد بن نصر حلوا بیچا کرتے تھے اور فقہاء کو حلوا دے کر اپنے بیٹے کے لیے دعا لیا کرتے تھے انہی دعاؤں سے شمس الائمہ ہوگئے۔ ان کی تصانیف میں کتاب مبسوط اور نوادر مشہور ہے۔

﴿۔۔۔علامہ بزدوی۔(متوفی: ۴۸۴ھ)۔﴾

فخر الاسلام ابو الحسن علی بن محمد بزدوی یہ کبار مشائخ حنفیہ میں سے تھے اور اصول و فروع میں مسلم امام مانے جاتے تھے۔ ان کی تصنیف میں ایک مبسوط نام کی کتاب بھی ہے جو گیارہ (11) جلدوں میں ہے۔ اور بھی ایک کتاب اصول فقہ میں اصول بزدوی کے نام سے مشہور ہے اور علاوہ اس کے ان کی تصانیف بہت ہیں۔ جن میں شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر، تفسیر قرآن اور شرح صحیح بخاری وغیرہ ہیں۔ ان کا انتقال ۴۸۴ ہجری میں ہوا اور سمرقند میں مدفون ہیں۔ بزدوی نسبت ہے بزدہ کی طرف جو ایک قلعہ کا نام ہے۔ یہ قلعہ شہر نسف سے چھ (6) فرسخ کی مسافت پر ہے۔ بزدہ (بفتح با وسکون معجمہ وفتح دال)۔

---مفتی الثقلین نسفی۔(۴۶۲-۵۳۷)۔

امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد بن اسمٰعیل نسفی۔ آپ شہر نسف میں (۴۶۲ھ) میں پیدا ہوئے۔
صاحب ہدایہ کے استاد اور صدر الاسلام[1] ابو الیسر بزدوی کے شاگرد اور بڑے زبردست فاضل، اصولی، محدث اور علم فقہ کے مشہور حافظ تھے۔ چاروں مذہبوں کے مسائل پر عبور تھا۔ فقہ اور حدیث میں انکی تصانیف ہیں۔ اور جامع صغیر کو بھی نظم کیا ہے۔ علم فقہ اپنے والد محمد بن احمد سے، انہوں نے ابو العباس جعفر مستغفری سے، انہوں نے ابو علی نسفی سے، انہوں امام فضلی سے، انہوں سبذ مونی سے حاصل کیا۔ ان کی تصانیف سے "التیسیر فی التفسیر" ہے۔ سمرقند میں (۵۳۷ھ) میں ان کا انتقال ہوا۔ نسفی نسبت نسف کی ہے جو بلاد ماوراء النہر میں ایک شہر ہے۔

---شمس الائمہ سرخسی۔(۴۹۰-۴۰۰)۔

امام علامہ فہامہ محمد بن احمد بن ابو سہل سرخسی امام شمس الائمہ حلوانی کے شاگرد اور برہان الائمہ عبد العزیز بن عمر بن مازہ، محمود بن عبد العزیز اوزجندی، رکن الدین مسعود بن حسن اور عثمان بن علی بیکندی کے استاد اور بڑے مستند زبردست عالم تھے۔ یہ (۴۰۰ھ) میں پیدا ہوئے۔ ان کی تصانیف سے شرح سیر کبیر، شرح کتاب العبادات، شرح کتاب الاقرار اور شرح مبسوط وغیرہا ہیں۔ (۴۹۰ھ) میں انتقال ہوا۔ ابن کمال باشا نے ان کو طبقہ مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔ اور آپ نے قید خانے میں سیر کبیر کی شرح بھی لکھی تھی۔ سرخسی نسبت سرخس کی طرف ہے جو ملک خراسان میں ایک پرانے شہر کا نام ہے۔
سرخس اس شہر کا نام اس لیے ہوا کہ جس نے اس شہر کو آباد کیا تھا، اس کا نام سرخس تھا اور یہ شخص اس شہر کے استحکام و تعمیرات میں مصروف اور سکونت پذیر تھا اور یہ شہر اس کی تمنا کے موافق مکمل نہ ہوا اور اسکی وفات ہوگئی۔ بعد میں ذوالقرنین نے اس کی تکمیل کر دی اور یہ شہر اسی کے نام سے مشہور رہ گیا۔ سرخس (بفتح سین وراء وسکون خائے معجمہ)۔
فائدہ: شمس الائمہ کئی فقہاء کے لقب ہیں۔ جن میں (1) شمس الائمہ عبد العزیز حلوانی (2) شمس الائمہ ابو بکر سرخسی (3) شمس الائمہ محمد بن عبد الستار کردی (4) شمس الائمہ محمود اوزجندی (5) شمس الائمہ بکر بن محمد زرنجری وغیرہم ہیں۔

---

(۱) صدر الاسلام ابو الیسر محمد بزدوی فخر الاسلام ابو الحسن بزدوی کے بھائی تھے۔ بعضوں نے فخر الاسلام بزدوی کی کنیت ابو العسر بھی لکھی ہے۔ اغلب یہ ہے کہ تصنیف کی غلطی ہو۔ یہ صدر الاسلام ابو منصور ماتریدی کے شاگرد کے شاگرد تھے۔ یہ حنفیہ کے امام النہر مانے گئے ہیں۔ ان اکا انتقال بخارا میں (۴۹۳ھ) میں ہوا۔

اور یہ لقب سب سے پہلے حلوانی کو ملا۔ شمس الائمہ کردری(1) صاحب ہدایہ کے اور شمس الائمہ زرنجری(2) شمس الائمہ سرخسی کے شاگرد تھے۔

﴾۔۔۔علامہ صدر شہید۔(متوفیٰ:۵۳۶ھ)۔﴿

ابو محمد حسام الدین عمر بن عبد العزیز بن عمر مازہ فروع واصول میں امام معقول ومنقول میں فرد کامل مانے گئے اور بڑے اکابر ائمہ حنیفہ اور اعیان فقہاء سے شمار کے گئے ہیں۔ انہوں نے فقہ اپنے والد برہان الدین کبیر عبد العزیز سے، انہوں نے شمس الائمہ سرخسی سے پڑھی ہے۔ خراسان کے بڑے بڑے فقہاء اور علماء اور فضلاء سے مباحثے اور مناظرے میں غالب رہے۔ صاحب ہدایہ کے استادوں(3) میں انکا شمار کیا جاتا ہے۔ ماوراالنہر میں ان جیسی تعظیم وتوقیر کسی کی نہ تھی۔ بادشاہ وقت اور وزراء وارا کین سلطنت ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کی تصانیف میں فتاویٰ صغریٰ، فتاویٰ کبریٰ، شرح ادب القضاء مؤلف خصاف کتاب الواقعات اور شرح جامع صغیر وغیرہا ہیں۔ صفر (۵۳۶ھ) میں سمرقند میں شہید ہوئے۔

﴾۔۔۔علامہ والوالجی۔(۵۴۰-۴۶۷)۔﴿

ظہر الدین ابو فتح عبد الرشید (۴۶۷ھ) میں شہر ولواج میں پیدا ہوئے۔ والوالج علاقہ بدخشاں میں ایک شہر کا نام ہے۔ بلخ میں جاکر فقہ ابو بکر قزار محمد بن علی اور علی بن حسن برہان بلخی سے پڑھی۔ بعد (۵۴۰ھ) کے والوالج میں فوت ہوئے۔ فتاویٰ ولوالجیہ آپ کی یادگار ہے۔

---

(۱) ان کو محمود بن عبد الستار بھی کہتے تھے۔ ان کا انتقال (۶۴۲ھ) میں ہوا۔ کردری کردر کی طرف نسبت ہے۔ کردر بروزن جعفر ایک گاؤں کا نام ہے۔

(۲) زَرَنْجر (بزائے معجمہ ورائے مہملہ وسکون نون وفتح جیم و در آخر رائے مہملہ) مغرب زرنگر بخارا میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ ان کا انتقال (۵۱۲ھ) میں ہوا۔

(۳) صاحب ہدایہ علی بن ابی بکر مرغینانی نے اپنی معجم شیوخ میں ان کو بھی اپنے استادوں میں گنوایا ہے۔

﴿۔۔۔علامہ قاضی خان۔(متوفی:۵۹۲ھ)۔﴾

امام کبیر علامہ فخر الدین حسن بن منصور اوز جندی تلمیذ ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی ہیں اور رکن الاسلام زاہد صفار سے بھی استفادہ کیا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان آپ کی یادگار ہے، جامع صغیر اور زیادات کی شرحیں بھی آپ نے لکھی ہیں۔ اوزجندی نسبت ہے اوزجند کی طرف جو بلاد فرغانہ[۱] میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ لفظ اوزجند (بفتح زائے معجمہ وفتح جیم وسکون و دال مہملہ) ہے۔ آپ کا انتقال ۱۵ ررمضان شب دوشنبہ کو (۵۹۲ھ) میں ہوا۔ آپ کی تصنیفات میں فتاویٰ قاضی خان، واقعات، امالی، کتاب المحاضر، شرح زیادات، شرح جامع صغیر، شرح ادب القضاء کی شرح جو خصاف کی تصنیف ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ شمس الائمہ سرخسی سے آپ کا سلسلہ تلمذ ملا ہے ظہیر الدین حسن نے برہان الدین کبیر عبد العزیز بن عمر بن مازہ اور محمد بن عبد العزیز سے اور ان دونوں نے شمس الائمہ سرخسی سے، انہوں شمس الائمہ حلوانی سے، انہوں نے ابو علی نسفی سے، انہوں نے امام فضلی سے، انہوں نے سبذمونی سے، انہوں نے ابو عبد اللہ بن ابو حفص صغیر سے انہوں نے ابو حفص کبیر سے، انہوں نے امام محمد سے فقہ پڑھی۔ ابن کمال باشانے آپ کو طبقہ مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔ قاسم بن قطلوبغا نے تصحیح القدوری میں لکھا ہے کہ قاضی خان کی تصحیح غیر کی تصحیح پر مقدم ہے۔

﴿۔۔۔فقیہ برہان الدین صاحب ہدایہ۔(۵۹۳-۵۱۱)۔﴾

امام علامہ فہامہ فقیہ محدث مفسر محقق مدقق زاہد اصولی ادیب شاعر ذہین وفطین ابوالحسن برہان الدین علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل فرغانی حنفیوں کے پیشوا مذہب حنفی کے حامی تھے۔ بروز دوشنبہ بوقت عصر ۸ماہ رجب (۵۱۱ھ) میں آپ کی ولادت ہوئی۔ انہوں نے مفتی الثقلین عمر نسفی اور صدر شہید اور ابو عمر عثمان بیکندی تلمیذ شمس الائمہ سرخسی اور قوام الدین احمد بخاری وغیرہم سے فقہ حاصل کی۔ ابن کمال باشانے آپ کو طبقہ اصحاب ترجیح سے شمار کیا ہے۔ اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ آپ کی شان قاضی خان سے کچھ کم نہ تھی۔ بلکہ آپ اس لائق ہیں کہ آپ کو مجتہد فی المذہب کہیں۔(**کذا فی حدائق الحنفیہ**) ان کے معاصرین[۲] ان کے فضل وکمال کے مقرر اور ان کا لوہا مانے ہوئے تھے۔ ان سے بہت اکابر علماء نے فقہ پڑھی ہے۔

---

(۱) عینی نے کہا ہے کہ فرغانہ اقلیم ماوراء النہر کا نام ہے اور اس میں بہت سے شہر ہیں۔ جن میں اوزجند ہے اور حدائق الحنفیہ میں لکھا ہے کہ اوزجند نواح اصفہان میں فرغانہ کے پاس واقع ہے۔

(۲) مثل امام فخر الدین قاضی خان، محمود بن احمد مولف محیط، زین الدین، ظہیر الدین محمد مؤلف فتاویٰ ظہیریہ وغیرہم ہیں۔

جن میں ان کے دونوں صاحبزادے مولانا جلاالدین محمد اور مولانا نظام الدین استروشی صاحب فصول استروشی کے والدوغیرہم ہیں۔ان کی تصانیف بکثرت ہیں۔جن میں "كتاب المنتقى، نشر المذهب، التنجيس، المزيد، مختار اتالنوازل، كتاب الفرائض، هدايه، مناسک الحج، بدايه، كفاية المنتهى" وغیرہاہیں۔سمرقند میں انتقال (۵۹۳ھ) میں ہوا۔مرغیانی نسبت ہے مرغیان کی طرف جو بلاد فرغانہ میں سے ایک شہر ولایت ماوراء النہر میں واقع ہے جس کے مشرق میں کا شغر اور مغرب میں سمرقند ہے۔

﴿۔۔۔علامہ صدرالشریعہ اول۔(۔۔۔)۔﴾

امام صدر الشریعہ شمس الدین احمد بن جمال الدین عبید اللہ محبوبی بخاری تاج الشریعۃ محمود کے والدہیں۔علم وفضل میں اپنے وقت کے امام محمد ثانی تھے۔انہوں نے اپنے والد جمال الدین سے علم سیکھا،انہوں نے امام زادہ[1] چوغی رکن الاسلام محمد بن ابو بکر واعظ صاحب شرعۃ الاسلام سے پڑھا۔یہ بڑے اصولی اور فقہ میں استاد کامل تھے۔تاج الشریعہ ان کے بیٹے نے فقہ انہیں سے پڑھی۔ان کی تصنیف میں کتاب "تلقيح العقول في الفروق" یادگار ہے۔

﴿۔۔۔علامہ تاج الشریعہ۔(متوفیٰ:۶۷۳ھ)۔﴾

امام محمود بن صدرالشریعہ اول محبوبی بخاری مؤلف وقایہ نے اپنے والد صدر الشریعہ احمد بن عبید اللہ سے علم فقہ حاصل کیاہے۔وقایہ کو ہدایہ سے منتخب کر کے اپنے پوتے صدرالشریعہ ثانی عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ کیلئے حفظ کرنے کی غرض سے تصنیف فرمایاتھا۔انہیں حضرت نے ہدایہ کی شرح "نهاية الكفايه" لکھی۔بعضوں نے تاج الشریعہ کانام عمر بتایا ہے۔جیساکہ قہستانی نے جامع الرموز میں کہاہے کہ وقایہ کے مصنف برہان الشریعہ محمود بن صدرالشریعہ تاج الشریعہ کے بھائی ہیں اور تاج الشریعہ کانام عمر ہے۔صاحب کشف الظنون نے بھی ایساہی کہاہے کی وقایہ امام برہان الشریعہ محمود بن صدرالشریعہ کی تصنیف سے ہے اور وقایہ اپنے ناتی کے لیے لکھی تھی۔ صحیح یہ ہے کہ مصنف وقایہ تاج الشریعہ محمود ہیں اور صدرالشریعہ ثانی عبید اللہ بن مسعود ان کے پوتے ہیں ناتی نہیں، تحقیق کرنے سے یہی ظاہر ہوا لیکن صدر الشریعہ ناتی ہی مشہور ہیں۔تاج الشریعہ کاانتقال (۶۷۳ھ) میں بخارامیں ہوا۔

---

(۱) یہ رکن الاسلام مفتی محمد بن ابو بکر واعظ معروف زادہ چوغی (۵۷۳ھ) علامہ عمادالدین بن شمس الائمہ زرنجری متوفیٰ (۵۸۴ھ) کے شاگرد رشید تھے۔چوغی نسبت ہے چاغ گاؤں کی طرف جو سمرقند میں ہے۔

﴿---علامہ صدرالشریعہ ثانی۔(متوفی:۵۹۲ھ)۔﴾

علامہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ محمود بن صدرالشریعہ اول محبوبی بخاری مؤلف وقایہ ہیں۔یہ بڑے زبردست کامل عالم، فاضل، حافظ قوانین شریعت، حل المشکلات، فروع واصول، واقف رموز ،معقول ومنقول،فقیہ، اصولی، محدث، مفسر، نحوی، لغوی، ادیب، متکلم، منطقی اوراپنے زمانہ میں علوم رسمیہ متعارفہ میں ضرب المثل تھے۔ان کے دادا تاج الشریعہ نے کماحقہ ان کی پرورش اپنے سایہ عاطفت میں کی اور تمام علوم وفنون بھی بکمال شفقت ووفور الفت ان کو پڑھائے۔اپنے دادا تاج الشریعہ کی وقایہ کی ایسی عمدہ مختصر وکارآمد شرح لکھی جو مقبول خلائق ہوگئی اور تمام دنیا میں جہاں اسلام نے اپنا چمکتا ہوا نورانی چہرہ کھلایا خدمت گزاری کو یہ شرح وقایہ بھی وہاں حاضر وموجود ہوتی ہے۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں علماء نے اس سے فیض پایا۔صدر الشریعہ ثانی نے وقایہ کی مختصر بنام نقایہ تصنیف فرمایا مگر خداداد شہرت اور مقبولیت اس کی ایسی نہ ہوئی حالانکہ اس شرح وقایہ اور اس مختصر نقایہ کے ایک ہی مصنف ہیں۔

صدر الشریعہ ثانی نے اصول فقہ میں ایک متن متین بنام تنقیح لکھی اور اس کی شرح بنام توضیح ایسی عمدہ لکھی ہے جو علماء کے درس وتدریس میں داخل ہے۔ جس پر اکابر علماء نے طبع آزمائیاں کی ہیں۔اسی کی شرح تلویح علامہ تفتازانی کی ہے جس پر اکابر اصولیوں کے بہت سے حاشئے ہیں۔ان کی تصنیفات میں ”مقدمات اربعہ،تعدیل العلوم، کتاب الشروط والمحاضر “یادگار ہیں۔ شیخ ابوطاہر [1] اور خواجہ [2] پارسا نے آپ سے فقہ کو حاصل کیا ہے۔وفات (۷۴۷ھ) میں ہوئی۔

﴿---امام زیلعی۔(متوفی:۷۴۳)۔﴾

علامہ فقیہ نحوی ابو محمد فخر الدین عثمان بن علی بن محجن زیلعی قاہرہ میں (۷۰۵ھ) میں تشریف فرماہوکر تدریس وافتاء میں مشغول رہے اور علم فقہ کی خوب اشاعت کی اور خلق اللہ کو آپ کی ذات سے بہت نفع پہنچا۔ آپ نے جامع کبیر کی شرح لکھی ہے۔اور کنزالدقائق کی ایک شرح تبیین الحقائق تصنیف فرمائی اس کی نسبت فوائد بہیہ میں لکھاہے۔کہ یہ شرح معتبر ومقبول ہے اور بحر رائق میں شارح سے یہی زیلعی مراد ہیں۔زیلعی فقیہ کا انتقال (۷۴۳ھ) میں ہوا۔

---

(۱)نام ابوطاہر کا محمد بن حسن بن علی طاہری ہے۔انہوں نے صدرالشریعہ ثانی سے بخارا میں علم فقہ کی تکمیل کر کے (۷۴۵ھ) میں سند فراغت حاصل کی۔

(۲)صاحب فصل الخطاب علامہ محمد ابن محمد بخاری معروف خواجہ پارسا، بخارا میں صدرالشریعہ سے (۷۴۶ھ) میں فقہ پڑھ کر اجازت حاصل کی۔

فائدہ: جمال الدین زیلعی محدث صاحب تخریج احادیث ہدایہ کے نام میں اختلاف ہے یوسف بن عبد اللہ یا عبد اللہ بن یوسف ہے۔ زیلعی محدث فخر الدین زیلعی کے شاگرد اور حافظ زین الدین عراقی کے معاصر و رفیق تھے اور تخریج احادیث میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ "نصب الرایۃ لاحادیث الھدایہ" انہیں کی تصنیف ہے۔ احمد بن حجر عسقلانی نے نصب الرایہ کی تلخیص کر کے "الدرایۃ فی احادیث الھدایہ" نام رکھا۔ زیلعی محدث صاحب تخریج کا انتقال (۷۶۲ھ) میں ہوئی۔

۔۔۔شیخ الاسلام اسبیجابی۔ (۴۵۴-۵۳۵)۔

شیخ الاسلام علی بن محمد اسمٰعیل بن علی بن احمد جو شیخ الاسلام اسبیجابی [1] کے نام سے مشہور ہیں۔ دوشنبہ کے روز ۶ ماہ جمادی الاولی (۴۵۴ھ) میں انکی ولادت ہوئی ان کے زمانے میں مذہب حنفی کا حافظ و ماہر ان کے سوا دوسرا ان کے مرتبے کا نہ تھا۔ اور یہ شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کی تصنیفات میں شرح مختصر طحاوی و مبسوط ہے۔ ان کے شاگردوں میں صاحب ہدایہ بھی ہیں۔ ایک اسبیجابی اور گزرے ہیں جن کا نام قاضی ابو نصر احمد بن منصور ہے اور شارح جامع صغیر بھی وہی ہیں۔ صاحب کشف الظنون اسبیجابی ثانی کی وفات (۴۸۰ھ) بتائی ہے۔ صاحب حدائق الحنفی نے قاضی ابو نصر احمد اسبیجابی کو شارح مختصر طحاوی بتلایا ہے۔ اور ایسا ہی فوائد بہیہ میں بھی ہے۔ اور محمد بن احمد بن یوسف مرغینانی (جمال الدین عبید اللہ محبوبی بخاری کے استاد تھے) کی شہرت بھی اسبیجابی کے ساتھ ہے۔ وفات (۵۳۵ھ) سمرقند میں ہوئی۔

۔۔۔امام بابرتی۔ (۷۱۳-۷۸۹)۔

امام محقق شیخ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود بن احمد بابرتی تقریباً (۷۱۳ھ) میں پیدا ہوئے بابرتی نسبت ہے "بابرتا" کی جو بغداد کے اطراف میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ انہوں نے ابو حبان سے علم حاصل کیا، حدیث دلاصی، ابن عبد الہادی سے پڑھی۔ جامع فنون، عاقل، فاضل قوی النفس و عظیم الحسیت تھے میر سید شریف نے بھی ان سے پڑھا ہے ان کی تصانیف سے تفسیر قرآن، شرح مشارق النوار، شرح مختصر ابن حاجب، شرح عقیدہ طوسی، عنایہ شرح ہدایہ، شرح سراجیہ، شرح الفیہ، شرح منار، شرح تلخیص المعانی، تقریر شرح تحریر اصول بزدوی وغیرہ ہیں۔ وفات (۷۸۹ھ) میں ہوئی اور مصر میں مدفون ہیں۔

---

(۱) اسبیجابی نسبت ہے شہر اسبیجاب کی طرف جو سرحدات ترک سے ہے۔ کذا فی الحدائق و در اسبیجابی منسوب ہے شہر اسبیجاب سے جو تاشقند اور سیرام کے درمیان واقع ہے۔

﴿۔۔۔شیخ الاسلام تمرتاشی۔(۱۰۰۴-۹۳۹)۔﴾

شیخ الاسلام محمد بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم خطیب ابن خلیل تمر تاشی۔ مصنف "تنویر الابصار" ہیں۔ معین المفتی، تحفہ القران، اور اس کی شرح مواہب الرحمٰن، شرح زاد الفقیر مؤلفہ ابن الھمام، شرح وقایہ، شرح وھبانیہ، شرح منار، شرح مختصر منار، شرح کنز اور شرح قطر الندی وغیرہ۔ ان کی تصانیف تیس (30) سے زیدہ ہیں۔ تمر تاشی "تمر تاش" کی طرف نسبت ہے۔ جو خوارزم میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ تمر تاش(بضمتین وسکون رائے مہملہ وتا الف وشین معجمہ) ہے۔ یہ مصنف ابن نجیم مصری کے شاگرد تھے۔ ولادت (۹۳۹ھ) میں اور وفات (۱۰۰۴ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔امام ابن الھمام حنفی (صاحب فتح القدیر)۔(۸۶۱-۷۹۰)۔﴾

امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد سیواسی سکندری کمال الدین (ابن ہمام حنفی کے نام سے مشہور) ہیں۔ بقول سیوطی (۷۹۰ھ) میں پیدا ہوئے یا حدائق الحنفیہ، فوائد بہیہ میں آپ کی پیدائش (۷۸۸ھ) بتائی ہے۔ انہوں نے سراج الدین[۱] قاری ہدایہ اور قاضی محب الدین بن شحنہ سے فقہ پڑھی اور حدیث ابو زرعہ عراقی سے۔ اور ابن الہام کہتے تھے کہ "میں معقولات میں کسی کی تقلید نہیں کرتا" کشف وکرامات میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ نے تجرد اختیار کیا تھا۔ شب روز عبادت خدا میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اس زمانے کے صوفیہ کرام نے آپ کو بہت سمجھایا کہ آپ تنہائی کو ترک کیجئے۔ آپ کے علم کی لوگوں کو بڑی حاجت ہے۔ اور اس گوشہ نشینی کی عبادت سے زیادہ نفع خلق اللہ کی تعلیم وہدایت میں ہے۔ اکثر آپ پر کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ جیسا کہ باکمال سچے صوفی پر کیفیت وحالت طاری ہوتی ہے۔ مگر آپ فی الفور سنبھل جایا کرتے تھے۔ اور لوگوں کے درس وتدریس کے شغل میں مصروف ہو جایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اس کا پتا بھی لوگوں کو نہ لگتا تھا آپ جامع شریعت و طریقت تھے۔ علم اسرار اور علم احکام دونوں علموں میں کامل مکمل شیخ تھے۔ فتح القدیر شرح ھدایہ کی کتاب الوکالہ تک آپ ہی کی تصنیفات سے ہے۔ یہ فتح قدیر بے نظیر ہے اور کتاب التحریر اصول میں بھی ایک کتاب عدیم المثال تالیف ہے۔ جس کی شرح ابن الہام[۲] کے شاگرد ابن امیر حاج[۳] نے لکھی ہے۔ زاد الفقیہ بھی ہے۔

---

(۱) نام ان کا عمر بن علی تھا۔ بماہ ربیع الآخر (۸۴۹ھ) میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ (کذافی التعلیقات السنیہ)۔

(۲) مورخ کفوی رومی نے امام ابو بکر احمد بن علی رازی تلمیذ حسن زیادہ لولوی، ابن کمال باشارومی، مفتی ابو السعود عمادی مفسر رومی کو ابن نجیم مصری صاحب بحر رائق نے ابن الہام کو اصحاب ترجیح سے شمار کیا ہے اور ابن الہام کو صاحب بحر نے کہا ہے کہ وہ رتبہ اجتہاد پر تھے۔ صاحب قدوری، ہدایہ، بزدوی اور قاضی خان بھی اصحاب ترجیح میں سے ہیں۔ اور ان کی قوت راسخہ کم بیش ایک ہی قسم کی تھی۔ اس میں شک نہیں کی ان لوگوں میں زیادہ ممتاز قاضی خاں اور ابن الہام ہیں۔

(۳) ان کا نام شمس الدین محمد بن محمد ہے یہ ابن الہام کے شاگرد رشید تھے اور ان کی وفات (۸۷۹ھ) میں ہوئی۔

سیواسی نسبت ہے شہر سیواس کی طرف جو ملک روم میں واقع ہے۔ آپ کی وفات (۸۶۱ھ) میں قاہرہ میں ہوئی۔

۔۔۔امام حصیری۔(متوفیٰ ۶۳۶ھ)۔

جمال الدین ابو حامد محمود بن احمد بن عبد السید بن عثمان بخاری حصیری حسن بن منصور قاضی خان کے شاگرد تھے اور ان کے والد تاجر تھے۔ یہ شام میں درس دیا کرتے اور وہی کے مفتی بھی تھے۔ ان کی تصانیف میں شرح کبیر، شرح جامع کبیر مختصر، شرح جامع کبیر مطول اور بقول ملا کاتب چلپی کے شرح جامع صغیر بھی ہے۔ حَصِیرِی نسبت ہے بخارا کے ایک محلے کی طرف جہاں حصیر (چٹائی) کا کاروبار ہوتا تھا۔ ان کا انتقال (۶۳۶ھ) میں ہوا۔

۔۔۔ابو حنیفہ اتقانی۔(متوفیٰ ۷۵۸ھ)۔

امیر کاتب بن امیر عمر غازی قوام الدین اتقانی۔ فقہ، لغت، عربیات میں استاد کامل تھے۔ بغداد و دمشق و مصر میں درس دیا ہے۔ آپ کی تصانیف میں غایۃ البیان، شرص ہدایہ، شرح منتخب حسامی وغیرہ ہیں۔ اتقانی نسبت ہے شہر اتقان کی طرف جو بلاد فاراب کے متعلقات میں ہے۔ آپ کی وفات (۷۵۸ھ) میں ہوئی۔

۔۔۔علامہ بدرالدین عینی حنفی۔(۸۵۵-۷۶۲)۔

علامہ محقق فہامہ مدقق قاضی القضاۃ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد عینی حنفی مصر میں قاضی تھے۔ پیدائش ان کی ماہ رمضان المبارک (۷۶۲ھ) میں "عینتا" میں ہوئی اور یہیں نشو و نما پائی۔ جبرئیل بن صالح بغداد سے نحو، اصول، معانی وغیرہ علوم پڑھے اور جمالدین یوسف ملطی، علامہ سیرامی اور زین الدین عراقی وغیرہم سے علوم شرعیہ حاصل کیے۔ ہر فن میں مہارت تامہ اور بڑا دخل رکھتے تھے۔ علوم عربیہ، صرف، معانی اور بیان میں استاد کامل مانے گئے ہیں۔ ان کی حدیث دانی کی کیفیت "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" کے دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ ذہانت کا اندازہ شرح ھدایہ کے ملاحظہ سے دریافت کی جاسکتا ہے۔ فقاہت کا حال شرح معانی الآثار کی شرح دیکھنے سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ تاریخی واقعات کے حالات میں ان کی طبقات الشعراء کو دیکھنا کافی ہے۔ شرح المجمع، شرح درر البحار ان کی تصنیف سے ہے۔ عینی نسبت ہے عینتاب کی طرف یہ نسبت خلاف قیاس ہے۔ ان کی وفات (۸۵۵ھ) میں ہوئی۔

﴿---امام قاسم بن قطلوبغا۔(۸۰۲-۸۷۹)۔﴾

ابو العدل زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی اپنے وقت کے امام فقیہ محدث علامہ جامع علوم وفنون تھے۔ قاہرہ میں (۸۰۲ھ) میں پیدا ہوئے۔ قرآن شریف اور چند کتابوں کے حفظ کرنے کے بعد آپ خیاطت (سلائی) کا کام کیا۔ پھر تحصیل علوم میں مشغول ہوئے۔ علم حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی اور سراج الدین قاری الہدایہ اور ابن الہمام سے حاصل کیا اور دیگر علوم وفنون تاج احمد فرغانی نعمانی قاضی بغداد، عزبن عبد السلام بغدادی اور عبد الطیف کرمانی سے حاصل کیے۔ ابن الہمام سے زیادہ فیض پایا۔ سخاوی شافعی نے قاسم کی تلمذی کی ہے۔ تصانیف آپ کی فقہ وحدیث میں ستر (70) سے زائد ہیں۔ جن میں **شرح مصابیح السنه ،حاشیه فتح المغیث ،حاشیه مشارق الانوار ،منیته الالمعی فی مافات من تخریج احادیث الهدایه للزیلعی، تعلیقات نخبةالفکر ،تخریج احادیث ،تفسیر ابی اللیث ،ترجیع الجواهر النقی ، شرح مجمع البحرین، شرح مختصر المنار ،شرح درالبحار، معجم، حاشیهتفسیر بیضاوی وغیرہ ہیں۔ مناظرہ اور اسکات خصم میں** آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ وفات ربیع الآخر (۸۷۹ھ) میں ہوئی۔

﴿---علامہ خسرورومی (صاحب الغرر)۔(متوفیٰ: ۸۸۵ھ)۔﴾

علامہ فقیہ محمد بن فراموز رومی معقول، منقول میں بحر زخار فروع اور اصول میں یکتائے روزگار تھے۔ علامہ تفتازانی علامہ کے شاگرد برہان الدین حیدر سے علوم وفنون پڑھے۔ فقہ میں ایک متن بنام ''الغرر'' پھر اس کی شرح بنام الدرر اور حاشیہ تلویح و مطول، مرقاۃ الاصول، اس کی شرح مراۃ الاصول وغیرہ آپ ہی کی تصنیف ہیں۔ قسطنطنیہ میں (۸۸۵ھ) میں وفات ہوئی۔

﴿---علامہ حسن چلپی۔(۸۸۶-۸۴۰)۔﴾

علامہ حسن بن شمس الدین محمد چلپی کامل فاضل یہ اخی چلپی سے پہلے گزرے ہیں۔ علوم عقلیہ ونقلیہ ملا علی طوسی اور ملا خسرو سے حاصل کی۔ ان کی تصانیف میں حواشی شرح مواقف، مطول، تلویح، تفسیر بیضاوی، شرح وقایہ وغیرہا پر ہیں۔ ان کی پیدائش (۸۴۰ھ) میں اور وفات (۸۸۶ھ) میں ہوئی۔

﴿---علامہ اخی چلپی۔(متوفیٰ: ۹۰۵ھ)۔﴾

فقیہ یوسف بن جنید توقانی حاشیہ شرح وقایہ بنام ذخیرۃ العقبی کے مصنف ہیں۔ سلطان بایزید خان بن سلطان محمد خان بن مراد خان کے عہد میں (۸۹۱ھ) میں شروع کر کے (۹۰۱ھ) میں ختم کر دیا۔ صاحب فتاویٰ بزازیہ کے شاگرد سید احمد سے انہوں نے فقہ حاصل کی تھی اور سلطان بایزید خان کے استاد مولانا صلاح الدین اور ملا خسرو وغیرہ سے علوم پڑھے۔ یہ حاشیہ معتبر نہیں ہے۔ ان کی وفات (۹۰۵ھ) میں ہوئی۔

﴿---علامہ ابن کمال باشا۔(متوفیٰ:۹۴۰ھ)۔﴾

امام عالم علامہ فہامہ احمد بن سلیمان بن کمال باشا رومی۔ تمام علوم میں پوری نگاہ رکھتے تھے۔ کوئی فن ایسا نہی ہے جس میں ان کی تصنیف نہ ہو شہر قاہرہ میں جب سلطان سلیم خان کے ہمراہ تشریف لائے تھے تو وہاں کے اکابر علماء نے آپ کے فضل وکمال کا اعتراف کیا۔ عربی، فارسی، ترکی، تینوں زبانوں میں یکساں مہارت رکھتے اور تینوں زبانوں میں آپ کی تصنیفات ہیں۔

ممالک روم میں کثرت تصانیف اور وسعت اطلاع اور جلد تصنیف کرنے میں آپ امام جلاالدین سیوطی کی طرح مانے جاتے تھے۔ امام جلاالدین سیوطی بھی ان اوصاف کے ساتھ دیار مصریہ میں مشہور تھے۔ ابن کمال باشا کو مورخ کفوی نے اصحاب ترجیح میں شمار کیاہے۔ اس کے متعلق عینی کے ترجمے کے حاشیہ میں تصریح ہے۔

طبقات تمیمی میں ہے کہ میری رائے میں جلاالدین سیوطی سے زیادہ حسن فہمی اور دقیق النطری تھے اور ابن کمال باشا ہمیشہ دارالسلطنت روم میں مفتی رہے۔ ان کی تصانیف تین سو(300) زیادہ ہیں۔ جن میں تفسیر قرآن ، حاشیہ کشاف ، حاشیہ اوائل بیضاوی ، شرح ھدایہ ، اصلاح ایضاح ۔ فقہ میں تغییر التنقیح اصول میں ، شرح تغییر التنقیح ، تغییر السراجیہ ، شرح تغییر السراجیہ ، تغییر المفتاح ، شرح تغییر المفتاح ، حاشیہ تلویح ، شرح مفتاح ، تاریخ آل عثمان ترکی وغیرہ ہیں۔ اور وفات (۹۴۰ھ) میں ہوئی۔

﴿---علامہ ابن نجیم (صاحب بحرالرائق، اشباۃ والنظائر)۔(متوفیٰ:۹۶۹ھ)۔﴾

علامہ محقق فہامہ مدقق شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم فقیہ حنفی مصری بڑے دقیق النظر محقق یکتائے روزگار تھے۔ یہ حصرت صاحب تنویر الابصار کے استاد تھے اور صاحب در مختار کا سلسلہ تلمذی بواسطہ شیخ عبد النبی خلیلی ان تک پہنچتا ہے۔ انہوں نے بہت سے شیوخ علماء سے علوم پڑھے۔ جن میں شریف الدین بلقینی ، شہاب الدین شلبی ، امین الدین بن عبد العال اور ابو فیض سلمی وغیرہ ہیں۔ اور اپنے استادوں کی حیات ہی میں افتاء وتدریس میں شہرت تامہ پیدا کرلی تھی۔ مرجع ومنبع حقائق سمجھے جاتے تھے۔ طریقت میں بیعت ان کی حضرت عارف باللہ شیخ سلیمان خضیری سے تھے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں دس(10) برس ان کی صحبت میں رہا۔ کوئی بات بری ان سے صادر نہ ہوئی اور میں (۹۵۳ھ) میں ان کے ہمراہ سفرحج میں تھا۔ ان کے خلق عظیم کو(جو اپنے ہمراہیوں اور خادموں کے ساتھ کرتے) دیکھ کر میں متعجب ہوتا تھاباوجود اس کے کہ سفر میں لوگوں کے اطوار وعادات کھل جایا کرتے ہیں(لان السفر یسفر عن اخلاق الرجال) بڑے بڑے علماء ان کے شاگرد تھے۔ جن میں صاحب نھر الفائق عمر بن نجیم فقیہ کہ ان کے بھائی ہیں ان کی تصنیف "بحر الرائق شرح کنز ، اشباہ والنظائر ، شرح منار ، مختصر تحریر ابن الھمام ، حاشیہ ھدایہ آخیرین ، حاشیہ جامع الفصولین ، الفوائد اور فتاویٰ زینیہ "۔ وغیرہاہیں۔ وفات ان کی (۹۶۹ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔علامہ برکلی۔(متوفیٰ:۹۸۱ھ)۔﴾

مولانا محی الدین محمد بن پیر علی برکاتی قصبہ برکل کے باشندہ طریقہ محمدیہ کے مصنف شرح وقایہ کے محشی بڑے دقیق النظر حنفی المذہب عدیم المثل فاضل مصنف کامل تھے۔ آپ کی تصنیفات اور بھی ہیں۔ آپ کا انتقال(۹۸۱ھ) میں ہوا۔

﴿۔۔۔قاضی زادہ۔(متوفیٰ:۹۸۸ھ)۔﴾

مولانا شمس الدین احمد۔ یہ مولانا محمد(چوغی زادہ)اور مولانا سعدی افندی محشی تفسیر بیضاوی کے شاگرد رشید تھے۔ تکملہ فتح القدیر کتاب الوکالہ سے آخر تک انہیں کی تصنیف سے یادگار ہے۔ کہ ابن الہام نے کتاب الوکالہ ہی تک لکھا تھا۔ آپ کی تصانیف سے حاشیہ شرح مفتاح سید شریف، حاشیہ شرح وقایہ اور حاشیہ تجرید ہے۔ آپ کی وفات(۹۸۸ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔علامہ خیرالدین رملی(فتاویٰ خیریہ)۔(۱۰۸۱-۹۹۳)۔﴾

شیخ الحنفیہ خیر الدین بن احمد بن نورالدین علی بن زین الدین بن عبد الوہاب فاروقی رملی۔ سراج الدین خانوتی اور عبد العال کے شاگرد رشید اور صاحب درمختار کے استاد ہیں۔ آپ مفسر، محدث، فقیہ، لغوی، صوفی، نحوی، بیانی، عروضی، منطقی، صاحب فتاویٰ مشہور ہیں۔ آپ کی تصانیف میں فتاویٰ خیریہ ، حاشیہ متح الغفار اور حاشیہ شرح کنز عینی ، حاشیہ اشباہ، حاشیہ بحر الرائق، حاشیہ جامع الفصولین، دیوان شعر وغیرہ رسائل ہیں۔ فی الواقع یہ حاوی مسائل کثیرۂ مفید بے نظیر فتاویٰ ہے۔ آپ کی ولادت(۹۹۳ھ) میں ہوئی۔ رملی نسبت ہے رملہ شہر کی کی طرف جو ملک شام میں واقع ہے۔ آپ کی عمر اٹھاسی(88)برس کے قریب ہوئی۔ اور آپ کی وفات(۱۰۸۱ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔علامہ حموی۔(متوفیٰ:۱۰۶۹ھ)۔﴾

علامہ فہامہ فقیہ سید احمد بن محمد، حسن بن عمار شرنبلالی کے شاگرد رشید محشی اشباہ ہیں۔ آپ کا انتقال(۱۰۶۹ھ) میں ہوا۔

﴿۔۔۔علامہ علاء الدین حصکفی (صاحب در مختار)۔(متوفیٰ:۱۰۸۸ھ)۔﴾

مفتی شام علاء الدین محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبد الرحمٰن صاحب در مختار شاگرد رشید خیر الدین رملی کے ہیں۔ علاء الدین ان کا لقب تھا۔ ان کے والد شیخ علی جامع بنو امیہ کے امام اور مفتی دمشق تھے۔ حصکفی کے نام سے شہرت ہے ان کے استاد خیر الدین رملی نے ان کی سند میں بہت کچھ ان کے فضل و کمال کا اقرار کرکے ان کی مدح میں بہت سے اشعار بھی کہے ہیں۔ ان کی تصانیف میں شرح "تنویر الابصار مسمّی در مختار"، شرح ملتقی الابحر، شرح منار، شرح قطر الندی، مختصر فتاویٰ صوفیہ، حاشیہ صحیح بخاری تیس(30)جلد، حاشیہ تفسیر بیضاوی تا سورۃ اسریٰ، حاشیہ درر وغیرہا ہیں۔ یہ بڑے زبردست عالم فقیہ، محدث، نحوی، فصیح اللسان، مقرر، محرر تھے۔ آپ نے تریسٹھ (63)سال کی عمر پائی۔ اور انتقال (۱۰۸۸ھ) میں ہوا۔ حصکفی (بفتح حائے مہملہ وسکون صاد مہملہ وفتح کاف وکسر فا ویائے نسبت مشدد) در آخر نسبت ہے حصن کیفا کی طرف جو دیار بکر میں ہے۔

قاعدہ: جب ایسے دو اسموں کی طرف نسبت کریں جو ایک دوسرے کی طرف مضاف ہوں تو دو اسموں سے ایک اسم مرکب کرکے اس کی طرف نسبت کریں گے۔ جیسا یہاں کیا گیا۔ اس کی نظیر رسعنی، عبدلی، عبشمی، عبدی، عبقسی وغیرہ ہے۔ رسعنی نسبت راس عین کی طرف اور عبدلی عبد اللہ کی طرف۔ عبشمی نسبت عبد شمس کی طرف اور عبدری نسبت عبد الدار کی طرف اور عبقسی نسبت عبد القیس کی طرف ہے۔

﴿۔۔۔علامہ سید احمد طحطاوی۔(متوفیٰ:۱۲۴۳ھ)۔﴾

علامہ فقیہ محدث محقق سید احمد طحطاوی مصر کے مفتی بھی رہے۔ در مختار کا حاشیہ بڑی تحقیق کے ساتھ لکھا۔ علامہ شامی نے رد المحتار کی تصنیف کے وقت اس کو پیش نظر رکھا اور اس سے بہت استفادہ کیا ہے۔ وفات (۱۲۴۳ھ) میں ہوئی۔

۔۔تبصرہ اقسام مجتہدین پر۔۔

واضح ہو کہ مجتہدین کی تین (۳) قسمیں ہیں۔

(۱) **مجتهد مطلق مستقل:** جس کو مجتہد فی الشرع بھی کہتے ہیں۔جو کسی کا مقلد نہ ہو اور خود ادلہ اربعہ (4) قرآن، حدیث، اجماع و قیاس سے مسائل نکالنے کی قوت اور حدیث کے ضعف، قوت، مراتب، ناسخ و منسوخ کی معرفت اور عربیت میں پوری مہارت اور استعمال لغات و محاورۂ عرب اور عربی سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور اصول و فروع میں بھی کسی کی تقلید نہ کرتا ہو۔

(۲) **مجتهد مطلق منتسب:** جو کسی معین امام مجتہد کی طرف منسوب ہو مگر وہ بسبب شروط اجتہاد کے موجود ہونے کے اس امام کی تقلید نہ مذہب میں نہ دلائل میں کرتا ہو بلکہ قوت اجتہادیہ کے سبب سے وہ خود تقلید سے معذور ہے۔ ہاں طرز اجتہاد میں البتہ اس مجتہد (جس کی طرف وہ منسوب ہے) طریقے کی پیروی کرتا ہے۔

(۳) **مجتهد فی المذهب:** جو کسی امام مستقل کا مذہب میں تابع ہو اور اس کے اصول کو دلائل سے مستحکم کر رکھے اور اپنے امام کے اصول و قواعد کے خلاف نہ کرے۔ اس کا یہ فرض ہے کہ اپنے امام کے مذہب اور اس کے اصول و احکام کے دلائل کو تفصیلاً جانے نیز قیاس کے طریقے سے بھی پورا واقف ہو اور تخریج و استنباط مسائل کر سکے اور اپنے قیاس صحیح سے ان مسائل میں جن میں امام سے کوئی نص نہ ہو۔یعنی غیر منصوص میں منصوص سے احکام اپنے امام کے اصول کے موافق نکال سکے۔ اور اپنے امام کے اصول مسلمہ و قواعد مقررہ کے خلاف نہ کرے۔ پس پہلے (1) درجے کے مجتہد "امام اعظم ابو حنیفہ و امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل ہیں۔ اور دوسرے (2) درجے کے مجتہد امام ابو یوسف و امام محمد و امام زفر وغیرہم اور نووی ، ابن صلاح ، ابن دقیق العید اور تقی الدین سبکی اور ان کے فرزند تاج الدین سبکی وغیرہم تھے اور تیسری صدی کے بعد دوسرے درجے کا مجتہد نہیں ہوا اور تیسرے (3) قسم کے مجتہد حنفیوں میں بہت گزرے ہیں۔ جیسے خصاف، ابو بکر رازی جصاص، ابو جعفر طحاوی، ابوالحسن کرخی، شمس الائمہ حلوانی، شمس الائمہ سرخسی اور حاکم شہید وغیرہم ہیں۔

فائدہ: نافع کبیر نے ابن حجر کا قول نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ابن صلاح نے کہا ہے کہ اجتہاد مطلق تین سو (300) برس سے موقوف ہو گیا ہے۔ اور ابن صلاح کو گزرے ہوئے تین سو (300) برس گزر چکے، تو چھ سو (600) سے اجتہاد مطلق منقطع ہو گیا ہے بلکہ ابن صلاح نے بعض اصولیوں سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام شافعی کے زمانے کے بعد مجتہد مستقل نہ ہوا۔

میزان میں امام شعرانی نے ذکر کیا ہے کہ سیوطی کا قول ہے۔ کہ اجتہاد مطلق کی دو(2) قسمیں ہے۔ پہلی مطلق غیر منتسب جیسے اجتہاد ائمہ اربعہ کا، دوسری مطلق منتسب جیسے اجتہاد ان اکابر تلامذہ کا اور اجتہاد مطلق غیر منتسب کا دعویٰ ائمہ اربعہ کے بعد کسی نے سوائے محمد بن جریر طبری کے نہیں کیا ان کو اس میں کامیابی نہ ہوئی اور علماء نے اس کو تسلیم بھی نہیں کیا۔ اور جو اجتہاد مطلق کا مدعی ہو اس کا مطلب مطلق منتسب تھا جو اپنے امام کے اصول و قواعد کے خلاف نہیں کرتا اور اجتہاد مطلق مستقل کی نفی کرنا کہ منقطع ہو گیا یعنی پھر ایسی قوت کا آدمی پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ بے دلیل بات ہے اس سے اللہ کی قدرت کا انکار لازم آتا ہے۔ بالکل قطعاً اس کا انکار کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس کا امکان تو ضرور قدرت میں ہے لیکن اب تک ویسا نہ ہوا یہ دوسری بات ہے۔

فائدہ: امام احمد بن حنبل کو مجتہد مستقل کہنے میں شک کیا جاتا ہے۔ امام ابو جعفر طبری نے ان کو فقہاء میں شمار ہی نہیں کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ وہ حفاظ حدیث سے تھے تو مجتہد مطلق مستقل یعنی مجتہد فی الشرع کیسے ہو سکتے ہیں۔ مگر جمہور علمائے اہل سنت نے ان کو بھی مجتہد مطلق مانا ہے۔ (کما لا یخفی علی اولی النہی)۔

۔۔تبصرہ طبقات فقہاء رحمۃ اللہ علیہم پر۔۔

نافع کبیر نے لکھا ہے کفوی نے اعلام الاخیار میں فقہائے حنفیہ کو پانچ(5) طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا طبقہ: امام اعظم کے شاگردوں کا ہے جن کو متقدمین کہتے ہیں۔ جیسے امام ابو یوسف، امام محمد اور زفر وغیرہم ہیں کہ یہ لوگ مجتہد فی المذہب تھے کہ ادلہ اربعہ سے موافق امام اعظم کے قواعد و اصول کے احکام نکالتے تھے۔ اگرچہ بعض فروعی مسائل میں ان سے اختلاف کیا ہے لیکن اصول میں ان کے مقلد رہے اس طبقہ کے لوگ اجتہاد کے دوسرے درجہ میں ہیں۔

دوسرا طبقہ: اکابر متاخرین کا ہے جو ان مسائل میں اجتہاد کر سکتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی روایت نہیں ہے۔ مگر اصول و فروع میں اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔ جیسے ابو بکر خصاف، طحاوی، ابو الحسن کرخی، شمس الائمہ حلوانی، شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی، قاضی خان، صاحب ذخیرہ، صاحب محیط برہانی، برہان الدین محمود، صاحب نصاب اور خلاصۃ الفتاویٰ شیخ طاہر احمد ہیں۔

تیسرا طبقہ: اصحاب تخریج کا ہے جن میں اجتہاد کی مطلق قدرت نہیں تھی لیکن وہ لوگ اصول مذہب پر ایسے حاوی تھے کہ ان میں ایسی قدرت ہو گئی تھی کہ وہ قول مجمل کی (جس میں دو وجہ ہوں) تفصیل کر سکتے ہیں، حکم مبہم کی جس میں دو امر کا احتمال ہو، جو امام اعظم اور ان کے تلامذہ سے منقول ہو اس میں یہ تفریق کر سکتے ہیں۔

چوتھا طبقہ: اصحاب ترجیح کا ہے جو محض مقلد ہوتے ہیں اور بعض روایت کو بعض پر ترجیح دے سکتے ہیں اور ایک کو دوسرے پر افضل بتاسکتے ہیں۔(ھذا اولی، ھذا اصح روایہ، ھذا اوضح درایۃ، ھذا بالقیاس، ھذا ارفق بالناس) کہنے کا مادہ رکھتے ہیں۔ جیسے ابوالحسن احمد قدوری اور شیخ الاسلام برہان الدین صاحب ہدایہ وغیرہم ہیں۔

پانچواں طبقہ: ان مقلدوں کا ہے جن کو ایسی قدرت ہے کہ اقویٰ، قوی، ضعیف، مذہب، ظاہر روایت اور روایات نادرہ میں تمیز اور فرق کرسکتے ہیں اور ان کی یہ کیفیت ہے کہ وہ لوگ اپنی کتابوں میں اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ نہیں نقل کرتے اور یہ فقہا کا ادنیٰ طبقہ ہے جیسے شمس الائمہ محمد کردری، جمال الدین حصیری، حافظ الدین نسفی، اسی طرح متون اربعہ والے اور متاخرین علماء میں جیسے مصنف مختار، مصنف وقایہ، مصنف مجمع وغیرہم ہیں۔ اور جو اس درجہ کے نہیں وہ عام ناقص ہیں۔ ان کو اپنے زمانہ کے علماء کی تقلید کرنی چاہیئے۔ ایسوں کو جائز نہیں کہ فتویٰ دیں بطریق حکایت کے اقوال نقل کریں۔

ابن کمال باشارومی نے فقہاء مجتہدین کے سات (7) طبقے بیان کیے ہیں۔

پہلا طبقہ: مجتہد فی الشرع کا ہے جن میں ائمہ اربعہ ہیں یہ کسی کہ مقلد نہیں ہیں اور خود اصول و فروع مقرر کیے اور احکام ادلہ اربعہ (4) یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے نکالتے ہیں۔

دوسرا طبقہ: مجتہد فی المذہب کا ہے جیسے امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر اور ان کے سوا امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ یہ لوگ امام اعظم کے اصول و قواعد کے موافق ادلہ اربعہ سے مسائل و احکام نکالنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے اگرچہ بعض فروعی مسائل میں ان سے اختلاف کیا ہے لیکن اصول میں ان کے مقلد ہیں۔

تیسرا طبقہ: مجتہد فی المسائل کا ہے یعنی اس طبقہ کے لوگ ان مسائل میں، جن میں امام سے کوئی روایت نہیں ملتی، موافق اصول مقررہ و قواعد سے اجتہاد کرکے اس کے احکام نکالتے ہیں اور مسائل منصوصہ سے ان کا حکم نکال لیتے ہیں۔ یہ لوگ اصول و فروع میں اپنے امام کی مخالفت نہیں کرسکتے۔ جیسے خصاف، طحاوی، ابوالحسن کرخی، حلوانی، سرخسی، بزدوی اور قاضی خان وغیرہم ہیں۔

چوتھا طبقہ: مقلدین میں اصحاب تخریج کا ہے جیسے رازی وغیرہ ہیں کہ ان کو اجتہاد کی قدرت نہیں ہوتی لیکن اصول مقررہ پر حاوی ہونے اور ماخذ کے ضبط کرلینے کے سبب سے ایسے قول مجمل (جس میں دو (2) وجہ ہوں) اور ایسے حکم کا جو دو (2) امروں کا احتمال رکھتی ہوں (جو صاحب مذہب یا ان کے اصحاب سے منقول ہوں) اپنی رائے سے اصول پر نظر کرکے اور اس کی فروعی نظیروں میں قیاس کرکے تفصیل کرسکتے ہوں۔

پانچواں طبقہ: مقلدین میں اصحاب ترجیح کا ہے جو بعض روایتوں کو بعض پر ترجیح دے سکتے ہیں۔ جیسے ابوالحسن قدوری، صاحب ہدایہ وغیرہ ہیں۔

چھٹا طبقہ: ان مقلدوں کا ہے جن کو اقویٰ، قوی، ضعیف، ظاہر مذہب، ظاہر روایت نادرہ میں تمیز اور فرق کرنے کی قدرت ہو۔ جیسے متاخرین سے متون اربعہ معتبرہ والے، صاحب کنز، صاحب مختار، صاحب وقایہ، صاحب مجمع وغیرہم ہیں۔

ساتواں طبقہ: مقلدوں کا ہے جن کو اتنی بھی قدرت نہیں ہے۔ بلکہ جو پاتے ہیں اس کو جمع کر ڈالتے ہیں۔ ابن کمال باشا کے اس قول میں کئی شبہات ہیں۔

(۱) انہوں نے خصاف اور طحاوی اور کرخی کے حق میں یہ جو کہا ہے کہ یہ لوگ ابو اعظم کے خلاف اصول و فروع میں نہیں کر سکتے یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان لوگوں نے بہت سے مسائل میں امام کے خلاف کیا ہے۔ اور اصول و فروع میں ان لوگوں کے اختیارات بھی بہت سے امام کے مخالف ہیں۔ قیاس اور علمی قوت سے بہت اقوال ان کے مستنبطہ ہیں۔ جیسا کہ کتب فقہ اور اختلافات کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲) ابو بکر جصاص رازی کا درجہ گھٹا دیا اور یہ کہہ دیا کہ ان میں مطلق اجتہاد کرنے کی قدرت ہی نہیں تھی۔ تتبع کتب پر پوشیدہ نہ رہے گا کہ جن کو انہوں نے مجتہدوں میں شمار کیا ہے جیسے شمس الائمہ وغیرہ۔ وہ سب کے سب ابو بکر جصاص کے عیال ہیں اور ان سے مستفید ہیں۔ ان کی نشو نما دارالعلوم بغداد میں ہوئی اور دوسرے دور دراز ملکوں میں تحصیل علم و کمال کے لیے سفر بھی بہت کیے اور فقہ و حدیث بڑے بڑے علماء و مشائخ سے حاصل کی۔ ان کی شان میں شمس الائمہ حلوانی نے کہا ہے کہ یہ بہت بڑے عالم تھے۔ ہم لوگ ان کی تقلید کرتے اور ان کے قول کو لیتے ہیں۔ یہ شمس الائمہ حلوانی جن کو تیسرے طبقہ میں مجتہد بتلایا ہے اور ان کے بعد والوں کا سلسلہ روایت و تلمذ ابو بکر جصاص رازی تک پہنچتا ہے۔ دیکھئے ابو بکر جصاص رازی کے شاگرد ابو جعفر استروشنی، ان کے شاگرد قاضی حسین نسفی، ان کے شمس الائمہ حلوانی، ان کے سرخسی اور قاضی خان سرخسی کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ پس اس قول کے مان لینے میں تامل کیا جائے۔

(۳) انہوں نے قدوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح میں بتایا ہے اور قاضی خان کو مجتہدوں میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ قدوری شمس الائمہ سے پہلے اور ان سے علم میں کہیں زیادہ ہیں۔ قاضی خان کو ان سے کیا نسبت ہے۔ ہاں قاضی خان البتہ اصحاب ترجیح سے ہیں۔ ان کا ذکر پانچویں طبقہ میں اور قدوری اور صاحب ہدایہ کا ذکر تیسرے طبقہ میں کرنا مناسب تھا کہ صاحب ہدایہ کے فضل اور تقدم کو قاضی خان اور زین الدین عتابی مانے بیٹھے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی شان میں ان لوگوں نے کہا ہے کہ وہ فقہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے ہیں بلکہ اپنے استادوں سے بھی اس فن خاص میں سبقت لے گئے۔ پس اس حال میں انکا درجہ قاضی خان سے کیسے کم ہو سکتا ہے۔ بلکہ قاضی خان سے زیادہ وہی مستحق تھے کہ تیسرے طبقہ میں انہیں کا نام لیا جاتا ہے۔ علامہ شامی نے بھی اس بحث کو ردالمختار میں اچھی طرح بیان کیا ہے۔

﴿۔۔طبقات مسائل۔۔﴾

ضعف و قوت کے اعتبار سے مسائل کے تین (3) طبقے ہیں۔

پہلا طبقہ: مسائل اصول یعنی کتب ظاہر الروایت کا ہے۔ کتب ظاہر الروایت امام محمد کی چھ (۶) کتابوں کو کہتے ہیں۔
(۱) جامع صغیر (۲) جامع کبیر (۳) سیر صغیر (۴) سیر کبیر (۵) مبسوط (۶) زیادات۔

اور حاکم شہید کی المنتقی میں مسائل ظاہر الروایت سے ہیں۔ بعد کتب ستہ امام محمد حاکم کی المنتقی کو اصل مانتے ہیں مگر اس زمانے میں یہ کتاب نایاب ہوگئی ہے۔ اسی طرح حاکم کی کافی بھی مثل کتب اصول کے سمجھی گئی ہے اور اس کی شرح کرخی اسبیجابی نے کی ہے اور اسی طبقہ میں تصنیفات ابو جعفر طحاوی، ابو الحسن کرخی اور حاکم شہید اور قدوری کو بھی شمار کرتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کی تصانیف میں اقوال صاحب مذہب کے اور ان کے فتاویٰ جو بسند متصل ان سے مروی ہیں، موجود ہیں۔ اس لیے ان کو بھی بسبب صحت روایت کے مسائل اصول اور ظاہر الروایت کے ساتھ ملحق کر دیا ہے۔ اسی بنا پر مشہور ہے کہ (ان المتون کا النصوص) یعنی ان لوگوں کے متون اصول کی طرح ہیں اور متون شروح پر اور شروح فتاویٰ پر مقدم ہیں۔ متون سے انہیں حضرات ثقات کے مختصرات مصنفات مراد ہیں اور وہ مختصرات متون جو ان لوگوں کے بعد متاخرین نے جمع کیے ہیں۔ وقایہ، کنز، نقایہ وغیرہا تو یہ اس درجہ میں نہیں ہیں۔ اس لیے ان میں کچھ تغیر و تصرف اور خلط ملط بھی ہوگیا ہے۔

دوسرا طبقہ: مسائل نوادر کا ہے جو ظاہر الروایت کے سوا ہیں یعنی جو روایت کتب ستہ میں تو نہیں ہیں مگر کتب امام محمد میں ہیں جیسے کیسانیات، رقیات، جرجانیات اور ہارونیات کے مسائل و روایات یا امام محمد کی کتاب کے سوا میں ہوں جیسے مجرد حسن بن زیاد میں یا امالی میں ہوں۔ یا روایات متفرقہ میں ہوں جیسے روایات ابن سماعہ وغیرہ ہیں۔ جو امام محمد کے شاگردوں میں تھے۔ ان کے مسائل اصول کے مسائل کے خلاف ہیں تو ان کو غیر ظاہر الروایہ کہتے ہیں اور انہیں نوادر بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ نوادر ابن سماعہ، نوادر ابن ہشام، نوادر ابن رستم وغیرہ مشہور ہوئے۔

تیسرا طبقہ: فتاویٰ کا ہے اور اس کو واقعات بھی کہتے ہیں اور اس میں وہ مسائل ہیں جن کا استنباط ان واقعات میں، جن میں ائمہ ثلاثہ سے کوئی روایت نہ ہو۔ امام محمد کے اصحاب اور شاگردوں کے شاگردوں نے کیا ہے اور اس میں ہر قسم کے مسائل ہوتے ہیں۔ اس کا درجہ دوسرے طبقہ کے درجہ سے کم ہے۔ کیونکہ اس میں متاخرین کے استنباطی مسائل ان واقعات کے جواب میں ہیں کہ جن میں ائمہ ثلاثہ سے کوئی روایت نہیں پائی گئی۔

علامہ شامی نے بھی اس بحث کو مفصل بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسائل حنفیہ کے تین (3) طبقے ہیں۔

اول طبقہ: کے مسائل کو جو اصحاب مذہب ائمہ ثلاثہ (3) سے مروی ہوں مسائل اصول اور ظاہر الروایت کہتے ہیں۔

اورامام زفر، حسن بن زیاد وغیرہما امام اعظم کے شاگردوں کی روایات کو مسائل اصول کے ساتھ ملحق کرتے ہیں۔ لیکن مشہور یہی ہے کہ امام اعظم اور صاحبین کے قول کو ظاہر الروایت کہتے ہیں۔ اور ظاہر الروایت امام محمد کی کتابیں کتب ستہ ہیں۔

دوسرے طبقہ: کے مسائل کو مسائل نوادر کہتے ہیں جو ائمہ ثلاثہ سے مروی تو ہیں مگر کتب ستہ امام محمد میں نہیں ہیں بلکہ امام محمد کی دوسری کتابوں میں پائے جاتے ہوں جیسے کیسانیت وغیرہ۔ یا امالی امام ابو یوسف یا مجرد ابن زیاد میں ہوں۔ یا روایات مفردہ میں ہوں جیسے روایت محمد بن سماعہ اور معلی بن منصور وغیرہما کے چند مسائل معینہ ہیں۔

تیسرے طبقہ: کے مسائل کو واقعات کہتے ہیں جن کو متاخرین مجتہدین نے (یعنی صاحبین کے شاگرد اور ان کے شاگردوں کے تلامذہ) استفسار کے وقت صاحب مذہب سے اس واقعہ خاص میں کوئی روایت نہ پانے کے سبب سے خود اپنے اجتہاد سے مسائل استنباط کیے اور واقعہ خاص کے جوابات دیئے۔ اس طبقہ کے لوگ امام ابو یوسف اور امام محمد کے اصحاب اور ان کے اصحاب کے تلامذہ ہیں۔ اسی طرح یہ سلسلہ بہت چلا ہے اور اس طبقہ میں بہت سے علماء گزرے ہیں۔

صاحبین کے اصحاب میں عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعہ، ابو سلیمان جوزجانی اور ابو حفص بخاری وغیرہم شمار کیے جاتے ہیں۔ اور صاحبین کے اصحاب کے تلامذہ اور شاگردوں میں محمد بن سلمہ، محمد بن مقاتل، نصیر بن یحییٰ اور ابو نصر قاسم بن سلام وغیرہم شمار کیے گئے ہیں اور ان لوگوں نے اصحاب مذہب کی دلائل کے ساتھ کچھ مخالفت بھی کی ہے۔

فائدہ: واقعات اور فتاویٰ میں سب سے پہلے امام الہدیٰ فقیہ ابو اللیث سمرقندی حنفی نے کتاب النوازل تصنیف فرمائی اور اس میں متاخرین مجتہدین یعنی اپنے مشائخ اور استادوں کے فتاویٰ اور اختیارات بھی جمع کیے جیسے محمد بن مقاتل رازی، محمد بن سلمہ اور نصیر بن یحییٰ وغیرہم۔ پھر ان کے بعد کے علماء نے ان کے ایجاد کا تتبع کر کے واقعات کی کتابیں لکھنی شروع کر دیں۔ ناطفی نے کتاب مجموع النوازل، واقعات اور صدر شہید نے کتاب الواقعات لکھیں۔ پھر متاخرین نے بھی اسی طرز پر تصنیف کرنا شروع کیا اور مسائل مختلطہ متفرقہ کو بترتیب حسن جمع کر ڈالا جیسے فتاویٰ قاضی خان اور خلاصہ ہے۔ بعضوں نے مسائل جدا جدا کر کے بالترتیب جمع کیا جیسا کہ محیط رضوی مصنفہ رضی الدین سرخسی میں ہے کہ پہلے اصول کے مسائل پھر نوادر کے مسائل پھر واقعات کے مسائل لکھے اور یہ بہت عمدہ طریقہ ہے۔ یہ ان کے کمال تجر د پر دلالت کرتا ہے۔

فائدہ: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے محققین فقہاء کے نزدیک مسائل کی چار (4) قسمیں ہیں:

(۱) ظاہر مذہب کے مسائل۔ ان کا حکم یہ ہے کہ وہ ہر حال میں قبول کیے جائیں۔

(۲) روایات شاذہ کا حکم یہ ہے کہ جب تک امام اعظم اور صاحبین اصول مقررہ کے موافق نہ ہوں تو تسلیم نہ کیے جائیں۔

(۳) متاخرین کے وہ مسائل مستنبطہ کا حکم یہ ہے کہ جن پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہو ہر حال میں ان سے فتویٰ دیا جائے۔

(۴) وہ مسائل مستنبطہ ہیں کہ جن پر جمہور فقہاء کا اتفاق نہ ہو۔ ان کا یہ حکم ہے کہ مفتی ان کو اصول مقررہ اور کلام سلف صالح سے ملائے۔ اگر ان کے موافق پائے تو تسلیم کرے ورنہ ان کو چھوڑ دے۔

۔۔اصحاب ترجیح۔۔

اس میں قاضی خان اوزجندی ،اسبیجابی ، علی رازی ،قدوری ،صاحب ہدایہ ،ابن ہمام ،ابن کمال باشا اور مفتی ابو اسعود عمادی مفسر وغیر ہم ہیں۔ ان لوگوں میں سے قاضی خان اور ابن ہمام کا بڑا درجہ ہے ،ان کا شمار اصحاب ترجیح میں بھی ہوتا ہے اور مجتہدین فی المسائل میں بھی ان کا نام لیا جاتا ہے۔ ابن ہمام کے شاگرد قاسم بن قطلوبغا نے کہا ہے کہ قاضی خان کی تصحیح دوسروں کی تصحیح پر مقدم ہے کیونکہ وہ فقیہ النفس تھے۔ شامی کے حاشیہ میں ہے کہ کئی بار میں نے کہا ہے کہ ابن ہمام ارباب ترجیح سے ہیں جیسا کہ قضاء بحر میں ہے بلکہ بعض ہم عصر نے کہا ہے کہ ابن ہمام اہل اجتہاد سے اور مجتہد فی المسائل سے ہیں۔

۔۔اصحاب تخریج۔۔

اصحاب تخریج میں کرخی اور ابو بکر جصاص رازی تلمیذ کرخی اور ابو عبد اللہ فقیہ جرجانی تلمیذ ابو بکر رازی اور ابو الحسن احمد قدوری تلمیذ ابو عبد اللہ جرجانی وغیر ہم ہیں اور قدوری کا اصحاب ترجیح میں بھی شمار اور اصحاب تخریج میں بھی ان کا نام ہے۔

۔۔تبصرہ معتبر متونوں پر۔۔

متون سے مراد متون ثلاثہ (3)(وقایہ، مختصر القدوری اور کنز الدقائق)ہیں۔ متاخرین نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔ اور بعض متاخرین کے نزدیک متون اربعہ (4)(وقایہ، مختار، کنز، مجمع البحرین) معتمد ہیں۔ فقہائے متاخرین نے کہا ہے کہ تعارض کے وقت انہیں پر اعتماد کیا جائے۔ کیونکہ ان کے مصنفین بڑے جلیل القدر فقہاء تھے جنہوں نے اس کا التزام کیا ہے۔ کہ اس میں ظاہر الروایت ہی کے اقوال اور مسائل معتمدہ ہوں گے۔ اس کے سوا کچھ نہ درج کیا جائے گا۔ تصحیح التزامی کا یہی معنی ہے اور تصحیح صریح کا بیان آگے آئے گا۔

۔۔تبصرہ متون کے مصنفوں پر۔۔

وقایہ کے مصنف امام تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد ابن عبید اللہ جمال الدین عبادی محبوبی بخاری ہیں جنہوں نے اپنے والد بڑے صدر الشریعہ احمد سے علم حاصل کیا ہے۔ یہ وقایہ کتاب ہدایہ سے منتخب کر کے اپنے چھوٹے پوتے صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود تاج الشریعہ محمود کے لیے تصنیف کی ،صاحب شرح وقایہ عبید اللہ بن مسعود بن محمود تاج الشریعہ نے اپنے دادا سے فقہ پڑھی۔ یہی تاج الشریعہ ہدایہ کے شارح ہیں جنہوں نے علامہ حافظ الدین نسفی کو ہدایہ کی شرح لکھنے سے روک دیا تھا۔

مختصر قدوری کے مصنف ابوالحسن احمد قدوری ہیں آپ بغداد کے باشندے اور بڑے جلیل القدر فقیہ و محدث تھے۔ خطیب بغدادی وغیرہ نے آپ سے حدیث پڑھی ہے۔ بغداد میں ماہ رجب (۴۲۸ھ) میں آپ نے انتقال فرمایا۔

کنزالدقائق کے مصنف امام ابوالبرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن مسعود نسفی کی وفات (۷۱۰ھ) میں ہوئی۔ یہ اپنے زمانے میں اصول و فروع میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے شمس الائمہ کردری سے (جو صاحب ہدایہ کے شاگرد تھے) فقہ پڑھی ہے۔

مختار کے مصنف ابوفضل مجد الدین عبد اللہ بن محمود بن مودود موصلی ہیں یہ مشہور فتاویٰ کے حافظ اور اصول و فروع کے مدرس و عارف، شیخ فقیہ اور اکابر علماء سے تھے۔ موصل میں (۵۹۹ھ) میں پیدا ہوئے اور مختصرات اپنے والد ابوالنشاء محمود سے پڑھی۔ پھر دمشق پہنچ کر جمال الدین حصیری سے اور علوم و فنون حاصل کیے۔ پھر اپنے وطن واپس آکر قاضی کوفہ ہوگئے اور معزول ہو جانے کے بعد بغداد گئے اور وہاں امام اعظم ابوحنیفہ کے مزار میں مقیم ہو کر درس و تدریس میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ (۶۸۳ھ) میں انتقال فرمایا۔ ابتدائے جوانی میں یہی متن فقہ مختار نامی تیار کیا پھر انہوں نے خود ہی اس متن کی شرح بنام اختیار لکھی۔

مجمع البحرین کے مصنف صاحب کنز کے شاگرد مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ساعاتی بعلبکی کی وفات (۶۹۴ھ) میں ہوئی۔ ان کی نشو نما بغداد میں ہوئی۔ ظہیر الدین صاحب فتاویٰ ظہیریہ کے شاگرد تاج الدین علی سے علم کی تکمیل کی۔ ان کے استادوں نے ان کی تعریف میں بہت کچھ مبالغہ کیا ہے۔ یہ علم شریعت میں بڑا ملکہ اور ایسا کمال رکھتے تھے کہ علوم شرعیہ میں یہ اپنے وقت کے امام کہلائے۔

فائدہ: متاخرین علماء کے نزدیک متون سے انہی علماء کے متون مراد ہوں گے اور ان علماء کے پہلے والے علماء کے نزدیک متون سے مختصرات طحاوی، کرخی، جصاص، خصاف اور حاکم وغیرہ مراد ہیں۔

۔۔تبصرہ متقدمین اور متاخرین کا فرق۔۔

فقہاء متقدمین ان لوگوں کو کہتے ہیں کہ جنہوں نے امام اعظم اور صاحبین کا دور پایا اور ان سے فیض حاصل کیا ہو اور جنہوں نے ائمہ ثلاثہ سے فیض نہیں پایا ان کو متاخرین کہتے ہیں۔ اکثر جابجا فقہاء کے استعمال سے یہی معنی سمجھے جاتے ہیں۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ سے امام محمد شیبانی تک متقدمین ہیں اور شمس الائمہ حلوانی سے حافظ الدین بخاری تک متاخرین ہیں۔

اور **ذہبی** کے نزدیک متقدمین اور متاخرین کا حد فاصل تیسری صدی سے شروع ہے۔یعنی تیسری سے پہلے کے لوگ متقدمین اور اس کے بعد کے لوگ متاخرین کہلاتے ہیں۔

فائدہ: فقہاء کی اصطلاح میں امام اعظم سے امام محمد تک سلف ہیں اور امام محمد سے شمس الائمہ حلوانی تک خلف ہیں۔

۔۔تبصرہ مشائخ و اصحاب کا فرق۔۔

فقہاء اکثر بوقت تصحیح فرمایا کرتے ہیں (ھذا قول المشائخ) کبھی (و علیہ عامۃ المشائخ) اور کبھی (عند اصحابنا) تو اس مقام پر فقہاء کی اصطلاح مختلف ہے۔ بعضوں کے نزدیک مشائخ سے وہ فقہاء مراد ہیں جنہوں نے امام اعظم کو نہ پایا ہو اور اسی کو نہر الفائق میں عمر بن نجیم مصری نے اختیار کیا ہے۔ یہ قول علامہ قاسم بن قطلوبغا محدث حنفی سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ اصطلاح ہے کہ جو امام اعظم سے فیض یاب نہ ہوئے ہوں اور امام کو نہ پایا ہو وہی مشائخ ہیں اور بعضوں کے نزدیک مشائخ سے امام اعظم اور صاحبین مراد ہیں۔

چناچہ **علامہ شامی** کا قول ہے کہ "مشائخ سے شارح حصکفی نے یہاں امام اور صاحبین مراد لیا ہے۔" اور اصحاب سے صاحبین مراد ہوں گے لیکن مشہور یہ ہے کہ اصحاب کا اطلاق ائمہ ثلاثہ (امام اعظم اور صاحبین) پر ہوا کرتا ہے اور عامتہ المشائخ سے اکثر مشائخ مراد ہوتے ہیں۔

فتح القدیر کے (باب ادراک الجماعۃ) میں بھی یہی منقول ہے۔

﴿۔۔تبصرہ اصطلاح فقہاء پر۔۔﴾

فقہاء کی اصطلاح میں لفظ شیخین، صاحبین اور طرفین بہت مستعمل ہے۔ جاننا چاہیے کہ
محدثوں کی اصطلاح میں "صاحبین اور شیخین" سے "ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما" مراد ہوتے ہیں۔

فقہاء کی اصطلاح میں:

شیخین "امام اعظم اور امام ابو یوسف" کو کہتے ہیں۔ کہ یہ دونوں امام محمد کے شیخ اور استاد ہیں۔

صاحبین "امام ابو یوسف و امام محمد" کو کہتے ہیں۔ کہ یہ دونوں امام اعظم کے شاگرد و رفیق تھے۔

طرفین "امام اعظم اور امام محمد" کو کہتے ہیں۔

فائدہ:

امام اعظم "ابو حنیفہ" کو امام ثانی "امام ابو یوسف" کو اور امام ربانی "امام محمد" کو کہتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ (3) میں "امام اعظم"، "امام ثانی" اور "امام ربانی" کو کہتے ہیں۔

ائمہ اربعہ (4) میں "امام اعظم"، "امام مالک"، "شافعی" اور "احمد بن حنبل" اصحاب مذہب کو کہتے ہیں۔

﴿۔۔تبصرہ (حسن)۔۔﴾

کتب فقہیہ حنفیہ میں جہاں کہیں مطلق حسن بولیں وہاں اس سے "حسن بن زیاد" شاگرد امام اعظم مراد ہوں گے اور کتب تفسیر میں جب حسن بولیں تو وہاں حسن بصری مراد ہوں گے۔

﴿۔۔تبصرہ (فضلی)۔۔﴾

کتب فقہ میں جہاں مطلق فضلی یا امام فضلی بولا جائے اس سے مراد "ابو بکر محمد بن فضل بخاری" متوفیٰ (۳۸۱ھ) ہوں گے۔

﴿۔۔تبصرہ (شمس الائمہ)۔۔﴾

جہاں شمس الائمہ بلا قید وصفی کے مطلق بولا جائے وہاں "شمس الائمہ سرخسی" مراد ہوں گے اور اس کے علاوہ کسی مقام پر شمس الائمہ کہیں گے تو ضرور مقید ذکر کیے جائیں گے مثلاً: شمس الائمہ حلوانی، شمس الائمہ زرنجری، شمس الائمہ کردری اور شمس الائمہ اوزجندی وغیرہ۔

﴿۔۔تبصرہ (کراہت)۔۔﴾

جب فقہاء کراہت مطلق بولیں تو "کراہت تحریمہ" مراد ہوتی ہے، مگر کراہت تنزیہی پر کوئی نص یا دلیل موجود نہ ہو۔

﴿۔۔ تبصرہ (عندہ اور عنہ)۔۔﴾

لفظ عندہ اور عنہ کا فرق یہ ہے کہ "عندہ" دلالت کرتا ہے کہ یہ قول امام اعظم کا مذہب ہے۔
اور "عنہ" دلالت کرتا ہے کہ یہ قول امام اعظم کا مذہب نہیں ہے بلکہ ان سے یہ روایت ہے۔

فائدہ: جب کوئی حنفی کسی مسئلہ میں (ھذا عندنا) کہے تو اس سے مراد ہوگا کہ یہ قول "امام اعظم اور صاحبین" کا ہے اور جب کہ کسی مسئلہ میں (عند الائمة الثلاثه) کہے تو اس سے "امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل" مراد ہوں گے۔ جیسا کہ مدت حمل کے مسئلہ میں کہا ہے (اکثر مدة الحمل عندنا سنتان و عند الائمة الثلاثه اربع سنین) یعنی حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک دو(2) سال ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چار(4) سال ہے۔ یہاں ائمہ ثلاثہ سے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل مراد ہیں۔

﴿۔۔ تبصرہ (عندھما اور ھذا مذھبہ)۔۔﴾

جب بلا ذکر مرجع فقہاء لفظ عندہ یا ھذا مذھبہ کسی حکم کے بعد بولیں تو اس مرجع سے مراد امام اعظم ہوں گے۔ اسی طرح لفظ عندھما کی ضمیر کا مرجع صاحبین کو قرار دیں گے۔ اور کبھی لفظ عندھما سے امام اعظم و امام ابو یوسف اور کبھی امام اعظم و امام محمد مراد ہوں گے اور جب تیسرے کا ذکر اس حکم کے مخالف میں صریح ہو جیسے کہیں عند محمد کذا و عندھما کذا تو یہاں لفظ عندھما سے "شیخین" مراد ہوں گے اور اگر کہیں یوں بولیں عند ابی یوسف کذا و عندھما کذا تو اس وقت عندھما سے "طرفین" مراد ہوں گے۔

﴿۔۔ تبصرہ قاعدۂ دفع تعارض پر۔۔﴾

جب متون، شرح اور فتاویٰ میں تعارض ہو تو اعتبار متون کا کیا جائے گا کہ ان میں رطب و یابس نہیں ہوتا بلکہ اصول اور ظاہر روایت کے موافق مسائل لکھنے کا ان کے مصنفین نے اپنے پر التزام کر لیا ہے۔ اور اعلیٰ طبقے کو ادنی پر ترجیح ہوگی اور یہ ظاہر ہے کہ متون کا درجہ شروح کے مرتبہ سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ پھر شروح معتبرہ کو فتاویٰ پر ترجیح ہوگی مگر جب تصحیح صریح متون میں نہ ہو اور شروح اور فتاویٰ میں ہو تو اس وقت البتہ ادنیٰ اعلیٰ پر مقدم اور مرجح کیا جائے گا اور مفضول افضل ہو جائے گا۔ علماء نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ مضمون متون مضمون شروح پر مقدم کیا جائے گا۔ اسی طرح مطالب شروح معانی فتاویٰ پر مرجح ہوگا۔ یہ اس وقت ہے جبکہ دونوں مضمون کی بالتصریح تصحیح موجود ہو یا سرے سے مطلق تصحیح ہی نہ ہو لیکن کوئی

مسئلہ متون میں ہو اور اس کی صریح تصحیح نہ کی گئی ہو بلکہ اس کے مقابل میں تصحیح پائی جائے تو اس کے مقابل کو اس پر ترجیح ہو گی اس واسطے کہ تصریح صریح کے مقابل میں تصحیح التزامی مقدم نہ کی جائے گی اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ تصحیح صریح تصحیح التزامی پر مقدم کی جاتی ہے۔ یعنی متون کی تصحیح التزامی ہے کہ مصنفین نے اپنے اوپر اس کا التزام کر لیا ہے۔ کہ ظاہر روایت کے موافق اصح اقوال ہی جمع کریں گے اور شروع و فتاویٰ میں اس شرط کا الزام نہیں کیا گیا۔ بلکہ ضرورتوں کے لحاظ سے ہر قسم کی روایات اس میں مندرج رہا کرتی ہیں۔

۔۔ تبصرہ مفتی کے آداب ۔۔

واضح ہو کہ اس تبصرہ میں کئی فوائد ہیں جن کی نگہداشت فتویٰ لکھنے والوں کو بہت ضروری ہے۔

فائدہ(۱): مفتی کو لازم ہے کہ فتویٰ امام اعظم ہی کے قول پر دیا کرے کہ اس میں ہر صورت سے اطمینان اور احتیاط ہے۔ فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ فتویٰ علی الاطلاق امام اعظم کے قول پر ہو گا۔ پھر ابو یوسف کے، پھر امام محمد کے، پھر امام زفر کے، پھر حسن بن زیادہ کے قول پر ہو گا۔ اور بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جب امام اعظم کی رائے کسی مسئلہ میں ایک جانب ہو اور اس کے خلاف ابو یوسف اور امام محمد کی رائے ہو تو مفتی کو اختیار ہے جس پر چاہے فتویٰ دے اور اول اصح ہے جبکہ مفتی مجتہد نہ ہو یعنی امام اعظم کے قول پر فتویٰ دینا اس کو لازم ہے۔ اگر ایسے موقع پر صاحبین کے قول پر فتویٰ دے گا تو حقیقت میں وہ بھی امام ہی کا قول مانا جائے گا۔ ہاں اتنا ہے کہ وہ سابق کے قول اور پہلے کی رائے کے موافق ہو اور صاحبین کا قول گویا امام ہی کا قول ہے جیسا کہ صاحبین نے کہا ہے کہ ہم لوگ کسی مسئلہ میں کچھ نہیں کہتے جب تک امام سے اس میں روایت نہیں پہنچتی۔

فائدہ(۲): جب امام سے کوئی روایت کسی مسئلہ میں نہ پائی جائے اس وقت امام قاضی ابو یوسف کا قول معتبر مانا جائے گا اور ان سے روایت نہ ہو تو امام محمد کا قول، پھر امام زفر کا قول، پھر حسن بن زیاد کا قول قابل سند اور معتبر ہو گا۔ پس مفتی کو اس ترتیب پر نگاہ رکھنا لازمی ہے۔

فائدہ(۳): جب ایک مسئلہ میں کئی اقوال ہوں اور مفتی مجتہد ہو تو جس کے قول کی دلیل اقویٰ دیکھے اسی کے قول کے موافق فتویٰ دے ورنہ بالترتیب سابق فتویٰ دے۔ یعنی امام کا قول مقدم ہو گا، پھر ثانی، پھر ثالث کا۔ اسی طرح جب امام سے ایک مسئلے میں کئی روایات ہوں اور وہاں دوسرے اصحاب کا قول نہ ملے تو جس قول کی دلیل اقویٰ ہو اسی پر عمل کیا جائے گا۔

فائدہ(۴): جب کسی حادثہ میں اول طبقہ کے لوگوں سے کسی کے قول سے حادثہ کا جواب معلوم نہ ہو اور مشائخ متاخرین کا کوئی قول ملے تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ پھر اگر متاخرین فقہاء کا بھی اس میں اختلاف ہو، تو جس پر اکابر فقہاء ہوں (اور وہ کبار مشاہرین کے معتمد علیہ ہو جیسے ابو حفص کبیر، امام فضلی، خصاف ابو اللیث اور طحاوی و غیر ہم ہیں) اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اور جب ان لوگوں سے بھی اس کے جواب میں کوئی قول نہ ہو تو مفتی تامل اور تدبر اور اجتہاد کی نظر سے کام لے گا اور تلاش کرتا رہے گا تاکہ اس کے جواب کے واسطے کوئی ایسی صورت پائے جس سے وہ اپنے فرض منصبی کو ادا کر سکے۔ اور اس کو آسان سمجھ کر بے ہودہ کلام اس میں نہ کرے اور وہ اللہ عزوجل سے ڈرے کہ یہ بڑا بھاری کام ہے۔ اس پر سوائے جاہل بدبخت کے کوئی جسارت و ہمت نہیں کرتا اور اس کا خیال رکھے کہ یہ معاملہ بيني وبين اللہ ہے۔

فائدہ(۵): علماء نے اس کو مسلم کر لیا ہے کہ "عبادت میں مطلقاً امام اعظم ہی کے قول پر فویٰ ہو گا" جب تک امام اعظم سے کوئی روایت مخالف کے موافق نہ ہو اور "امام محمد کے قول پر مسائل ذوی الارحام میں فتویٰ ہو گا" اور "امام ابو یوسف کے قول پر قضاء اور شہادت کے مسائل میں فتویٰ ہو گا" اور "امام زفر کے قول پر صرف سترہ (17) مسئلے میں فتویٰ ہو گا" جو بجائے خود مصرح ہیں یہ جب ہو گا کہ متون میں تصحیح مسائل نہ ہو۔ ورنہ متون کے موافق فتویٰ ہو گا کیونکہ وہ متواتر ہو گئے ہیں۔ اور اس پر وثوق زیادہ ہے۔

فائدہ(۶): اب اس زمانے میں مفتی کا وجود مفقود ہے۔ فتح القدیر میں اس بات کو ظاہر کر دیا ہے کہ "مفتی مجتہد کو کہتے ہیں اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال کو حفظ رکھتا ہے تو وہ مفتی نہیں ہے۔ اس پر واجب ہے کہ جب اس سے سوال کیا جائے تو مجتہد امام کا قول بطور حکایت کے ذکر کر دے۔" مگر اس زمانے میں جو لوگ اقوال صاحب مذہب کے نقل کر دیتے ہیں۔ ان کو مفتی کہتے ہیں۔ تو ان کو مفتی کہنا حقیقتاً نہیں ہے بلکہ یہ کہنا مجازاً ہے۔

فائدہ(۷): مفتی کو ضروری ہے کہ جس کے قول کے موافق فتویٰ دیتا ہے اس کا حال خوب جانے۔ فقط نام و نسب کا جاننا کافی نہیں ہے بلکہ اس کی روایت کا حال، اس کے درایت کا درجہ اور اس کے طبقہ کو بھی پورے طور پر جانے کہ یہ کس طبقہ کا شخص ہے تاکہ اس کو اچھی طرح دو (2) مخالف قولوں میں ترجیح دینے کا موقع ملے۔ اور دو (2) مخالف قائل کے کلام کے درجہ و مرتبہ کو تمیز کر سکے اور یہ مفتیوں کا اعلیٰ درجہ ہے۔

۔۔تبصرہ (اقوال مہجورہ، مصلحت)۔۔

جامع المضمرات میں ہے کہ "مفتی کو حلال نہیں کہ وہ اپنے فائدہ کی غرض سے اقوال مہجورہ سے فتویٰ دے" اور اشباہ کی کتاب القضاء میں ہے کہ "مفتی مصلحت دیکھ کر فتویٰ دے گا"۔ سید احمد حموی نے اپنے حاشیہ میں اس پر یہ لکھا ہے کہ "مفتی سے ان کی مراد شاید مجتہد ہے "تو یہ بات اسی کے لیے کہی گئی ہے اور مقلد کا تو یہ حکم ہے کہ وہ فتویٰ صحیح روایت کے موافق دے گا۔ چاہے اس میں مستفتی کی مصلحت کے موافق حکم ہو یا نہ ہو اور اشباہ میں جو مفتی کا حکم بیان کیا ہے تو اس سے مقلد مراد لینا بھی جائز ہے۔ اس صورت میں کہ جب مسئلہ میں دو(2) قول صحیح ہوں ایسی حالت میں وہ مفتی مقلد مخیر بالفتویٰ ہے یعنی اس کو مصلحت دیکھ کر فتویٰ دینے کا اختیار ہے۔

۔۔تبصرہ (ہر مسئلہ کا جواب دینا؟)۔۔

فقیہ پر واجب نہیں ہے کہ ہر مسئلہ کا جواب دے۔ مگر یہ اس وقت واجب ہو تا ہے کہ جب جان لے کہ میرے سوا اس مسئلہ کا جواب کوئی اس کو نہ دے سکے گا۔ پس ایسی حالت میں فتویٰ دینا اور تعلیم علوم کرنا فرض کفایہ ہو جاتا ہے۔

فائدہ: اکثر امام اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مسئلہ کا جواب دینے میں ایک (1) برس رکے رہتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ خطا کرنا سمجھنے کے بعد بہتر ہے اس سے کہ بے سمجھے بوجھے ٹھیک کہے۔ سنن سعید بن منصور، دارمی اور بیہقی میں ابن مسعود کا قول مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا(من افتنی الناس فی کل ما یستفونہ فھو مجنون) یعنی جو ہر مسئلہ میں لوگوں کو فتویٰ دے تو وہ پاگل ہے۔ سنن بیہقی میں ابن عباس کا قول بھی ایسا ہی ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ سراجیہ اور تنقیح حامدیہ میں بھی ہے۔

۔۔تبصرہ (کتب معتبرہ)۔۔

مفتی پر واجب ہے کہ فتویٰ نقل کرتے وقت کتب معتبرہ کی طرف رجوع کرے اور ہر کتاب پر اعتماد نہ کرے خاص کر فتاویٰ کی کتاب پر کہ وہ ایک بڑے وسیع میدان کی طرح ہے کہ ہر قسم کے مسائل اس میں ہوا کرتے ہیں مگر اس کا اعتبار جب ہو گا کہ اس کے مصنف کا حال اور اس کی علمی کیفیت اور جلالت قدر معلوم ہو۔ اگر کسی کتاب میں کوئی ایسا مسئلہ ملے کہ کتب معتبرہ میں اس کا وجود نہ ہو تو واجب ہے کہ اس کو کتب معتبرہ میں خوب ڈھونڈے۔ اگر مراجعت تامہ اور تحقیق کثیر کے بعد اس میں مل جائے تو خیر ورنہ اس کے موافق فتویٰ دینے میں کبھی جرأت اور ہمت نہ کرے۔

اسی طرح کتب مختصرہ معتبرہ سے اس کے حواشی و شروح کی استعانت کے فتویٰ دینے کی ہمت نہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا اختصار غلطی میں ڈال دے اور نفس مسئلہ کی صورت سمجھنے میں دھوکا ہو۔

﴿۔۔ تبصرہ (مفتی بہ)۔۔﴾

مفتی کولازم ہے کہ اقوال مفتی بہ کی علامات کو یادر کھے اور علامات مفتی بہ یہ ہیں۔

(۱)وعليه الفتوى(۲)وبه يفتى (۳)وبه ناخذ(۴)وعليه الاعتماد (۵) وعليه عمل اليوم (۶)وعليه عمل الامة (۷)وهو الصحيح(۸)وهو الاصح(۹)وهو الاظهر(۱۰)وهو الاشبه(۱۱)وهو الاوجه(۱۲)وهو المختار (۱۳)وهو المتعارف(۱۴)وبه العرف(۱۵)وبه اخذ علماونا۔

﴿۔۔ تبصرہ فقہاء کے الفاظ مستعملہ پر۔۔﴾

کبھی لفظ "یجوز" کا اطلاق بمعنی "یصح" اور کبھی بمعنی "یحل" ہوتا ہے۔اسی وجہ سے فقہاء مکروہ نماز پر "جاز ذلک" اور "صح ذلک" بولا کرتے ہیں۔اور اس سے مراد ان کی نفس صحت ہوتی ہے جو بطلان کا مقابل ہے۔وہاں اباحت اور عدم کراہت مراد نہیں ہوتی۔اسی خیال سے شارح اور محشی لوگ لفظ "جاز" اور "صح" کی تصریح اس طرح کر دیا کرتے ہیں۔"صح" (ای مع الکراھة) یابلفظ (بغیر الکراھة) پس جواز جب مطلق بلا قید کے مذکور ہو تو کبھی اس سے غیر ممنوع بمعنی عام مراد لیا جاتا ہے کہ مباح، مکروہ، مندوب اور واجب سب کو شامل ہوتا ہے۔

﴿۔۔ تبصرہ (قالوا)۔۔﴾

لفظ "قالوا" کا استعمال فقہاء اس مقام پر کرتے ہیں جہاں مسئلہ میں مشائخ کا اختلاف ہو۔علامہ تفتازانی نے حاشیہ کشاف میں "حتی یتبین لکم الخیط الابیض" کے تحت لکھا ہے کہ لفظ "قالوا" میں اشارہ اس طرف ہے کہ "مقولہ" قول ضعیف ہے۔یعنی جو انہوں نے کہا ہے، ضعیف ہے لیکن فقہاء کے عرف میں وہی مشہور ہے جو پہلے لکھا گیا ہے۔

﴿۔۔ تبصرہ (قیل)۔۔﴾

"قیل" کے ساتھ بہت سے مسئلہ کا حکم بیان کیا جاتا ہے اور شارح و محشیوں کی عادت ہے کہ اس کے نیچے یہ لکھ دیا کرتے ہیں کہ اشارہ ضعف کی طرف ہے یعنی جو کہا گیا ہے یہ ضعیف قول ہے تو اس امر کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کتاب لکھنے والے نے اس کا التزام کر لیا ہو کہ جو مرجوح نقل کیا جائے گا، وہ اسی صیغہ "قیل" کے ساتھ لکھا جائے گا اور یہ ضعیف کی طرف اشارہ کرے گا تو یہ "قیل" ضعف کے واسطے تسلیم کیا جائے گا اور اس "قیل" کے مقولہ کو ضعیف ہی تصور کریں گے جیسا کہ کتاب ملتقی الابحر کے مصنف نے اس کا التزام کیا ہے اور کتاب مذکور کے دیباچہ میں ظاہر بھی کر دیا ہے کہ "قیل" اور "قالوا" سے، میں مرجوح قول کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

علامہ حسن شرنبلالی نے کہاہے کہ ”صیغۃ قیل لیس کل ما دخلت علیہ یکون ضعیفاً“یعنی یہ بات نہیں ہے کہ جس پر صیغہ ”قیل“ہو وہ ضعیف ہی ہو۔ پس یہ مشہور ہے کہ ”قیل“ اور ”یقال“ وغیرہما صیغہ تمریض ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ صیغہ اس واسطے موضوع اور جہاں صیغہ تمریض مستعمل ہو گا وہاں ضعف ہی کی طرف اشارہ ہو گا بلکہ ایسا اس وقت خیال کیا جائے گا کہ جب قائل اس کا التزام بھی اپنے اوپر کرلے کہ جہاں میں ”قیل“ کہوں وہاں تمریضی صیغہ ہو گا اور اس سے ضعف اور مرجوح کی طرف اشارہ سمجھنا یاسیاق وسباق اور مقام کے قرینے سے ظاہر ہو کہ مقولہ ”قیل“ مرجوح وضعیف ہے۔

۔۔ تبصرہ (ینبغی، لاینبغی) ۔۔

لفظ ”ینبغی“ متاخرین فقہاء کے نزدیک مستحب کے محل میں اور لفظ ”لاینبغی“ کا استعمال مکروہ تنزیہی کی جگہ مشہور ہے۔ اگرچہ متقدمین فقہاء کے عرف میں اس کا استعمال ”اعم“ ہے اور ایسا قرآن میں جابجا ہے مثلاً (ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من دونک من اولیاء)، (وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ)، (وما ینبغی للرحمن ان یتخذ ولدا)۔

مصباح المنیر کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی اس کے معنی ”یجب“ کے ہوتے ہیں اور کبھی ”یندب“ کے، جیسا موقع ہو گا ویسا استعمال کیا جائے گا اور **علامہ شامی** نے کہاہے کہ فقہاء نے لفظ ”ینبغی“ سے وجوب مراد لیاہے باوجود اس کے کہ غیر وجوب میں استعمال ہوتا ہے۔

۔۔ تبصرہ (لا بأس) ۔۔

لفظ ”لا بأس“ کا استعمال ترک اولیٰ کے واسطے مطرد نہیں ہے بلکہ مندوب میں بھی یہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ”لا بأس“ اس پر دلیل اس کا غیر مستحب ہے۔ یعنی مدخول علیہ ”لا بأس“ مستحب نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ”بأس“ کے معنی شدت ہے اور مندوب میں لفظ ”لا بأس“ کا جو استعمال ہوتا ہے تو یہ وہیں ہو گا جہاں ”بأس“ اور شدت کا توہم ہو مثلاً وضو موجود رہنے پر پھر دوبارہ وضو کرے تو یہ فعل مستحب ہے اور (وانہ نور علی نور) آیا ہے۔ یہاں (الوضوء علی الوضوء لا بأس بہ) تو مطلب اس کا یہ ہو گا کہ یہ مستحب ہے مکروہ نہیں۔ اگرچہ اس کا زیادہ استعمال ترک اولیٰ کے محل پر ہوتا ہے لیکن مندوب و مستحب میں بھی کبھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح فقہاء کہتے ہیں (لا بأس بتکبیر التشریق عقب العید) تو یہاں اس سے استحباب مراد ہے۔ یعنی یہ فعل مستحب ہے اس واسطے کہ مسلمانوں کا اس پر توارث اور تعامل ہے یعنی علماء وفقہا کا ہمیشہ اس پر عمل در آمد ہے تو ان کی اتباع و پیروی واجب ہے۔ تنویر الابصار، در مختار، بحر رائق، ردالمحتار کے مضمون کا خلاصہ یہی ہے۔

۔۔ تبصرہ (تین قسم کی کتابوں سے فتویٰ دینا جائز نہیں)۔۔

جیسا کہ علامہ شامی نے شرح اشباہ سے نقل کیا ہے۔

(۱) کتب مختصرہ سے چاہے وہ معتبر ہوں یا نہ ہوں۔ محض اختصار کی وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ اختصار مخل ہو سکتا ہے۔ بعض مقام پر بغیر شرح اور حاشیہ دیکھے مطلب سمجھا نہیں آتا۔ جب بخوبی اصلی مطلب اور نفس مسئلہ کو عبارت کتاب سے سمجھے گا تو غلطی کرنے کا احتمال قوی ہے۔ کتب مختصرہ کی مثال: نہر، شرح کنز عینی کی، در مختار، شرح تنویر الابصار اور اشباہ وغیرہ ہے۔

(۲) ان کتابوں سے جن کے مصنف کا حال خوب معلوم نہ ہو کہ بڑا معتمد علیہ فقیہ تھا یا معمولی فقیہ رطب و یابس کا جامع تھا جیسے "شرح کنز" ملا مسکین کی ہے کہ ملا مسکین کا حال مجہول ہے اور "جامع الرموز نقایہ" کی شرح جو قہستانی کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں رطب و یابس بھرا ہوا ہے اور یہ معتمد فقیہ بھی نہ تھے۔

(۳) ان کتابوں سے جن میں اقوال ضعیفہ اور مسائل شاذہ، غیر معتبر کتابوں سے منقول ہوں جیسے زاہدی غزمینی معتزلی کی "قنیہ" اور "حاوی" ہے۔ پس ان کتابوں سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے جب تک کہ منقول عنہ اور ماخذ کا پتہ نہ ہو۔

۔۔ تبصرہ (جامع الرموز کا حال)۔۔

کتاب جامع الرموز کے مصنف شمس الدین محمد قہستانی کو بسبب رطب و یابس مسائل کے جمع ہونے اور مصنف کا حال اچھی طرح معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کتب غیر معتبرہ میں شمار کیا ہے۔ یہاں تک کہ مولانا عصام الدین نے قہستانی کے حق میں صاف صاف کہا ہے کہ وہ فقہ وغیرہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ شیخ الاسلام ہروی کے زمانے میں کتابوں کا دلال تھا اور وہ حاطب لیل ہے۔ جو صحیح ضعیف سب کچھ جمع کر دیتا ہے اور یہ عارضہ رافضیوں کی طرح ہے۔ یہ مضمون کشف الظنون وغیرہ میں ہے۔

۔۔ تبصرہ (قنیہ کا حال)۔۔

"قنیہ" کو کتب غیر معتبرہ میں شمار کیا ہے۔ اس کے مصنف کا نام ابو الرجاء مختار بن محمود زاہدی غزمینی معتزلی ہے۔ چونکہ اس میں روایات ضعیفہ اور مسائل شاذہ ہیں۔ نیز غیر معتبر کتابوں سے اس میں منقول ہے لہٰذا علماء نے اس کو بھی غیر معتبر بتایا ہے۔ یہاں تک کہ مولانا برکلی رومی نے "قنیہ" کے بارے میں کہا ہے کہ اس کا درجہ کتب غیر معتبرہ سے اوپر ہے اور بعض عالموں نے اپنی کتابوں میں اس سے نقل کیا ہے لیکن یہ قنیہ علماء کے نزدیک ضعف روایت کے ساتھ مشہور ہے اور اس کا مصنف معتزلی تھا اور علامہ طحطاوی نے حاشیہ در مختار کے باب "مایفسد الصوم" میں لکھا ہے کہ جو "قنیہ" میں یہ لکھا ہے (دسویں محرم عاشورا کے روز سرمہ نہ لگانا واجب ہے) اس پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ قنیہ حنفی فقہ کی معتبر کتابوں سے نہیں ہے۔

اور فتاویٰ تنقیح حامدیہ (عابدین شامی) کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ زاہدی مصنف حاوی وقنیہ کا قول جب کسی فقیہ کے مخالف ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے اور یہ قول علامہ ابن وہبان کا ہے۔ ایسا ہی کشف الظنون اور نافع کبیر وغیر ہما میں بھی ہے۔ اور واضح ہو کہ فتاویٰ تنقیح حامدیہ کے مصنف علامہ محمد امین مشہور بابن عابدین شامی متوفیٰ (۱۲۵۲ھ) ہیں۔

۔۔ فہرست کتب غیر معتبرہ جن سے فتویٰ دینا منع کیا گیا۔۔

یہاں کتب غیر معتبرہ کی ایک فہرست ہے جن سے فتویٰ دینا منع کیا گیا ہے اور ہر غیر معتبر کتاب کے مقابل اسی سطر میں اس مصنف کا نام اور مانعین علماء کا نام بھی درج کر دیا ہے تا کہ فتویٰ نویس لوگ تامل کے بعد فتویٰ نقل کریں اور دھوکا نہ کھائیں۔

فہرست کتب غیر معتبرہ			
ش	کتاب کانام	نام مصنف کتاب	نام علماء مانعین
۱	قنیہ	ابوالرجانجم الدین مختار بن محمود زاہدی معتزلی	ابن وہبان، برکلی، شامی، طحطاوی
۲	حاوی	ابوالرجانجم الدین مختار بن محمود زاہدی معتزلی	ابن عابدین شامی
۳	جامع الرموز	شمس الدین محمد خراسانی قہستانی	مولانا عصام الدین
۴	السراج الوہاج	ابو بکر بن علی بن محمد حدادی	مولانا برکلی
۵	مشتمل الاحکام	فخر الدین رومی	مولانا برکلی
۶	کنز العباد	علی بن احمد غوری	جمال الدین مرشدی ملا علی قاری
۷	مطالب المومنین	بدالدین بن تاج بن عبد الرحیم لاہوری	ابن عابدین شامی
۸	خزانۃ الروایات	قاضی بکن حنفی ساکن قصبہ کن ضلع گجرات	ابن عابدین شامی
۹	شرعۃ الاسلام	رکن الاسلام امام زادہ محمد بن ابو بکر چوغی	ابن عابدین شامی
۱۰	الفتاویٰ الصوفیہ	فضل اللہ محمد بن ایوب	مولانا برکلی، ابن کمال باشا
۱۱	فتاویٰ طوری	------	ابن عابدین شامی
۱۲	فتاویٰ ابراہیم شاہی	قاضی شہاب الدین ملک العلماء یا نظام الدین گیلانی	مولانا عبد القادر بدایونی
۱۳	خلاصتہ الکیدانی	لطف اللہ نسفی	مولانا عبد الحی لکھنوی
۱۴	فتاویٰ ابن نجیم	زین العابدین مصری	ابن عابدین شامی
۱۵	شرح کنز	ملا مسکین	ابن عابدین شامی
۱۶	شرح مختصر وقایہ	ابوالمکارم	ابن عابدین شامی

۔۔تذکرہ اکابر علماء اسلام کے مختصر تراجم اور وفات پر۔۔

یہاں دوسری (2) صدی سے پندرہویں (15) صدی تک کے اکابر علمائے اسلام کے مختصر تراجم وفات لکھے جاتے ہیں۔ اس میں مراتب علماء کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے بلکہ تقدیم و تاخیر باعتبار سال وفات کے ہے۔

۔۔۔دوسری (۲) صدی۔۔۔

۔۔۔علامہ ابراہیم بن میمون مروزی۔۔۔

ابراہیم بن میمون مروزی محدث صدوق امام اعظم اور عطاء سے روایت کرتے تھے۔ اور امام بخاری نے ان سے معلق روایت کی ہے اور ابوداؤد اور نسائی نے اپنی اپنی سنن میں ان سے تخریج کی ہے۔ آپ کی وفات "مرو" شہر میں ہوئی۔

فائدہ: امام اعظم سے اگرچہ صریح روایت صحیحین میں نہیں ہے۔ مگر امام اعظم کے تلامذہ کی روایتوں سے صحیحین بلکہ صحاح ستہ بھری ہیں اور حافظ ابوعیسیٰ ترمذی جو امام بخاری و مسلم کے ایک حدیث میں استاد بھی ہیں۔ کتاب العلل میں یعنی جامع ترمذی کے آخر میں امام اعظم سے روایت کی ہے۔ یعنی توثیق و تعدیل اور جرح میں امام اعظم کے قول کی تقلید کی صاحب بصیرت اسی مقام پر اگر غور کرے تو امام کے پایہ و مرتبہ کو بخوبی سمجھ سکتا ہے لیکن (**لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور**) دیکھو جامع ترمذی کی روایت۔ (**حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو یحییٰ الحمانی قال سمعت ابا حنیفه یقول ما رایت احدا اکذب من جابر الجعفی ولا فضل من عطاء بن ابی رباح قال ابو عیسیٰ و سمعت الجارود یقول سمعت وکیعا یقول لولا جابر الجعفی کان اهل الکوفة بغیر حدیث ولولا حماد اهل الکوفة بغیر فقه**)۔

۔۔۔علامہ ازدی کوفی محدث۔۔۔

عافیہ بن یزید بن قیس ازدی کوفی۔ امام اعظم کے اصحاب میں سب سے بڑے درجے کے آپ فقیہ اور محدث تھے۔ اور آپ روایت حدیث میں صدوق مانے گئے ہیں۔ امام اعمش اور ہشام بن عروہ سے آپ نے حدیث پڑھی ہے۔ آپ کوفہ کے قاضی بھی تھے۔ اور نسائی نے آپ سے تخریج کی ہے۔

۔۔۔عبد اللہ بن مبارک مروزی۔(۱۸۱-۱۱۸)۔

عبد اللہ بن مبارک مروزی شہر مرو کے باشندے تھے آپ مرو سے بغداد آئے اور امام اعظم کی خدمت میں حاضر رہ کر فیض ظاہری و باطنی سے مالامال ہوئے۔اور بعد وفات امام اعظم کے آپ نے امام مالک،سفیانین،ہشام،عاصم احول،سلمان تیمی وغیرہم سے استفادہ کیا اور سفیان ثوری نے بھی آپ سے اخذ کیا ہے۔یحییٰ ابن معین،امام احمد بن حنبل اور ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہم آپ کے شاگردوں میں تھے۔آپ مستجاب الدعوات تھے۔آپ کی پیدائش(۱۱۸ھ)اور متوفیٰ(۱۸۱ھ)ہے۔

۔۔۔علامہ فضیل بن عیاض خراسانی۔(متوفیٰ:۱۸۷ھ)۔

فضیل بن عیاض بن سعود تیمی خراسانی عالم ربانی عابد زاہد ثقہ صاحب کرامات تھے اور امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد تھے۔ ایک مدت تک امام صاحب کی خدمت میں رہ کر فقہ و حدیث پڑھی۔اور آپ سے امام شافعی وغیرہ نے روایت کی اور اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی ہے۔آپ نے کوفہ سے ہجرت کی اور مکہ معظمہ کی مجاورت اختیار کی اور وہیں محرم الحرام(۱۸۷ھ)میں آپ کا وصال ہوا۔

۔۔۔محدث سفیان بن عیینہ کوفی۔(۱۹۸-۱۰۷)۔

سفیان بن عیینہ بن میمون ہلالی کوفی محدث علامہ حافظ شیخ الاسلام ثقہ فقیہ آپ کوفہ میں ۱۵ شعبان(۱۰۷ھ)میں پیدا ہوئے۔پھر بیس(20)سال کی عمر میں مکہ سے کوفہ آئے اور امام اعظم سے ملے اور ان سے حدیث کی روایت کی۔امام اعظم ہی نے آپ کو درس حدیث کے لیے جامع مسجد میں پہلے پہل بٹھایا تھا اور آپ نے عمرو بن دینار،زہری،زیاد بن علاقہ،ابو اسحٰق سبیعی ،اسود بن قیس،زید بن اسلم،عبد اللہ بن دینار،محمد بن المنکدر،منصور بن معتمر،قاری امام عاصم،اعمش اور عبد الملک بن عمیر سے حدیث پڑھی اور آپ سے اعمش،ابن جریج اور شعبہ وغیرہم نے پڑھی۔اور آپ سے ابن مبارک،ابن مہدی،امام شافعی ،امام احمد بن حنبل،یحییٰ بن معین،اسحٰق بن راہویہ،احمد صالح،زعفرانی،علی بن حرب،محمد بن عیسیٰ بن حیان مدائنی،زکریا بن یحییٰ مروزی،احمد بن سنان رملی،محمد بن اسحٰق،زہیر بن بکار،عبد الرزاق بن ہمام اور یحییٰ بن اکثم نے روایت کی ہے۔اصحاب صحاح ستہ نے بکثرت آپ سے تخریج کی اور آپ نے ستر(70)حج کیے اور مکہ معظمہ میں آپ نے وفات پائی آپ مدلس بھی تھے۔آپ کی وفات(۱۹۸ھ)میں ہوئی۔

۔۔۔علامہ معروف کرخی بن فیروز۔(متوفیٰ:۲۰۰ھ)۔

معروف کرخی بن فیروز قطب وقت، مستجاب الدعوات تھے۔ آپ امام علی بن موسیٰ راضی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور آپ نے داؤد طائی شاگرد امام اعظم سے ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کی۔ سری سقطی نے آپ ہی سے ظاہری و باطنی علوم پڑھے۔ اوروفات(۲۰۰ھ)میں ہوئی۔

۔۔۔محدث حماد بن دلیل ابوزید۔۔۔

حماد بن دلیل ابوزید فقیہ محدث صدوق امام اعظم کے بارہ(12)اصحاب میں سے تھے جن کی طرف امام صاحب نے اشارہ کرکے فرمایا تھا کہ یہ لوگ قضاء کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حدیث امام اعظم ،ثوری اور حسن بن عمارہ سے پڑھی۔ مدت تک مدائن کے قاضی رہے۔ جب فضیل بن عیاض سے مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے کہ ابوزید سے پوچھ لو۔ ابوداؤد نے اپنی سنن میں آپ سے تخریج کی ہے۔

۔۔۔تیسری(۳)صدی۔۔۔

۔۔۔فقیہ ابوسلیمان جوزجانی۔(متوفیٰ:۲۰۱ھ)۔

ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان جوزجانی فقیہ متبحر محدث حافظ تھے،فقہ امام محمد سے اور حدیث عبد اللہ بن مبارک، امام ابویوسف اورامام محمد سے پڑھی۔ آپ بھی استاذ الفقہاء ہیں۔ آپ کی وفات(۲۰۱ھ)میں ہوئی۔

۔۔۔امام خلف بن ایوب بلخی۔(متوفیٰ:۲۱۵ھ)۔

خلف بن ایوب بلخی امام محمد اور امام زفر کے اصحاب میں سے فقیہ، محدث،عابد،زاہد،صالح تھے۔ فقہ امام ابویوسف سے اور حدیث اسرائیل بن یوسف اور معمر وغیرہ سے پڑھی۔ آپ سے امام احمد اور ابوکریب وغیرہ نے روایت کی۔ ترمذی میں آپ سے روایت موجود ہے۔ آپ ابراہیم بن ادہم کی صحبت میں بہت رہے اور ان سے فیض لیا۔ اوروفات(۲۱۵ھ)میں ہوئی۔

﴿۔۔۔ محدث عیسیٰ۔(متوفیٰ:۲۲۱ھ)۔﴾

عیسیٰ بن ابان بن صدقہ ابو موسیٰ حفاظ حدیث میں افقہ تھے۔ پہلے آپ کو امام محمد کی مجلس درس میں حاضر ہونے سے انکار تھااور امام محمد کو مخالف حدیث سمجھا کرتے تھے۔ایک روز محمد بن سماعہ نے زبردستی آپ کو امام محمد کی مجلس میں حاضر کردیا درس کے بعد امام محمد سے عیسیٰ نے پچیس(25) باب حدیث کے پوچھے۔امام محمد نے ہر ایک کا جواب مع دلائل و شواہد وناسخ و منسوخ کے بڑی شرح وبسط کے ساتھ دیا کہ آپ قائل ہوگئے اور چھ(6) ماہ تک امام محمد سے فقہ پڑھی اور آپ سے شیخ طحاوی قاضی ابو حازم عبد الحمید محدث استاد امام طحاوی نے آپ سے فقہ پڑھی ہے۔اوروفات(۲۲۱ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔ محدث ابراہیم بن یوسف بلخی۔(متوفیٰ:۲۴۱ھ)۔﴾

ابراہیم بن یوسف بلخی شیخ اجل محدث ثقہ صدوق تھے۔امام اعظم کے اصحاب میں آپ کی بڑی عزت تھی۔مدت تک امام ابو یوسف کی خدمت میں رہ کر استفادہ کیا۔حدیث سفیان و امام مالک اور وکیع سے پڑھی۔امام نسائی نے اپنی کتاب میں آپ سے روایت کی ہے اور آپ کو ثقہ بتلایاہے۔آپ کی وفات(۲۴۱ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔ ابراہیم بن ادہم بلخی۔(متوفیٰ:۲۶۲ھ)۔﴾

ابراہیم بن ادہم بلخی محدث صدوق عارف ولی، تارک الدنیاصاحب کرامات تھے مدت تک امام اعظم کی صحبت میں رہ کر ان سے علم حاصل کیا۔آپ فضیل بن عیاض کے مرید و خلیفہ تھے، بادشاہی چھوڑ کر آپ نے فقر اختیار کیااور بہت سے مشائخ طریقت سے بھی آپ نے فیض لیا۔امام بخاری و مسلم نے غیر صحیحین میں آپ سے روایت کی ہے۔متوفیٰ:(۲۶۲ھ)۔

﴿۔۔۔ سلیمان بن شعیب۔(متوفیٰ:۲۷۸ھ)۔﴾

سلیمان بن شعیب امام محمد کے اصحاب میں سے بڑے فقیہ متبحر تھے۔نوادر آپ کی تصنیفات سے یادگار ہے۔آپ سے ابو جعفر طحاوی محدث نے روایت (امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معانی الآثار دیکھنے سے یہ بات بخوبی معلوم ہوسکتی ہے) کی ہے۔آپ کی وفات(۲۷۸ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔چوتھی(۴)صدی۔۔۔﴾

﴿۔۔۔امام ابوجعفر طحاوی(صاحب طحاوی)۔(متوفی:۳۱۷ھ)۔﴾

طحاوی ابوجعفر احمد بن محمد ازدی نے مذہب شافعی چھوڑ کر مذہب حنفی اختیار کیا یہ بڑے فقیہ، جلیل القدر محدث تھے اور شرح معانی الآثار، مشکل الآثار اور شرح جامعین آپ کی یادگار ہے۔ آپ کا انتقال (۳۱۷ھ) میں ہوا۔

﴿۔۔۔امام کرخی عبید اللہ بن حسن۔(متوفی:۳۴۰ھ)۔﴾

کرخی عبید اللہ بن حسن امام مجتہد فی المسائل فقیہ، عابد، زاہد ابوسعید بروعی کے شاگرد اور ابوبکر جصاص رازی کے استاد تھے اکابر فقہاء آپ کے تلامذہ تھے۔ آپ کا انتقال (۳۴۰ھ) میں ہوا۔

﴿۔۔۔پانچویں(۵)صدی۔۔۔﴾

﴿۔۔۔ابوالحسن احمد(صاحب قدوری)۔(متوفی:۴۲۸ھ)۔﴾

ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد جعفر قدوری فقیہ محدث صدوق تھے۔فقیہ جرجانی کے شاگرد اور خطیب بغدادی (صاحب تاریخ ابوبکر احمد بن علی بغداد جو متوفی(۴۶۳ھ)ہیں) کے استاد تھے۔اورآپ اجلہ فقہاء میں سے تھے۔ آپ کی تصنیف میں ”مختصر القدوری“ یادگار ہے۔ آپ کی وفات (۴۲۸ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔ابن سینا رئیس الحکما۔(متوفی:۴۴۸ھ)۔﴾

ابن سینا رئیس الحکما، شیخ رئیس، ابوعلی حسن بن عبد اللہ بن سینا اہل اسلام میں اعلی درجے کے حکیم، طبیب، عالم جامع علوم وفنون، صاحب تصنیف ہیں ”شفاء“کتاب انہیں کی یادگار ہے۔ آپ کی وفات (۴۴۸ھ) میں ہوئی۔اوران کا خاتمہ موت بہت اچھاہوا۔ الحمدللہ علی ذلک۔

۔۔۔امام شمس الائمہ حلوانی۔(متوفیٰ:۴۵۴ھ)۔

امام ابو محمد عبد العزیز بن احمد بن نصر بن صالح بخاری شمس الائمہ حلوانی بڑے علامہ فقیہ جید تھے ابن کمال باشانے آپ کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔ شمس الائمہ سرخسی، شمس الائمہ زرنگری، فخر الاسلام بزدوی اور صدر الاسلام بزدوی آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی وفات(۴۵۴ھ) میں ہوئی۔

۔۔۔امام ابو نصر اسبیجابی۔(متوفیٰ:۴۸۱ھ)۔

اسبیجابی ابو نصر احمد بن منصور امام متبحر فقیہ جید تھے بعد وفات سید ابو شجاع کے آپ ہی کو لوگوں نے فرائض فتویٰ میں انکا قائم مقام سمجھا۔ مختصر طحاوی کی شرح نہایت ہی عمدہ آپ نے لکھی ہے۔ سمرقند کے علماء وفقہاء سے آپ کے بہت سے مناظرے ہوئے۔ اورآپ کی وفات(۴۸۱ھ) میں ہوئی۔

۔۔۔امام شمس الائمہ سرخسی۔(۴۰۰-۵۰۰)۔

شمس الائمہ سرخسی محمد بن احمد (۴۰۰ھ) میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے امام علامہ متکلم مناظر اصولی فقیہ محدث مجتہد تھے۔ ابن کمال باشانے آپ کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔ آپ شمس الائمہ حلوانی کے شاگرد اور برہان الائمہ عبد العزیز، محمود اوزجندی، رکن الدین مسعود اور عثمان بیکندی وغیرہم کے استاد تھے۔ آپ کا حافظہ امام شافعی سے زیادہ قوی تھا چناچہ کسی نے آپ کے سامنے امام شافعی کا ذکر کیا کہ ان کو تین سو(300) جلد کتابوں کی یاد تھیں۔ اس پر آپ نے اپنی محفوظ جلدوں کو شمار کیا تو وہ بارہ ہزار(12000) نکلیں، واللہ اعلم۔ آپ کی وفات(۴۹۰یا۵۰۰ھ) میں ہوئی۔

۔۔۔چھٹی(٦)صدی۔۔۔

۔۔۔قاضی خان صاحب فتاویٰ قاضی خان۔(متوفیٰ:۵۹۲)۔

ابو المفاخر فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی مجتہد فی المسائل تھے۔ جمال الدین حصیری، شمس الائمہ کردری اور نجم الدین یوسف خاصی وغیرہم اکابر علماء آپ کے تلامذہ سے تھے۔ آپ کا انتقال(۵۹۲ھ) میں ہوا۔

۔۔۔علامہ برہان الدین مرغینانی(صاحب ہدایہ)۔(۵۹۳-۵۱۱)۔

صاحب ہدایہ ابوالحسن علی بن ابو بکر فرغانی مرغینانی ملقب بہ برہان الدین(۵۱۱ھ) میں پیدا ہوئے۔اپنے زمانے کے امام اعظم تھے۔بدھ کے روز بعد نماز ظہر ماہ ذیقعدہ(۵۷۳ھ) میں آپ نے ہدایہ لکھنا شروع کی۔تیرہ(13) برس میں آپ نے ہدایہ کو مکمل کیا اور اس مدت تصنیف یعنی تیرہ سال آپ برابر روزہ رکھتے رہے۔بلاد فرغانہ میں مرغینان ایک شہر کا نام ہے۔آپ وہیں کے رہنے والے تھے۔اور آپ کی وفات(۵۹۳ھ) میں ہوئی۔

۔۔۔امام برہان الدین(صاحب محیط برہانی)۔(۶۱۶-۵۵۱)۔

محمود بن صدر السعید تاج الدین احمد بن صدر کبیر برہان الیدین عبد العزیز فقیہ مجتہد فی المسائل تھے۔آپ کی پیدائش (۵۵۱ھ) ہوئی۔مصنف "محیط، ذخیرہ، تجرید، تتمۃ الفتاویٰ، شرح جامع صغیر "وغیرہا اور حمیر الوبری، محمد بن ابو بکر خوارزمی، اور زین الائمہ شاگرد تھے اور ابو بکر محمد بن علی زرنگری اسی صدی میں تھے۔اور وفات(۶۱۶ھ) میں ہوئی۔

۔۔۔ساتویں(۷)صدی۔۔۔

۔۔۔خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری۔(۶۳۳-۵۳۷)۔

سید معین الدین حسن حسینی سنجری چشتی اجمیری المعروف خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ تعالی علیہ، نسبت سجستان یا سیستان کے علاقے "سنجر" سے ہے اور اسی علاقے میں پیدا ہوئے۔آپ کا اسم گرامی حسن ہے اور آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔آپ اپنے وقت کے قطب الاقطاب اور حنفی المذہب تھے۔آپ نے حصول علم کے لیے سفر اختیار کیا اور سمرقند میں سیدنا مولانا شرف الدین علیہ رحمہ سے باقاعدہ علم دین سیکھا پھر بخارا کا رخ کیا شہرہ آفاق عالم دین مولانا حسام الدین بخاری سے۔اس طرح آپ نے تقریباً پانچ(5) سال کے تھوڑے عرصے میں تمام ظاہری علوم کی تکمیل کی اس کے بعد باطنی علوم کی تلاش میں نکل پڑے بخارا سے حجاز کا سفر باندھا۔راستے میں جب نیشاپور(صوبہ خراسان رضوی ایران) کے نواحی علاقے "ہارون" سے گزر ہوا تو مرد قلندر قطب وقت سیدنا عثمان ہارونی چشتی کا شہرہ سنا تو فوراً ان کی بارگاہ میں پہنچ کر ان کے دست حق پر بیعت کر کے سلسلہ چشتیہ میں داخل ہوگئے۔اور ان کے مرید و خلیفہ بھی بنے اور آپ کی تصنیفات میں "انیس الارواح، کشف الاسرار، گنج الاسرار، آفاق وانفس، تصوف منظوم، حدیث المعارف اور رسالہ موجودیہ" ہے۔وفات ۶ رجب(۶۳۳ھ) بروز پیر فجر کے وقت ہوئی۔آپ کا مزار مبارک اجمیر ہند میں ہے۔اور آپ **حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالی علیہ** کے ہمعصر تھے۔

﴿۔۔۔آٹھویں(۸)صدی۔۔۔﴾

﴿۔۔۔حضرت شیخ نظام الدین اولیاء۔(۷۲۵-۶۳۶)۔﴾

حضرت نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ وہند، سلطان الاولیاء محمد بن احمد بن علی بخاری بدایونی دہلوی آپ کی پیدائش بدایوں(۶۳۶ھ) میں ہوئی۔ صوفی کامل،فقیہ، محدث، مفسر، نحوی، منطقی اور ادیب تھے۔اٹھارہ(18)سال کی عمر میں اپنے علم کی وسعت اور قوت استدلال کے سبب "محفل شکن" کہلائے اور نوجوانی میں علماء ہند پر سبقت لے گئے۔اور آپ نے مقامات حریری کو بہت ہی کم عرصے میں حفظ کرلیا تھا۔ آپ کی وفات (۷۲۵ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔قاضی القضاۃ ابراہیم بن علی طرسوسی۔(متوفی:۷۵۸ھ)۔﴾

قاضی القضاۃ نجم الدین ابراہیم بن علی طرسوسی۔ مصنف فتاویٰ طرسوسہ اور انفع الوسائل ہیں۔فقیہ ،اصولی دمشق کے مدرس اور قاضی تھے۔ آپ کی وفات(۷۵۸ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔امام زیلعی جمال الدین۔(متوفی: ۷۶۲ھ)۔﴾

امام زیلعی جمال الدین فقیہ، محدث، محقق، حافظ، مدقق، شارح کنز فخر الدین زیلعی کے شاگرد اور حفاظ زین عراقی کے معاصر اور دوست تھے۔ احادیث ہدایہ وخلاصہ وتفسیر کشاف کی تخریج آپ ہی نے کی ہے۔ آپ کی تخاریج سے حافظ ابن حجر نے بڑی مدد لی ہے۔ آپ کی وفات(۷۶۲ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔اکمل الدین محمد بابرتی۔(متوفی:۷۸۶ھ)۔﴾

اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی امام محقق،فقیہ، مدقق، محدث جید، لغوی، نحوی، صرفی، قوی النفس، وافر العقل میر سید شریف علی جرجانی کے استاد تھے۔"عنایہ شرح ھدایہ، شرح تجریف طوسی، شرح اصولی بزدوی، اور شرح مشارق الانوار" وغیرہا آپ کی تصانیف ہیں۔بابرتی شہر بابرتا کی طرف نسبت ہے جو بغداد کے ضلع میں ہے۔ اور آپ کا انتقال (۷۸۶ھ) میں ہوا۔

﴿۔۔۔علامہ سعد الدین تفتازانی۔(۷۹۱-۷۲۲)۔﴾

سعد الدین مسعود بن عمر شافعی، آپ کی پیدائش (۷۲۲ھ) میں خراسان کے شہر تفتازان میں ہوئی۔ آپ جامع علوم عقلیہ ونقلیہ صاحب تصانیف کثیرہ وسیع النظر تھے۔ آپ کی تصانیف میں "شرح زنجانی ،سعدیه ،فتاوی حنفیه ،شرح تهذیب، مقاصد ،شرح مقاصد ،شرح عقائد نسفی، مطول، مختصر ،تلویح ،تکمله شرح هدایه" وغیرہا ہیں، چونکہ آپ حنیفہ کے اصول وفروع کے عالم اور احناف کے مفتی تھے اس لیے یہاں آپ کا بھی ذکر استطراداً کر دیا گیا۔ آپ کی وفات (۷۹۱ھ) ہے۔ اسی صدی میں مصنف کفایہ سید جلال الدین خوارزمی اورابو بکر مفسر ،فقیہ ،عابد ،مصنف سراج الوہاج شرح قدوری ،جوہرہ نیرہ شرح مختصر قدوری، تفسیر کشف التنزیل، قاضی عبد المقتدر استاد جناب حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی جونپوری مصنف شرح ہندی کافیہ، علی سیرانی، محمود قونوی، محمد قونوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہم ہیں۔

﴿۔۔۔نویں(۹)صدی۔۔۔﴾

﴿۔۔۔سید شریف علی بن محمد جرجانی۔(متوفیٰ:۸۲۹ھ)۔﴾

سید شریف علی بن محمد جرجانی بڑے ذکی وفطین اکمل الدین بابرتی کے فقہ میں شاگرد تھے۔ آپ حنفی المذہب تھے۔ آپ نے سترہ (17) مرتبہ شرح مطالع پڑھی۔ تصانیف بھی پچاس (50) سے زیادہ ہیں۔ "شرح وقایه ،شرح سراجیه ، شرح مواقف ،شرح مفتاح، شرح کافیه، حاشیه هدایه، حاشیه مشکوة، حاشیه تلویح، حاشیه نصاب الصبیان ،نحو میر، صرف میر، صغریٰ، کبریٰ، حاشیه کشاف، حاشیه قطبی" وغیرہا ہیں۔ اور وفات (۸۲۹ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔علامہ بدرالدین عینی حنفی۔(متوفیٰ:۸۵۵ھ)۔﴾

عینی قاضی القضاۃ بدرالدین محمود بن احمد محدث ،فقیہ ،لغوی علامہ فہامہ سریع الکتابہ اکابر علمائے احناف میں سے تھے حدیث زین الدین عراقی سے حاصل کی۔ صحیح بخاری، هدایه، کنز، تحفة الملوک، معانی الآثار، درر البحار، منار کی شرحیں لکھیں ہیں۔ اور آپ نے نوے (90) سال کی عمر میں هدایه کی شرح بنایه لکھی ہے۔ اور ان کی مشہور شرح بنام "عمدة القاری شرح صحیح بخاری" ہے۔ عینی عین تاب کی نسبت ہے۔ اور وفات (۸۵۵ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔علامہ ابن الہمام سیواسی۔(متوفی:۸۶۱ھ)۔﴾

ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبد الحمید امام محقق علامہ مدقق فقیہ اصولی مفسر حافظ نحوی کلامی منطقی تھے۔بعضوں نے آپ کا طبقہ اہل ترجیح سے اور بعضوں نے طبقہ اہل اجتہاد سے شمار کیا ہے۔آپ کے والد شہر سیواس کے قاضی تھے اور اس وجہ سے ابن الہمام سیواسی کہتے ہیں۔اور وفات (۸۶۱ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔ملا خسرو محمد بن فراموز۔(متوفیٰ:۸۸۵ھ)۔﴾

ملا خسرو محمد بن فراموز فقیہ اصولی تھے "غرر الاحکام، درر الحکام اور مرقات الاصول" وغیرہ کتب معتبرہ آپ کی تصانیف میں یادگار زمانہ ہیں۔اور اسی صدی میں علامہ حسن چلپی، ملا نورالدین عبد الرحمٰن جامی، قاضی رومی اور ابن ملک اصولی وغیرہم بھی ہیں۔اور وفات (۸۸۵ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔دسویں(۱۰)صدی۔۔۔﴾

﴿۔۔۔علامہ اخی چلپی یوسف بن توقانی۔(متوفیٰ:۹۰۵ھ)۔﴾

اخی چلپی یوسف بن توقانی ذخیرۃ العقبی حاشیہ شرح وقایہ کے مصنف جامع علوم عقلیہ و نقلیہ حاوی اصول و فروع تھے۔یہ ملا خسرو مذکور کے شاگرد تھے۔حاشیہ چلپی انہیں کے حاشیہ کو کہتے ہیں جو شرح وقایہ کے ساتھ چھپا ہے۔آپ نے اس حاشیہ کو دس برس میں لکھا ہے۔تلویح،بیضاوی کے محشی آپ نہیں ہیں بلکہ وہ حسن چلپی نویں صدی کے ہیں۔متوفیٰ:(۹۰۵ھ)۔

﴿۔۔۔گیارہویں(۱۱)صدی۔۔۔﴾

﴿۔۔۔ابن نجیم مصری سراج الدین۔(متوفیٰ:۱۰۰۵ھ)۔﴾

ابن نجیم مصری عمر بن ابراہیم بن محمد، سراج الدین لقب تھا۔اپنے بھائی صاحب بحر رائق زین العابدین ابن نجیم کے شاگرد نہر الفائق شرح کنز کے مصنف تھے علوم شرعیہ میں بڑے ماہر و متبحر اور فقیہ محقق تھے۔وفات (۱۰۰۵ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلوی۔(متوفیٰ:۱۰۱۲ھ)۔﴾

باقی باللہ حضرت خواجہ محمد باقی نقشبندی دہلوی نہایت کم گو، کم خوراور کم خواب فقیہ محدث مفسر تھے۔ آپ بعد نماز عشاء تہجد تک دو(2) ختم قرآن شریف کا کرتے تھے۔ آپ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے مگر امام اعظم ابو حنیفہ کی روح کے منع کرنے سے آپ نے قرأت خلف الامام ترک کر دی۔ آپ کا مزار دہلی میں ہے۔ اور وفات (۱۰۱۲ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔ملا علی قاری محدث محقق۔(متوفیٰ:۱۰۱۴ھ)۔﴾

ملا علی قاری علی بن سلطان محمد ہروی ملقب بہ نورالدین مجاور مکہ معظمہ حنفی المذہب جامع علوم عقلیہ و نقلیہ محدث محقق مدقق تھے۔ آپ ہرات میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کی۔ آپ نے احمد بن حجر مکی، ابو الحسن بکری، قطب الدین مکی اور عبد اللہ سندی سے علوم مروجہ پڑھے۔ آپ کی بکثرت تصانیف ہیں۔ جن میں مشہور "طبقات الفقھاء، مرقاۃالمفاتیح شرح مشکوٰۃالمصابیح" ہے۔ اور مزار مبارک آپ کا مکہ معظمہ میں ہے۔ اور وفات (۱۰۱۴ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی۔(متوفیٰ:۱۰۳۵ھ)۔﴾

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد بن عبد الاحد فاروقی سرہندی (۹۷۱ھ) میں عالم دنیامیں جلوہ افروز ہوئے۔ بعد حفظ قرآن مجید کے محقق کمال الدین کاشمیری سے کتب معقولات بکمال تحقیق پڑھیں۔ آپ بڑے زبر دست فقیہ محدث جامع الکمالات فاضل محقق کامل مدقق تھے۔ آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کے مرید تھے۔ مجدد الف ثانی کا خطاب آپ کو مولانا سیالکوٹی نے پہلے پہل دیا۔ اور وفات (۱۰۳۵ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔(۱۰۵۲-۹۵۸)۔﴾

شیخ دہلوی ابو المجد عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ بخاری دہلوی (۹۵۸ھ) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ حافظ قرآن شریف بقیۃ السلف حجت الخلف فقیہ محدث محقق تھے شرح عقائد اور مطول پڑھنے کے بعد آپ نے قرآن حفظ کیا کئی مرتبہ آپ کا عمامہ اور سر کے بال مطالعہ کے وقت چراغ سے جل گئے۔ ہندوستان میں علم حدیث آپ ہی کی ذات سے فروغ پایا۔ آپ کی تصانیف بڑی مفید اور مستند سمجھی جاتی ہیں۔ "لمعات شرح مشکوۃ عربی، اشعۃ اللمعات، شرح مشکوۃ فارسی، شرح سفر السعادت، شرح فتوح الغیب، مدارج النبوہ، اخبار الاخیار، ماثبت بالسنہ، جذب القلوب، مرج البحرین" وغیرہاہیں۔ متوفیٰ:(۱۰۵۲ھ)۔

۔۔۔استاذ الملک مولانا شیخ افضل جونپوری۔۔۔

استاذ الملک مولانا شیخ افضل جونپوری بڑے علامہ تھے۔آپ کی منقبت میں اسی قدر کہنا کافی ہے کہ آپ ملا محمود جونپوری صاحب شمس بازغہ کے استاد تھے۔بعد وفات ملا محمود جونپوری کے چالیس (40)روز تک آپ نے کبھی تبسم نہیں کیااور اس فاضل کامل حکیم لاثانی کے غم میں آپ کا بھی انتقال ہو گیا۔

۔۔۔آفتاب پنجاب سیالکوٹی۔(متوفیٰ:۱۰۵۲ھ)۔

آفتاب پنجاب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی فقیہ منطقی صاحب تصانیف عالیہ تھے۔حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو آفتاب پنجاب کاخطاب عطافرمایاتھا۔جہانگیر وشاہجہان کے دربار میں آپ کی بڑی عزت وتوقیر تھی۔متوفیٰ:(۱۰۵۲ھ)۔

(۞) علامہ فقیہ حسن شرنبلالی متوفیٰ:(۱۰۶۹ھ)۔

(۞) علامہ خفاجی متوفیٰ:(۱۰۶۹ھ)۔

(۞) علامہ فقیہ زین العابدین صاحب بحر رائق متوفیٰ:(۱۰۷۰ھ)۔

(۞) علامہ خیر الدین رملی صاحب فتاویٰ متوفیٰ:(۱۰۸۱ھ)۔

(۞) علامہ فقیہ محمد حصکفی صاحب در مختار متوفیٰ:(۱۰۸۸ھ)۔

(۞) شیخ نورالحق بن عبدالحق محدث دہلوی صاحب تفسیر القاری شرح صحیح بخاری متوفیٰ:(۱۰۸۸ھ)۔

(۞) علامہ بیری زادہ حنفی مفتی مکہ مکرمہ متوفیٰ:(۱۰۹۹ھ)۔

---بارہویں (۱۲) صدی---

---ملاجیون (تفسیرات احمدیہ ونورالانوار)۔(۱۰۴۸-۱۱۳۰)۔

ملاجیون شیخ احمد صدیقی امیٹھوی فقیہ اصولی محدث جامع معقول و منقول حاوی فروع واصول علامہ وقت اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کے استاد صاحب فتویٰ تھے۔ سات (7) برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرلیا تھا۔ آپ بڑی قوی الحافظہ تھے۔ فضلائے وقت سے اوائل علوم کی کتابوں کے پڑھنے کے بعد مولانا لطف اللہ جہاں آبادی سے کل علوم دینیہ شرعیہ وفنون مروجہ رسمیہ کی تکمیل سولہ (16) سال کی عمر میں کرکے سند فراغت حاصل کی۔ "تفسیرات احمدیہ اور نورالانوار" آپ کی یادگار تصانیف میں سے ہے۔ آپ کا مزار پرانوار دہلی میں ہے۔ اور وفات (۱۱۳۰ھ) میں ہوئی۔

---شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔(۱۱۱۴-۱۱۷۶)۔

شاہ ولی اللہ عمری محدث دہلوی سید المفسرین سند المحدثین تھے۔ (۱۱۱۴ھ) میں آپ پیدا ہوئے۔ پانچویں (5) سال مکتب بٹھائے گئے اور ساتویں (7) سال قرآن شریف ختم کیا۔ پھر کتب درسیہ فارسیہ کے پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ دسویں (10) سال شرح ملاجامی شروع کی اور چودہ (14) سال کی عمر میں آپ کا نکاح ہوا۔ پھر پندرہ (15) سال کی عمر میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم شاہ وجیہ الدین سے بیعت کی۔ سترہ (17) سال کی عمر میں آپ کے والد کا انتقال ہوا۔ انتقال کے بعد بارہ سال تک تدریس و تعلیم میں مصروف و مشغول رہے۔ پھر (۱۱۴۳ھ) میں حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ اور وہاں ایک (1) سال تک قیام کیا اور وہاں کے علمائے محدثین کرام سے استفادہ کیا۔ پھر چودہ (۱۴) رجب (۱۱۵۴ھ) میں دہلی واپس آئے۔ آپ کی تصانیف بہت نافع اور مفید ہیں۔ جن میں "ازلاۃ الخفا، قول جمیل، الفوز الکبیر، فیوض الحرمین ترجمہ فارسی قرآن، مسمی بہ فتح الرحمٰن، انفاس العارفین، فتح الخبیر مصفیٰ، مسوی، عقد الجید، انصاف، شرح حزب البحر" وغیرہا ہیں۔ آپ کی وفات (۱۱۷۶ھ) میں ہوئی۔

۔۔۔حسان الہند آزاد بلگرامی۔(۱۱۱۶-۱۲۰۰)۔

آزاد بلگرامی حسان الہند سید غلام علی حنفی چشتی بلگرامی (۱۱۱۶ھ) میں پیدا ہوئے۔کل کتب درسیہ مولانا سید طفیل محمد بلگرامی استاذالمحققین سے پڑھی اور کتاب لغت، حدیث، سیر، فنون ادب اپنے نانا میر عبدالجلیل بلگرامی سے پڑھی۔اور فن عروض و قوافی کو اپنے ماموں میر محمد سے سیکھا اور سید لطف اللہ بلگرامی کے مرید تھے۔آپ بڑے نامی گرامی شاعر اور اعلیٰ درجہ کے ناثر تھے۔ آپ کے سات(7) دیوان عربی زبان کے مدون ہیں۔ تصانیف آپ کی بہت ہیں۔جن میں "شرح صحیح بخاری، شمامة العنبر، تسلیتة الفواد، روضتة الاولیاء، یدبیضاء، تذکرة الشعرا، ماثر الکرام، خزانة عامرہ، سبحتة المرجان، غزلان الھند، مرآة الجمال، شفاء العلیل، مظھر البرکات، دیوان فارسی، سرو آزاد"ہیں۔صوبہ اودہ میں بلگرام ایک قصبہ کا نام ہے جہاں کے لوگ فطر تاًطباع اور سلیم الطبع ہوتے ہیں۔اور وفات (۱۲۰۰ھ) میں ہوئی۔

۔۔۔تیرہویں(۱۳)صدی۔۔۔

۔۔۔قاضی ثناءاللہ پانی پتی۔(متوفی:۱۲۲۵ھ)۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی پرہیز گار علامہ فہامہ فقیہ عارف باللہ کامل اور بڑے متبع شریعت تھے۔آپ نے سات(7)برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور سولہ(16)سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔زمانہ طالب علمی میں ایک سو پچاس کتابوں کا (علاوہ کتب درسیہ رسمیہ کے) مطالعہ فرمایا۔حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کسب کمالات فرمایا۔مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ آپ کو بیہقی وقت کے لقب سے اور حضرت مرزا صاحب نے علم الہدیٰ کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے، آپ کی تصنیفات سے "تفسیر مظھری"نہایت ضخیم سات(7) جلدوں میں اور"سیف مسلول، ارشاد الطالبین، رسالہ مالابدمنہ، تذکرة الموتی و القبور"وغیرہاہیں۔آپ کی وفات (۱۲۲۵ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی۔(۱۱۵۹-۱۲۴۹)۔﴾

شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جامع جمیع علوم وفنون شیخ المشائخ سید العلماء تھے۔ آپ کے کمالات ظاہری و باطنی مشہور زمانہ ہیں۔ ہندوستان میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں آپ کا فیض نہ پہنچا ہو۔ آپ کا تاریخی نام غلام حلیم ہے۔ پیدائش آپ کی (۱۱۵۹ھ) میں ہوئی آپ کی تصنیفات میں "**تفسیر فتح العزیز**" یادگار زمانہ اور "**مجموعہ فتاوی**" کار آمد علماء ہے۔ نوے (90) سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا بمطابق (۱۲۴۹ھ)۔ اور آپ کا مزار دہلی کے ترکمان دروازے کے باہر اپنے والد ماجد کے پہلو میں مدفون ہیں۔

﴿۔۔۔شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔(متوفی:۱۲۴۲ھ)۔﴾

شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی آپ کے علم وفضل کی حالت آپ کے اردو ترجمہ قرآن شریف و تفسیر موضح القرآن سے بخوبی ظاہر ہے لیکن آپ کا ورع و تقویٰ، زہد نہایت بڑھا ہوا تھا۔ آپ مولانا شاہ عبد العزیز کے شاگرد اور عارف بانسبت تھے۔ اور وفات (۱۲۴۲ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔علامہ سید احمد طحطاوی۔(متوفی:۱۲۴۳ھ)۔﴾

علامہ سید احمد طحطاوی فقیہ زمان محدث دوران مدت دراز تک مصر کے مفتی تھے۔ درالمختار پر ان کا ایک ضخیم مستند حاشیہ مشہور و مقبول و متداول ہے جس کو علماء فقہاء نے بہت پسند کیا ہے۔ اور اس حاشیہ کو علامہ شامی نے ردالمحتار کی تصنیف کے وقت پیش نظر رکھا اور اس سے بھی مدد لی۔ اور وفات (۱۲۴۳ھ) میں ہوئی۔

﴿۔۔۔علامہ ابن عابدی شامی (فتاویٰ شامی)۔(متوفی:۱۲۵۲ھ)۔﴾

سید محمد امین جو ابن عابدی شامی کے نام سے شام کے حنفی علماء میں مشہور ہیں۔ علامہ فہامہ فقیہ محدث جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے۔ "**ردالمحتار حاشیہ درمختار**" جو "**فتاویٰ شامی**" کے نام سے مشہور ہے (۱۲۴۹ھ) میں تصنیف کیا اور مسائل میں جو تحقیقات کی وہ قابل تحسین ہیں۔ بعضوں نے ان کی وفات (۱۲۶۰ھ) میں یا (۱۲۵۲ھ) میں ہوئی۔

---علامہ فضل حق خیر آبادی۔(۱۲۱۲-۱۲۷۸)۔

علامہ فضل حق خیر آبادی بن مولانا فضل امام عمری فقیہ، معقولی، محدث، اصولی، ادیب، ماہر لغات عرب، حکمت و فلسفہ، معقولات کے شیخ وقت تھے۔ آپ کی ولادت (۱۲۱۲ھ) میں ہوئی۔ علم حدیث میں آپ حضرت شاہ عبد القادر صاحب کے شاگرد تھے۔ آپ کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا کہ آپ نے قرآن پاک چار(4) ماہ میں یاد کر لیا اور آپ تیرہ(13) سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کا عربی کلام عرب العربا کے کلام کے ہم پایہ ہوتا تھا۔ عربی اشعار آپ کے شمار کیے گئے ہیں۔ آپ کے تین (3) قصیدے "همزيه، واليه اور سينيه" ہیں۔ آپ کے تلامذہ ہندوستان میں بڑے بڑے علامہ ہوئے جن میں سے مولانا عبد الحق خیر آبادی، مولانا فیض الحسن ادیب سہارنپوری، مولانا محمد ہدایت اللہ خان رامپوری اور مولانا عبد اللہ بلگرامی بہت مشہور ہیں۔ اس وقت فن معقولات میں آپ امام مانے جاتے تھے۔ آپ کے سینکڑوں تلامذہ تھے۔ متوفی:(۱۲۷۸ھ)۔

---علامہ مولانا مفتی نقی علی خان بریلوی۔(۱۲۴۶-۱۲۹۷)۔

مفتی نقی علی خان یکم رجب(۱۲۴۶ھ) میں محلہ ذخیرہ بریلی میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد حضرت مولانا شاہ رضا علی خان سے تعلیم و تربیت حاصل کی اور پھر تدریس و تصنیف کا میدان سنبھالا۔(۱۲۵۵ھ) میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شاہ آل رسول مارہروی سے سند خلافت اور سید احمد دحلان جیسے جید علماء سے سند حدیث حاصل کی۔(۱۲۹۷ھ) بروز پنج شنبہ اکاون(51) برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ امام احمد رضا خان بریلوی آپ کے صاحب زادے تھے۔

۔۔۔چودہویں (۱۴) صدی۔۔۔

۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی۔(۱۳۴۰-۱۲۷۲)۔

اِمامِ اَہلسنّت مجدد دین و مِلّت حضرت علّامہ مولینا الحاج الحافظ القاری الشاہ **امام احمد رضا خان** علیہ رحمۃ کی ولادت باسعادت مولانا نقی علی خان کے ہاں بریلی شریف کے محلہ جسولی میں دس ۱۰ شوال (۱۲۷۲ھ) بروز ہفتہ بوقتِ ظہر مطابق ۱۴ جون (۱۸۵۶ء) کو ہوئی۔ آپ کا نامِ مبارک محمد ہے۔ اور آپ کے دادا نے احمد رضا کہہ کر پکارا اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ آپ تیرہ (13) سال دس (10) ماہ کی مختصر عمر میں علوم درسیہ کی تکمیل کی اور چودہ برس میں فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔ پھر یہ سلسلہ عمر بھر جاری رہا۔ اپنے والد کے علاوہ جناب مرزا غلام قادر بیگ، علامہ عبد العلی رام پوری سے علمی اور حضرت سید آل رسول مارہروی سے روحانی استفادہ کیا۔ پیر و مرشد کی طرف سے اجازت و خلافت بھی عطا ہوئی۔ پہلی بار (۱۲۹۵ھ) میں حج کی سعادت حاصل ہوئی تو شیخ عبد الرحمٰن سروج مفتی احناف مکہ نے فقہ، علامہ احمد زینی دحلان مکی نے حدیث اور شیخ حسین بن صالح جمیل اللیل شافعی نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت کے علاوہ حدیث کی سند سے نوازا۔ اور دوسری بار (۱۳۲۳ھ) میں حرمین شریفین کی حاضری ہوئی تو علماء حرمین نے نہ صرف آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور سندیں لیں، بلکہ آپ کے تبحر علمی کو شاندار خراج تحسین بھی پیش کیا۔

پچاس (50) سے زیادہ علوم میں مہارت کا ثبوت ہزاروں صفحات پر پھیلی آپ کی وہ کتابیں ہیں۔ جن کی تعداد ایک ہزار (1000) کے قریب ہے۔ ان میں تفسیر القرآن، حدیث، فقہ، تصوف و اخلاق، تاریخ و سیر، ادب، نحو، لغت، زیجات، جبر و مقابلہ، ارثماطیقی، لوگارثم، ریاضی، جفر و تکسیر، فلسفہ و منطق شامل ہیں۔ آپ کا ترجمہ قرآن مجید اردو، زبان و ادب کا شہ پارہ اور پہلا بامحاورہ ترجمہ ہے جو سلاست اور شگفتگی میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے قرآنِ مجید کا ترجمہ کیا جو اُردو کے موجودہ تراجم میں سب پر فائق ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ترجمہ کا نام "کنزُ الایمان" ہے۔ جس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ صدرالافاضل مولانا سَیِّد نعیم الدین مُراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ لکھا ہے۔ اس ترجمے میں علم القرآن کی نزاکتوں کو ملحوظ رکھ کر امام احمد رضا خاں نے وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔

آپ کی شہرہ آفاق تصنیف فتاویٰ رضویہ جس کا نام "**العطایا النبّویۃ فی الفتاوی الرضویۃ**" ہے۔ یہ فتاویٰ چھ (6) ضخیم جلدوں میں لکھا تھا۔ لیکن ضخیم ہونے کی وجہ سے اس کو بارہ (12) جلدوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور بعد میں اس کی مختصر تخریج کے ساتھ اس کو تینتیس (33) جلدوں میں چھاپا گیا اس میں کل سُوالات و جوابات (6847) اور کل رسائل (206) ہیں۔ اس میں قرآن و حدیث، فِقہ، مَنْطِق، کلام اور زندگی کے اہم مسائل میں رہنمائی، روزمرہ کی قانونی و معاشرتی مسائل کا اسلامی حل، انفرادی و اجتماعی معاملات زیرِ بحث آئے ہیں۔ آپ نے اس میں خداداد فقہی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔

آپ کا فتاویٰ رضویہ سینکڑوں کتابوں اور فتاویٰ جات پر بھاری ہے اور آپ نے تصنیف، تدریس اور فتویٰ نویسی کے میدان میں لازوال علمی ورثہ چھوڑا ہے جس سے تشنگان علوم صدیوں تک اپنی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ انشاء اللہ عزوجل۔

آپ کے شاگردوں میں حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان، مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا امجد علی اعظمی (صاحب بہار شریعت)، مولانا سید دیدار ولی شاہ الوری وغیرہ یہ سب وہ یگانہ روزگار شخصیات ہیں جنہوں نے برصغیر پاک وہند میں علم کی ہزاروں شمعیں روشن کیں جو آج بھی روشن ہیں اور دوسروں کو بھی روشن کر رہے ہیں۔

آپ نے اپنی وفات سے چار (4) ماہ بائیس (22) دن پہلے ایک آیتِ قرآنی سے تاریخ وفات کا اِستخراج فرمایا اور خبر دیدی تھی۔

وہ آیتِ مبارکہ یہ ہے: وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ

اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کُوزوں کا دَور ہو گا۔ (پ۲۹، الدھر:۱۵)

۲۵ صفر المُظَفَّر (۱۳۴۰ھ) مطابق (۱۹۲۱ء) کو جمعۃ المبارک کے دن ہندوستان کے وقت کے مطابق 2 بج کر 38 منٹ پر، عین اذان کے وقت اِدھر مُؤَذِّن نے حَیَّ عَلَی الفَلاح کہا اور امام اَحمد رَضا خان نے داعئِ اَجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رَاجِعُون۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزارِ پُراَنوار بریلی شریف میں آج بھی زیارت گاہِ خاص وعام بنا ہوا ہے۔

۔۔۔ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی۔ (۱۳۵۶-۱۲۷۵)۔

پنجاب کے علماء ومشائخ میں جن لوگوں کو علمی حلقوں میں شہرت دوام حاصل ہوئی ان میں پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کا نام نمایاں ہے۔ آپ پنجاب کی واحد دینی شخصیت ہیں جن میں علامہ اقبال جیسے لوگوں نے تصوف وسلوک کے بعض مسائل کے سلسلے میں رہنمائی حاصل کی۔ (۱۲۷۵ھ) میں سید نذیر الدین شاہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ دیگر اساتذہ کے علاوہ مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور مولانا احمد علی سہارنپوری سے استفادہ کیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد مقامات سلوک طے ہوگئے تو وطن واپس آئے اور مثنوی مولانا روم، فصول الحکم اور فتوحات مکیہ کا درس دینا شروع کیا۔ حج پر تشریف لے گئے تو مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے استفادہ کیا۔ پنجاب میں جھوٹی نبوت (قادیانیت) کا رد بلیغ کیا یہ آپ کا ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا جو علمی تعاقب آپ نے کیا، اس کی نظیر نہیں لائی جاسکتی ہے۔ شمس الہدایہ، سیف چشتیائی آپ کی وہ تصانیف ہیں جو علمی دنیا سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ اس کے علاوہ مکتوبات، ملفوظات، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، اعلاء کلمۃ اللہ آپ کی بلند پایہ تصانیف ہیں۔ اکیاسی (81) سال کی عمر میں (۱۳۵۶ھ) میں انتقال فرمایا گولڑہ شریف راولپنڈی میں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

۔۔۔مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی۔(۱۳۰۰-۱۳۶۷)۔

مولانا معین الدین نزہت کے فرزند، آٹھ(8)سال کی عمر میں حافظ قرآن ہوئے۔اردو،فارسی والد بزرگوار سے پڑھی۔مولاناشاہ فضل احمد اور سید شاہ محمد گل سے درسیات کی تکمیل کی۔امام احمد رضابریلوی نے آپ کو صدر الافاضل کا خطاب دیااور آپ امام احمد رضا کے شاگرد، مرید اور خلیفہ تھے۔البلاغ اورالہلال میں آپ کے علمی مضامین شائع ہوتے تھے، آپ نے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن کنزالایمان پر حاشیہ لکھاہے۔آپ مفکر اور علمی سیاست کے آدمی تھے۔آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد آپ کا کارنامہ تھاجس نے تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔وفات ذی الحج(۱۳۶۷ھ)میں ہوئی۔

۔۔۔مفتی امجد علی اعظمی(صدر الشریعہ)۔(۱۳۰۰-۱۳۶۷)۔

مصنفِ بہارِ شریعت حضرتِ علامہ مولانا الحاج مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی سنّی حنفی قادِری برکاتی علیہ رحمۃ اللہ القوی(۱۳۰۰ھ)مطابق(1882ء)میں مشرقی یوپی ہند کے قصبہ گھوسی میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد حکیم جمال الدین اور دادا حُضُور خدابخش فنِ طِب کے ماہر تھے۔اِبتدائی تعلیم اپنے دادا سے گھر پر حاصل کی پھر اپنے قصبہ ہی میں مدرَسہ ناصر العلوم میں جاکر گوپال گنج کے مولوی الٰہی بخش، پھر جونپور پہنچے اپنے چچازاد بھائی اوراُستاذ مولانا محمد صدیق، مولانا ہدایت اللہ خان اور مولاناوصی احمد سورتی سے علمی استفادہ کیا۔آپ نے منظر اسلام بریلی اور جامعہ معینہ اجمیر میں تدریسی خدمات انجام دیے۔ آپ کی تصنیف میں بہار شریعت اردو میں فقہ حنفی کی مستند کتاب ہے۔بہارِ شریعت میں انسان کی پیدائش سے لے کر وفات تک در پیش ہونے والے ہزارہامسائل کا بیان موجود ہے یہ کتاب فتاویٰ عالمگیری کے مقابلے کی ہے۔آپ کے شاگردوں میں مولانا سردار احمد، مفتی رفاقت حسین، مولانا حبیب الرحمٰن، عبد المصطفیٰ ازہری(فرزند)ہیں۔وفات(۱۳۶۷ھ)میں ہوئی۔

۔۔۔مفتی محمد ظفر الدین بہاری۔(۱۳۰۳-۱۳۸۲)۔

میجرہ ضلع عظیم آباد(پٹنہ)میں جناب عبد الرزاق کے ہاں ۱۴ محرم(۱۳۰۳ھ)میں پیدا ہوئے۔والد کے علاوہ مولانا معین الدین اشرف، مولانا بدرالدین، مولانا معین الدین ازہر، مولاناوصی احمد سورتی، مولانا احمد حسن کانپوری، مولاناعبید اللہ، مولانا قاضی عبد الرزاق کانپوری، مولانا ارشاد حسین رام پوری اور امام احمد رضاخان کے سامنے زانوئے تلمذ تے کیے۔

بریلی کا دارالعلوم منظر اسلام آپ کی کوششوں سے قائم ہوا اور آپ نے دارالعلوم سے تدریس کی ابتداء کی۔پھر مدرسہ حنفیہ اور جامعہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں پڑھاتے رہے اور جامعہ کے ناظم بنے۔آپ نے درجنوں کتابیں تصنیف کی جن میں جامع الرضوی المعروف صحیح البہاری چھ(6)جلدوں میں اور حیات اعلیٰ حضرت چار(4)جلدوں میں ہے۔بہترین مدرس اور علم توقیت کے ماہر تھے۔امام احمد رضاخان نے ”ملک العلماء“کا خطاب دیا۔۱۹ جمادی الاخریٰ(۱۳۸۲ھ)کو ظفر منزل پٹنہ میں وفات پائی۔جناب پروفیسر مختار الدین آرزو(ادب عربی کے معروف اسکالر)آپ کے فرزند ہیں۔

۔۔۔ مفتی احمد یار خان نعیمی (تفسیر نعیمی)۔(۱۳۹۱-۱۳۱۴)۔

حضرتِ علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی اوجھانی بدایونی گجراتی ملقب حکیم الامت۔ ۴جمادی الاولیٰ(۱۳۱۴ھ) بمطابق یکم مارچ (1894ء) کو محلہ کھیڑہ بستی اوجھیانی (ضلع بدایوں، یوپی ہند) میں صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والد مولانا محمد یار خان بدایونی سے قرآن پاک سے لے کر فارسی نصابی و درس نظامی کی ابتدائی کتب کی تعلیم گیارہ (11) برس کی عمر میں ختم کی پھر مدرسہ شمس العلوم میں داخلہ لیا اور علامہ قدیر بخش بدایونی کی نگرانی میں تین (3) سال اور مینڈھو (ضلع علی گڑھ، یوپی ہند) میں چار (4) سال پڑھا، اس کے بعد صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں پڑھا اور علامہ مشتاق احمد کانپوری سے پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ آپ کی تصانیف میں **"تفسیر نعیمی"**، **مشکوٰۃ شریف** کی شرح **"مرآۃ المناجیح"**، **"جاء الحق، شان حبیب الرحمٰن، علم القرآن اور اسلامی زندگی"** وغیرہ ہیں۔ آپ کی وفات ۳رمضان المبارک (۱۳۹۱ھ) بمطابق (24 اکتوبر 1971ء) کو لاہور میں ہوئی۔

---------------------------------(X)---------------------------------

۔۔۔ علامہ غلام رسول سعیدی (مفسر، محدث، فقیہ)۔(۱۴۳۸-۱۳۵۶)۔

مفسر قرآن وشارح حدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی ۱۰ رمضان المبارک (۱۳۵۶ھ) بروز جمعۃ المبارک بمطابق (14 نومبر 1937ء) کو دہلی (ہند) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید منیر دہلوی اور بھائی سید محمد وزیر دہلوی ہیں۔ آپ کا نام احمد منیر رکھا گیا تھا بعد ازاں شمس الزماں نجمی رکھا گیا پھر جب آپ کی عمر اکیس (21) سال ہوئی اور آپ عبادت وریاضت کی طرف راغب ہوئے تو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنا نام تبدیل کر کے "غلام رسول" رکھا۔ آپ کو مولانا محمد نواز اویسی رحمہ اللہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور مصلح الدین بن عبد اللہ کی "کریما" کے تین شعر پڑھائے اور پھر سورۃ بقرہ کا ترجمہ پڑھایا۔ پھر مولانا حافظ عبد المجید اویسی سے، پھر جامعہ نعیمیہ لاہور میں مفتی حسین نعیمی سے درس نظامی کے فنون پڑھے پھر بندیال میں استاذ العلماء عطا محمد بندیالوی صاحب سے پڑھے۔ آپ کی تصانیف کا ذکر:

(1) قرآن پاک کی پہلی اردو تفسیر بنام "تبیان القرآن" یہ بارہ (12) ضخیم جلدوں میں ہے۔
(2) قرآن پاک کی دوسری اردو تفسیر بنام "تبیان الفرآن" یہ چھ (6) ضخیم جلدوں میں ہے۔
(3) صحیح بخاری کی اردو شرح بنام "نعم الباری اور نعمۃ الباری" سولہ (16) ضخیم جلدوں میں ہے۔
(4) صحیح مسلم کی اردو شرح بنام "شرح صحیح مسلم" یہ سات (7) ضخیم جلدوں میں ہے۔

مقام ولایت نبوت، تذکرۃ المحدثین، توضیح البیان لخزائن العرفان، ذکر بالجہر، مقالات سعیدی وغیرہ ہیں۔ آپ کو پاکستان کی جانب سے "تمغہ امتیاز" سے نوازا گیا (2015) میں۔ آپ کی وفات (۱۴۳۸ھ) کو بمطابق (2017) کو کراچی میں ہوئی۔

حروف تہجی کے اعتبار سے معتمد و معتبر کتابوں کے نام و مختصر وضاحت

حرف الالف (ا)

(1)**ادب القاضی**: اس کی تعریف میں اسی قدر کہنا کافی ہے کہ اس کے مصنف حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی مجتہد حنفی ہیں۔ اور آپ بہت بڑے درجے کے محدث بھی تھے، اس کی شہادت میں اس سے زیادہ کہنا فضول ہے کہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین وغیرہ اکابر محدث آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ متوفیٰ (۱۸۲ھ) ہے۔

اس کی بہت سے شرحیں ہو چکی ہیں۔ جن میں سے چند کے نام بتلائے جاتے ہیں۔

(۱) امام ابو جعفر بن عبد اللہ ہندوانی متوفیٰ (۳۶۲ھ)۔

(۲) امام ابو بکر احمد بن علی جصاص متوفیٰ (۳۷۰ھ)۔

(۳) امام ابو الحسن احمد بن قدوری متوفیٰ (۴۳۸ھ)۔

(۴) شمس الائمہ عبد العزیز بن احمد الحلوانی متوفیٰ (۴۵۴ھ)۔

(۵) شیخ الاسلام علی بن حسین سغدی متوفیٰ (۴۶۱ھ)۔

(۶) شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفیٰ (۴۸۲ھ)۔

(۷) امام برہان الائمہ عمر بن العزیز ابن مازہ معروف بحسام شہید مقتولاً (۵۳۶ھ) (سب سے زیادہ مقبول شرح ہے)۔

(۸) قاضی خان امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی متوفیٰ (۵۹۲ھ)۔

(2)**الاصل**: یہ بڑی مستند کتاب ہے اور یہی امام محمد کی مبسوط ہے۔ اس کی تعریف میں یہی کہنا کافی ہے کہ یہ کتاب امام ربانی محمد بن حسن شیبانی کی یادگار ہے۔ امام محمد صاحب نے اسی کو سب سے پہلے لکھا ہے۔ کہ اس کے بعد جامع صغیر پھر جامع کبیر پھر سیر کبیر پھر سیر صغیر اور انہیں کو اصول بھی کہتے ہیں۔

کتب فقہ حنفیہ میں جہاں کہیں ظاہر الروایات بولیں وہاں یہی اصول مصنف امام محمد صاحب ہوں گے۔ امام محمد حسن فقیہ مجتہد ذہین ذکی الطبع سلیم القلب بڑے متقی محدث مفسر تھے۔ ان کی وفات (۱۸۹ھ) میں ہوئی۔ امام محمد صاحب امام اعظم اور قاضی ابو یوسف کے شاگرد اور امام شافعی کے استاد ہیں۔ ان کی مبسوط کو امام شافعی نے زبانی یاد کر لیا تھا۔

حکایت: ایک یہودی مبسوط کو ہمیشہ دیکھا کرتا تھا۔ کچھ روز کے بعد مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا (**ھذا کتاب محمد کم الاصغر فکیف کتاب محمد کم الاکبر**) یہ کتاب تمہارے چھوٹے محمد کی ہے تو تمہارے بڑے محمد کی کتاب کیسی ہو گی؟ جیسے یہ مبسوط امام محمد کی اول تصنیف ہے ویسے ہی سیر کبیر آخری تصنیف ہے۔

فائدہ(۱): کتب ظاہر الروایت میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعضوں نے امام محمد کی مشہور چھ (6) کتابوں کو کتب ظاہر الروایت اور اصول کہا ہے۔ "**جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، مبسوط، زیادات**" اور بعضوں نے کتب ظاہر روایت میں سیر صغیر کو نہیں شمار کیا ہے۔ "**نتائج الافکار**" میں ظاہر الروایت کی طرف صرف (4) کتابوں کو بتلایا ہے۔ **جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات** اس کے سوا غیر ظاہر روایت کہا ہے اور انہیں اصول کہا ہے۔

فائدہ(۲): امام محمد صاحب کی تصانیف ایک ہزار نو سو ننانوے (1999) ہیں۔ اور نوادر بھی امام محمد کی مشہور تصنیف ہے لیکن اکثر اس زمانے میں دستیاب نہیں ہوتیں۔

فائدہ(۳): امام محمد صاحب نے جن کتابوں کا نام جامع رکھا ہے، ان کی تعداد چالیس (40) سے زیادہ ہے۔ اور جس تالیف کے نام کو صغیر کے ساتھ موصوف کریں اس کو امام ابو یوسف کی روایت سے سمجھنا چاہیے جو امام اعظم سے روایت کرتے ہیں۔ جس کو کبیر کے ساتھ موصوف کریں اس کو امام محمد کی خاص روایت بلاواسطہ امام اعظم سے تصور کرنا چاہیے۔

فائدہ(۴): امام محمد کی تصنیفات میں نوادر، کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات اور رقیات بھی ہیں لیکن ان کا مرتبہ کتب ظاہر الروایت سے کم ہے کہ ان میں اصحاب مذہب کے سوا اور لوگوں سے بھی روایتیں ہیں اور کتب ظاہر الروایت میں مسائل مرویہ۔ کل اصحاب مذاہب ہی سے لیے ہیں، دوسروں سے نہیں۔

فائدہ(۵): امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی اور حضرت قاضی ابو یوسف یعقوب محدث اور امام ربانی محمد حسن شیبانی رحمتہ اللہ علیہم کو "اصحاب مذاہب" کہتے ہیں۔

فائدہ(۶): سیر کبیر لکھنے کا یہ سبب ہوا کہ اتفاقاً سیر صغیر اہل شام یعنی اوزاعی کے پاس پہنچی تو اس کو دیکھ کر اوزاعی کہنے لگے کہ اس بارے میں کہا عراقی اور کہاں تصنیف کہ عراقیوں کو سیر کی خبر کہاں۔ یہ کلام امام محمد کے گوش گزار ہوا۔ امام محمد سمجھ گئے کہ یہ جملہ ان کی زبان سے بسبب ہم عصر ہونے کے بے اختیار نکل گیا ہے کہ مشہور ہے **المعاصرۃ سبب المنافرۃ**۔ اسی وقت امام محمد صاحب نے امام اعظم ابو حنیفہ کی روایت کے ساتھ سیر کبیر کی تصنیف کر ڈالی۔ کہتے ہیں کہ جب امام اوزاعی کی نظر اس پر پڑی تو کہنے لگے کہ اگر اس میں صحیح حدیثیں نہ ہوتیں تو میں ضرور کہتا کہ یہ شخص بات گڑھتا اور اپنی طرف سے کہتا ہے۔ بیشک خدائے پاک نے اس شخص پر اپنا فضل کیا ہے۔ اس کی رائے میں خطا نہیں ہے اور کہا کہ اللہ پاک نے سچ فرمایا ہے: (**وفوق کل ذی علم علیم**) پھر امام محمد صاحب کے حکم سے سیر کبیر ساٹھ (60) جلدوں میں لکھوائی گئی۔ امام محمد نے بادشاہ وقت کی خدمت بھیج دیا۔ بادشاہ نے اس کو اپنی سعادت مندی اور مفاخر ایام سے سمجھا۔

فائدہ(۷): امام محمد صاحب نے امام شافعی کی ماں سے نکاح کیا تھا اور اپنی کل کتابیں اور مال امام شافعی کے حوالے کر دیا تھا۔ اسی سبب سے امام شافعی اتنے بڑے فقیہ گزرے کہ لاکھوں آدمی ان کے مذہب پر اب تک قائم ہیں۔ امام شافعی نے کیا خوب منصفانہ جملہ کہا کہ "جس کو فقہ حاصل کرنے کا شوق ہو اس کو امام اعظم کے شاگردوں کی ملازمت کرنی چاہیے" کہ مطالب انہیں کے واسطے آسان کئے گئے ہیں۔ (قسم خدا کی میں فقیہ نہیں ہوا مگر امام محمد کی کتابوں کے پڑھنے سے) واسطے عموم فائدہ کے یہ مضمون نوادر العلوم میں لکھا ہے۔

(3) **امالی الامام ابی یوسف**: یہ فقہ کی ایک بڑی کتاب ہے جس کا حجم تین سو (300) جلدوں سے زیادہ ہے۔ یہ فقیہ امام ابو یوسف کے املا سے جمع کی گئی ہے۔

فائدہ: متقدمین کی اصطلاح میں "املا" اس کو کہتے ہیں کہ استاد ماہر افادے کے لیے بیٹھے اور اس کے ارد گرد شاگردوں کا گروہ ہو اور سب قلم و دوات و کاغذ لے کر بیٹھیں، جو کچھ استاد بیان کرے اسکو لکھیں اسی نوع سے متقدمین فقہاء و محدثین اہل لغت درس دیتے تھے۔ مگر بسبب علماء راسخین کے گزر جانے کے یہ طریقہ بھی بدل گیا، مگر اب بھی کہیں کہیں ملک عرب میں اسی کے مشابہ درس کا طریقہ پایا جاتا ہے۔ اس طریقہ تعلیم میں قوت حافظہ واستعداد علمی و معرفت محاورہ کی بڑی ضرورت ہے۔ سابقہ دور میں علماء نے اسی طریقہ کو پسند کر لیا تھا لیکن تغیر زبان سے تغیر حال و احکام ہو جایا کرتا ہے اس لیے مابعد کے زمانے کے طالب علموں کی استعداد ولیاقت و سخن فہمی دیکھ کر اساتذہ نے وہ طریقہ جاری کیا جس میں استعداد علمی با آسانی و تحقیق و کمال بہ سہولت ہو یعنی جیسا کہ علماء کا طریقہ درس و تدریس کا ہے کہ اس میں قوت مطالعہ وسلیقہ کتب بینی کا کمال پیدا ہوتا ہے۔ علمائے متقدین کے امالی ہر فن میں ہیں۔ چنانچہ مسائل فقہیہ میں امالی حسن بن زیاد کی، امالی شمس الائمہ سرخسی کی، امالی صدر الاسلام بزدوی کی، امالی ظہیر الدین ولوالجی حنفی کی اور امالی فخر الدین قاضی خان اوزجندی کی۔

(4) **الاحکام فی فقه الحنفی**: اس کتاب میں اٹھائیس (28) باب ہیں۔ مصنف اس کے شیخ امام ابو العباس احمد بن ناطفی حنفی ہیں۔ وفات (۴۴۶ھ) میں ہوئی۔ ناطف ایک قسم کا حلوہ ہوتا ہے جس کو یہ بیچا کرتے تھے۔ اس کی طرف نسبت ہوئی۔ ان کا ایک مشہور فتاویٰ بھی ہے۔

(5) **الاختیار شرح المختار**: متن اور شرح دونوں ایک ہی مصنف کے ہیں جن کا نام ابو الفضل مجید الدین عبد اللہ بن محمود بن مودود موصلی حنفی ہیں۔ وفات ان کی بماہ محرم (۶۸۳ھ) میں ہوئی۔ یہ مختار متن فروع حنفیہ میں ہے۔ شروع اس کا یوں ہے (**الحمد للہ علی جزیل نعمائہ**) اور شروع اختیار شرح مختار کا یوں ہے (**الحمد للہ الذی سترع لنا دنیا قویما**)۔ پہلے ابتدائے شباب میں انہوں نے مختار فتویٰ کے کار آمد کتاب لکھی تھی اور لطف اس میں یہ رکھا تھا کہ امام اعظم رحمہ اللہ ہی کے

قول کو جمع کیا تھا۔ اس وجہ سے یہ کتاب مقبول ہو گئی اور لوگوں نے اس کی نقلیں بکثرت کرلیں۔ اسی زمانے میں لوگوں نے مصنف سے اس کی شرح کی خواہش ظاہر کی تو مصنف نے ایک شرح اس کی لکھی جس کا نام اختیار رکھا، اس میں بڑی خوبی سے اپنا فرض منصبی ادا کیا اور تمام مسئلوں کی علتوں اور معنوں کو بسط کے ساتھ بیان کیا اور بہت سے فروعی مسائل اس میں موقع و محل سے لکھ دیئے جن کی اکثر لوگوں کو حاجت ہوتی ہے۔ ابو العباس احمد بن علی دمشقی نے متن مختار کو مختصر کر کے بنام "تحریر" رکھا پھر اس کی شرح کی مگر ناتمام رہ گئی اس لیے کہ (۷۸۲ھ) میں ان کا انتقال ہو گیا اور اسی مختار متن کی شرح جمال موصلی حنفی نے بھی لکھی اس کے ماتن مصنف کو کئی مرتبہ سنائی۔ آخری سنانا (۶۵۲ھ) جمادی الاولی کے مہینے میں تھا اور نام اس شرح کا توجیہ المختار رکھا تھا۔ زیلعی نے بھی اس کی شرح لکھی ہے اور ابن امیر الحاج محمد نبی محمد حلبی شارح منیۃ المصلی نے بھی مختار کی شرح لکھی ہے۔ حلبی کا انتقال (۸۷۹ھ) میں ہوا اور اختیار کے احادیث کی تخریج شیخ قاسم بن قطلوبغا محدث حنفی نے کی ہے۔ وفات شیخ محدث حنفی کی (۸۷۹ھ) میں ہوئی اور انہوں نے مختار کی بھی شرح لکھی ہے۔

(6) **الاشباہ والنظائر**: یہ فقہ کی معتبر کتاب ہے۔ ابن نجیم مصری فقیہ حنفی کی یہ آخری تصنیف ہے۔ باوجود ناغہ وغیرہ ہونے کے مصنف نے اس کتاب کو چھ مہینے میں لکھا۔ یہ کتاب ماہ جمادی الاخری (۹۶۹ھ) میں تمام ہوئی۔ شروع اس کتاب کا (**الحمد للہ علی ما انعم**) ہے۔ جس زمانے میں مصنف کنز کی شرح بحر رائق لکھ رہے تھے اور بیع فاسد کے بیان تک پہنچ چکے تھے کہ قواعد و ضوابط فقہیہ میں ایک مختصر لکھنے کا اتفاق پڑا جس کا نام فوائد زینیہ رکھا۔ زینیہ نام اس مناسبت سے رکھا کہ مصنف کا مشہور نام زین العابدین ہے۔ اس فوائد زینیہ میں پانچ سو (500) ضوابط جو مفتی اور مدرس کے لیے استاد کامل کا حکم رکھتے ہیں جمع کئے۔ پھر ان کا ارادہ یہ ہوا کہ ایک کتاب اسی فوائد زینیہ کی طرز پر لکھی جائے کہ جس میں سات (7) فن ہوں۔ اور گویا یہ کتاب فوائد زینیہ کی دوسری قسم ہو۔ پس یہ کتاب تالیف کی جو سات (7) فنوں پر مشتمل ہے۔

(۱) **معرفۃ القواعد** جو فقہ کی اصل حقیقت میں ہے اور انہیں قاعدوں پر ملکہ ہونے کے سبب سے فقیہ فتوے میں درجہ اجتہاد حاصل کر سکتا ہے۔

(۲) **ضوابط** مصنف نے فرمایا ہے کہ سب سے انفع مدرس، مفتی اور قاضی کے واسطے یہی فن ہے۔

(۳) **فن الجمع و الفرق** مصنف نے اس کو تمام نہیں کیا بلکہ ان کے بھائی شیخ عمر نے اس کی تکمیل کی ہے۔

(۴) **الغاز** یعنی مسائل فقہیہ کو بطریق چیستان کے بیان کیا ہے۔

(۵) **لطائف الحیل** جس کی اکثر مشکل کے وقت میں بڑی ضرورت پڑتی ہے۔

(۶) **اشباہ و نظائر** یعنی احکام فقہیہ کو شرح و بسط کے ساتھ مع امثلہ کے لکھا ہے۔

(۷) **مرویات امام اعظم و صاحبین و مشائخ**: اس میں وہ مسائل ہیں جو ان بزرگان دین سے منقول ہیں۔

مصنف کانام زین العابدین بن ابراہیم ابن محمد بن نجیم ہے اور مشہور ابن نجیم مصری حنفی کے نام سے ہیں۔ مصر میں (۹۷۰ھ) میں انتقال ہوا۔ اس کتاب کے بہت سے حاشیے علماء نے لکھیں ہیں۔ چنانچہ محشیوں کے نام یہ ہیں:

(۱) مولانا محمد بن محمد چوغی زادہ متوفیٰ (۹۹۵ھ)۔

(۲) مولانا علی بن امر اللہ قنالی زادہ متوفیٰ (۹۹۷ھ)۔

(۳) مولانا عبد الحلیم بن محمد اخی زادہ متوفیٰ (۱۰۱۳ھ)۔

(۴) مولانا صالح محمد بن محمد تمر تاشی ان کا حاشیہ "زواھر الجواھر" (۱۰۱۴ھ) میں پورا ہوا۔

(۵) مولانا مصطفیٰ ابو المیامن متوفیٰ (۱۰۱۵ھ)۔

(۶) علامہ علی بن غانم خزرجی مقدسی متوفیٰ (۱۰۳۶ھ)، انکا حاشیہ بہت مختصر اور بہت ہی عمدہ ہے۔

(۷) مولانا مصطفیٰ بن محمد عرفی زادہ متوفیٰ (۱۰۳۷ھ)، انکا حاشیہ ملتا نہیں البتہ اشباہ کے حاشیہ پر جابجا نظر آتا ہے۔

(۸) مولانا محمد بن محمد حنفی زیرک زادہ ان کا حاشیہ مکمل نہیں ہے۔

(۹) مولانا مصطفیٰ بن خیر الدین۔

(۱۰) علامہ سید احمد حموی ان کی شرح مشہور ہے۔

(7) **الاسعاف فی احکام الوقاف:** اس کے مصنف شیخ برہان الدین ابراہیم طرابلسی حنفی متوفیٰ (۹۲۲ھ) میں ہوئی۔

(8) **الاشارة والرمز الی تحقیق الوقایه والکنز:** عبد البر ابن محمد حلبی حنفی مشہور ابن شحنہ متوفیٰ (۹۲۱ھ) میں ہوئی۔

(9) **اصلاح الوقایه:** یہ ابن کمال باشا متوفیٰ (۹۴۰ھ) نے متن وقایہ کی اصلاح کی ہے۔ یہ بڑی معتبر کتاب ہے۔

(10) **انفع الوسائل الی تحریر المسائل:** یہ مسائل فقہیہ کی کتاب ہے اس کی ترتیب فقہ کی کتابوں کی طرح ہے۔ اس کے مصنف قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی طرسوسی حنفی اور وفات (۷۸۸ھ) میں ہوئی۔

(11) **ادب الاوصیاء:** یہ کتاب فقہ کی ہے اور اس میں بتیس (32) فصلیں ہیں۔ اس کے مصنف علامہ علی بن احمد جمالی قاضی مکہ معظمہ اور روم کے مفتی ہیں۔

حرف الباء (ب)

(1) **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**: یہ تحفۃ الفقہاء کی شرح ہے جو تین (3) جلدوں میں ہے۔ اس کا شروع یوں ہے (**الحمد للہ العالی القادر**) اس کے مصنف کا نام ابو بکر ابن مسعود کاسانی حنفی متوفیٰ (۵۸۷ھ) ہے۔ جب یہ شرح تمام ہوگئی تو مصنف نے حضرت ماتن کی خدمت میں جو شارح کے استاد بھی تھے پیش کی۔ استاد ماتن نے ان کی شرح کو بہت پسند فرمایا اور اپنی بیٹی فاطمہ فقیہہ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ ماتن کا ذکر حرف التاء میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ شارح نے دیباچہ میں ماتن کی تعریف اور ترتیب بیان کی ہے۔

(2) **بدایۃ المبتدی**: یہ فقہ کی ایک متن متین ہے جس کو مصنف نے مختصر قدوری اور جامع صغیر سے گویا انتخاب کر کے لکھا ہے اور ترتیب جامع صغیر کی تبرکاً اختیار کی ہے۔ اس کا شروع یوں ہے (**الحمد للہ الذی حدانا الی بالغ حکمتہ**) اس کے معتبر ہونے میں اسی قدر کہا جاتا ہے کہ اس کے مصنف صاحب ہدایہ حضرت برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی ہیں جنہوں نے (۵۹۳ھ) میں انتقال فرمایا اور حرف الہاء میں ان کا بیان کیا جائے گا، اس متن بدایہ کو ابو بکر بن علی عالمی متوفیٰ (۷۶۵ھ) نے ضم کیا ہے۔ اور بدایہ نام کی ایک کتاب العقائد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بھی ہے۔ اور ایک رسالہ بدایۃ الہدایہ مختصر سا امام غزالی کا مواعظ میں بھی ہے۔ امام غزالی متوفیٰ (۵۰۵ھ) ہیں۔

(3) **البحر رائق شرح کنز الدقائق**: یہ فقہ میں بڑی معتبر کتاب ہے مسائل کی تحقیق و تنقید خوب اچھی طرح کرتے ہیں۔ جس مسئلے کو لکھتے ہیں اس کی پوری تحقیق مع مالہ وماعلیہ کے کر دیتے ہیں کیوں نہ ہو کہ اس کے مصنف زین العابدین ابن نجیم مصری ہیں جو اپنے وقت میں خاتم الفقہاء تھے۔ زین العابدین کو زین الدین بھی کہتے تھے جیسا کہ ان کے بھائی مولانا سراج الدین عمر نجیم نے دیباچہ النہر الفائق شرح کنز الدقائق میں لکھا ہے اور انکا لقب ختام المتاخرین بتایا ہے۔

(4) **البحر المحیط**: اس کا نام منیۃ الفقہاء اور فقہ کی کتاب ہے۔ مصنف اس کے فخر الدین بدیع ابی منصور عراقی حنفی ہیں۔

(5) **البیان**: فقہ کی معتبر کتاب ہے جو امام محمد کے شاگرد ابو اسحٰق اسمٰعیل بن سعید طبری حنفی متوفیٰ (۲۳۰ھ) کی ہے۔

(6) **البرہان فی شرح مواھب الرحمٰن**: ماتن وشارح مواہب الرحمٰن فی مذہب النعمان متوفیٰ (۵۰۵ھ) کی ہیں۔

حرف التاء (ت)

(1) **تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق**: یہ معتبر کتاب عثمان بن علی ابو محمد فخر الدین زیلعی کی تصنیف سے ہے جو بڑے فقیہ، نحوی، فرضی تھے۔ یہ کتاب بہت معتبر ہے۔ کتاب بحر رائق میں قال الشارح سے مراد یہی فخر الدین زیلعی ہیں۔ بماہ رمضان (۷۴۳ھ) میں ان کا انتقال ہوا۔ والحمد للہ علی ذالک۔ یہ کتاب بولاق مصر میں مع حاشیہ احمد شبلی کے چھپی ہے۔

(2) **تجرید القدوری**: یہ فقہ کی معتبر کتاب ہے۔ مصنف اس کے امام ابوالحسین احمد بن محمد حنفی متوفیٰ (۴۲۸ھ) ہیں یہ کتاب ایک بڑی جلد میں ہے۔ اس کا شروع یوں ہے (**اللھم اعصنا من الزلل**) یہ مبتدی اور متوسط کی سمجھ کے موافق مختصر لفظوں میں ان مسائل کی تحقیق کر دیتی ہے جن میں امام شافعی نے خلاف کیا ہے اور جانب حنفی کی ترجیح بتلا دی ہے۔ اس کو (۴۰۵ھ) میں شروع کیا تھا۔ اس کا **تکلملہ** ابو بکر عبد الرحمٰن بن محمد سرخسی متوفیٰ (۴۳۶ھ) نے لکھا ہے اور نام **تکملہ** کا "**تکملہ التجرید**" رکھا اور جمال الدین محمود بن احمد قونوی حنفی متوفیٰ (۷۷۰ھ) نے "**تکملہ التجرید**" کا مختصر کر کے اس کا نام "**التفرید**" رکھا ہے۔

(3) **تاتارخانیہ**: اس کا نام بقول بعض "**زاد المسافر**" ہے۔ اس کا ذکر فتاوے میں ہو گا۔

(4) **تحفۃ الفقھاء**: تحفہ کے مصنف شیخ زاہد امام علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی حنفی ہیں۔ انہوں نے مختصر القدوری پر کچھ مسائل پر اضافہ کیا ہے اور اس کی ترتیب عمدہ طریقے سے رکھی گئی ہے۔ شروع اس متن کا (**الحمد للہ حق حمدہ**) ہے۔ مصنف کے شاگرد امام ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی نے اس کی شرح بدائع الصنائع لکھی ہے۔ جب ماتن نے شرح کو ملاحظہ کیا تو بہت خوش ہوئے اور اپنی فقیہہ بیٹی فاطمہ کا شارح سے نکاح کر دیا۔

(5) **التھذیب**: اس کے مصنف مظہر بن حسن یزدی ہیں۔ یہ جامع صغیر کی شرح دو (2) جلدوں میں ہے۔ یہ شرح (۵۵۹ھ) کو مکمل ہوئی۔

(6) **توفیق العنایہ**: یہ وقایہ کی شرح ہے۔

(7) **تلخیص الجامع الکبیر**: یہ فقہ کی متن اور معتبر کتاب ہے جو امام محمد صاحب کی جامع کبیر کا خلاصہ ہے جس کو شیخ امام کمال الدین محمد بن عباد بن ملک داؤد بن حسن بن داؤد خلاطی حنفی متوفیٰ (۶۵۲ھ) نے تصنیف کیا ہے۔ یہ متن متین کنز سے زیادہ مغلق ہے۔ یہ بڑے معرکہ کی کتاب ہے اور اس کی کئی شرحیں ہیں۔

(۱) پہلی شرح "تحفة الحريص" بہت بڑی و عمدہ لکھی گئی اور شارح علامہ علاءالدین علی فارسی حنفی متوفیٰ (۷۳۱ھ)۔

(۲) دوسری شرح علامہ فاضل شیخ اکمل الدین محمد بن محمود حنفی بابرتی متوفیٰ (۷۸۶ھ) ہے۔ اور یہ شرح نامکمل ہے۔

(۳) تیسری شرح علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ فناری متوفیٰ (۸۳۴ھ) نے کی ہے۔

(۴) چوتھی شرح حضرت شیخ ابو العصمہ مسعود بن محمد بن غجدانی کی شرح "ممزوج" ہے۔ حرف "م" علامت متن کی اور حرف "ش" علامت شرح کی رکھی ہے۔ غجدانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس میں یہ ذکر بھی کر دیا ہے کہ میں نے جامع کبیر کی بہت سی شرحوں کو دیکھ کر اور تتبع کر کے بہت تحقیق کے ساتھ یہ شرح لکھی ہے چونکہ شیخ کی شرح بہت ہی عمدہ اور بڑی ضخیم تھی اس لیے علامہ سعد الدین بن عمر تفتازانی نے اس کے ملخص کرنے کے ارادے سے مختصر کرنا شروع کر دیا تھا۔ لوگوں نے شیخ سے آکر کہا کہ شیخ آپ کی شرح کا رواج نہ ہوگا اور نہ ہی لوگوں میں اس کا نفع عام ہوگا نہ لوگوں میں اس کی شہرت ہوگی کیونکہ سعد الدین تفتازانی نے اس کا اختصار کرنا شروع کر دیا ہے۔ شیخ نے فرمایا! ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن تفتازانی کو یہ نصیب نہ ہوگا اور یہ کام ان کے لیے آسان نہیں ہے۔ پس شیخ نے جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا یعنی آرزو کے پورا ہونے سے پہلے ہی موت نے تفتازانی کو نہ چھوڑا اور (۷۵۶ھ) میں غریق رحمت الٰہی ہو گئے۔

(8) **تنویر الابصار و جامع البحار**: یہ فقہ کا متن ہے جس کے مصنف شیخ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد متوفیٰ (۱۰۰۴ھ) ہیں۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے اور شروع اس کا (**حمدا لمن احكم احكام الشرع**) ہے۔ اس متن میں مسائل معتبرہ متون کے جمع کئے گئے ہیں۔ اس متن کو قاضیوں اور مفتیوں کے یاد کر لینے کی غرض سے بماہ محرم الحرام (۹۹۵ھ) میں تصنیف کیا تھا، پھر علامہ ماتن نے خود ہی اس کی شرح دو (2) بڑی جلدوں میں بنام "**منفع الغفار**" تصنیف کی۔ صاحب خلاصۃ الاثر نے اس کے بارے میں یوں لکھا ہے (**وهو من انفع كتب المذهب**) ایک جماعت اکابر علماء کی اس کی شرح لکھنے پر مستعد ہوئی جن میں علامہ محمد علاءالدین حصکفی مفتی شام، ملا حسین بن اسکندر رومی نزیل دمشق، شیخ عبد الرزاق مدرس دمشق مدرسہ ناصریہ ہیں اور مولف کی شرح پر علامہ شیخ الاسلام خیر الدین رملی نے بہت مفید حاشیہ لکھا اور اس متن کو مولا موسیٰ بن اسعد بن یحییٰ محاسنی دمشقی نے بحر رجز میں بہت عمدہ نظم کیا ہے اور یہ مولانا محاسنی (۱۱۵۹ھ) میں زندہ موجود تھے اور اس کتاب منظوم کا نام "خاصة التنوير و ذخيرة المحتاج الفقير" رکھا جس میں ساڑھے آٹھ (8500) اشعار ہیں۔

حرف الجیم (ج)

(1) **الجامع الصغیر:** اس کے مصنف حضرت امام محمد بن حسن شیبانی مجتہد فقیہ حنفی متوفیٰ(۱۸۹ھ) ہیں۔ یہ کتاب مبارک قدیم ہے۔ اس میں موافق قول بزدوی کے ایک ہزار پانچ سو بتیس (1532) مسئلے ہیں اور ایک سو ستر (170) مسئلے میں اختلاف بیان کیا ہے اور قیاس اور استحسان کا صرف دو(2) ہی مسئلے میں ذکر ہے۔ فقہائے متقدمین اس کتاب کی بڑی تعظیم کرتے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ آدمی فتویٰ دینے اور قضاء کے قابل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے مسائل کو نہ جان لے۔ اور متقدمین قاضی بناتے تھے مگر اس کو جو جامع صغیر کو حفظ کر لیتا تھا اگر کسی نے قضاء کے لیے درخواست کی اور امتحان میں معلوم ہوا کہ اس کو جامع صغیر یاد نہیں تو اس کو حکم ہوتا تھا کہ اس کو یاد کر کے آؤ تو قضاء ملے گی۔ پہلے اس کے امتحان کا بڑا اہتمام ہوتا تھا۔ جناب امام شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد ابن ابو بکر سہل سرخسی حنفی متوفیٰ(۴۹۰ھ) سے جامع صغیر کی شرح میں بیان کیا ہے کہ جامع صغیر کی تصنیف کا یہ سبب ہوا کہ جب امام محمد رحمہ اللہ فقہ کی بڑی بڑی کتابوں کو لکھ کر فارغ ہوئے تو امام ابو یوسف نے جو امام محمد کے استاد بھی تھے، امام محمد سے فرمایا کہ تم ایک ایسی کتاب لکھ دو کہ اس میں وہ مسائل ہوں کہ جن کو تم نے مجھ سے سنا ہے اور میں نے امام اعظم سے۔ امام محمد حافظ مذہب تھے فوراً اسی جامع صغیر کو قلمبند کر کے امام ابو یوسف کے حضور پیش کر دی۔ امام ابو یوسف نے پسند کر لیا اور دیکھ کر فرمایا کہ بہت اچھا لکھا ہے مگر تین مسئلے میں امام محمد نے خطاء کی ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ میں نے خطاء نہیں کی ہے، لیکن آپ ہی خود بھول گئے ہیں یہ تینوں مسئلے مجھے آپ ہی نے بتلائے تھے۔ امام ابو یوسف باوجود اتنے بڑے جلیل القدر عالم ہونے کے اس کتاب جامع صغیر کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ سفر و حضر میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔

علی رازی کہتے تھے کہ جس نے جامع کو سمجھا وہ حنفیوں میں بڑا سمجھ دار ہے اور جس نے جامع صغیر کو یاد کر لیا وہ حنفیوں میں سب سے بڑھ کر حافظہ والا شخص ہے۔ کہتے ہیں کہ جامع صغیر کے مسائل سب مبسوط میں ہیں لیکن اس کے مسائل تین(3) قسم کے ہیں۔

(1) ایک قسم وہ ہے جس کی روایت بالتصریح مبسوط میں نہیں ہے اور وہ یہاں موجود ہیں۔

(2) دوسری قسم وہ ہے کہ اس کا ذکر امام محمد کی کتابوں میں تو ہے لیکن بطریق نص کے یہ نہیں معلوم ہو کہ اس مسئلے کا جواب امام اعظم کا قول ہے یا دوسرے کا مگر یہاں ابو حنیفہ کا قول ہر باب میں صاف بتلا دیا ہے۔

(3) تیسری قسم وہ ہے کہ جس کا ذکر امام محمد کتابوں میں تو ہے لیکن یہاں دوسرے الفاظ سے وہی معانی ادا کر دیئے ہیں مگر الفاظ کے بدل دینے سے ایسے فوائد مستفاد ہوتے ہیں جو اور کتابوں کی عبارت سے نہ سمجھے جاتے تھے۔ پس تغیر الفاظ یہاں فضول اور بے فائدہ نہیں ہے۔

اس جامع صغیر کی تالیف کے سبب میں قاضی خان اوز جندی نے صاف کہہ دیا ہے کہ جب امام محمد رحمہ اللہ مبسوط کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو امام ابویوسف نے ان سے یہ اپنی خواہش ظاہر کی کہ ایک ایسی بھی تصنیف ہو کہ جس میں امام محمد کا ابویوسف سے روایت کا ظہور ہو۔ پس اس بات کے سنتے ہی امام محمد نے یہی جامع صغیر تصنیف فرمادی کہ جس میں کے مسائل بواسطہ ابویوسف امام اعظم سے مروی ہیں اور یہ امام ابویوسف کے بہت بڑے فخر کا باعث ہوا کہ امام محمد جیسافقیہ مجتہد امام ابو یوسف کے شاگردوں میں ہو۔

اس فقہ میں امام ابویوسف کی دانائی اور دور اندیشی کا اندازہ سمجھ دار آدمی کر سکتا ہے۔ کہ قاضی خان نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ بعضوں نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے کہ یہ جامع صغیر ابویوسف کی ہے یا امام محمد کی لیکن صحیح یہی ہے کہ امام محمد کی تصنیف سے ہے مگر امام محمد نے مسائل اس کے مرتب نہیں کئے تھے۔ فقیہ ابوعبد اللہ حسن بن احمد زعفرانی حنفی نے اس کے مسائل کو مرتب کر دیا۔

(2) **الجامع الکبیر:** اس کے مصنف بھی حضرت امام محمد بن حسن شیبانی مجتہد فقیہ حنفی متوفیٰ(۱۸۹ھ) کی یادگار ہے۔ اکابر فقہاء کے نزدیک اس کا بڑا اعتبار ہے۔ اس میں تمام مسائل فقہ جمع ہیں۔ بحسب جامع مسائل فقہیہ ہونے کے اس کا نام بھی جامع کبیر رکھا گیا۔ اسی وجہ سے اکابر علماء نے اس کی بھی بہت شرحیں مثل جامع صغیر کے لکھی ہیں۔ اس میں انہیں مسائل کو امام محمد نے جمع کیا ہے جس کو بلاواسطہ کسی کہ امام اعظم ابو حنیفہ سے اخذ کیا۔ سلطان معظم عیسیٰ بن ابو بکر ایوبی بادشاہ شام متوفیٰ(۶۲۴ھ) نے بھی اس کی شرح لکھی تھی۔ اس سلطان کی یہ عادت تھی کہ جو جامع کبیر کو حفظ کر لیتا اس کو سو(100) اشرفی دیا کرتا تھا اور جامع صغیر کا حافظ ہوتا اس کو پچاس(50) دینار دیا کرتا۔ یہ سلطان کی قدردانی تھی حالانکہ اس کتاب کی عظمت و شان اگر خیال کیا جائے تو یہ کچھ بھی قدردانی اور عزت افزائی حفاظ جامعین نہ تھی۔ کم سے کم اس کے صلے میں اگر بادشاہ ہزار(1000) دینار دیتا تو سزاوار اس کی شان کا ہوتا۔

(3) **الجامع:** یہ فقہ کی معتبر کتاب ہے۔ یہ کتاب امام اعظم ابو حنیفہ متوفیٰ(۱۵۰ھ) کے پوتے کی تصنیف ہے جن کا نام قاضی اسمٰعیل بن حماد بن ابو حنیفہ متوفیٰ(۲۱۲ھ) ہے۔ بشر بن غیاث کی روایت سے یہ کتاب مشہور ہوئی ہے۔

(4) **جواھر الفقه:** یہ فقہ کی کتاب ہے۔ مصنف اس کے صاحب ہدایہ کے بیٹے ہیں نام ان کا نظام الدین تھا۔ اس کی ترتیب مثل ہدایہ کے ترتیب ہے۔ فصول عمادیہ میں اس کتاب سے بھی نقل کی ہے جیسا کہ بتیسویں(32) فصل میں لکھا ہے۔

(وفی جواهر الفقه لعمر شیخ الاسلام نظام الدین و قد جمع بین مختصرات کتب اصحابنا کالتجید و جمع الصنعانی سوی ماذکر فی بدایة و الده)۔ جواہر الفقہ کا شروع یوں ہے (الحمد للہ الذی اظهر الدین القویم)۔ اس میں شیخ الاسلام عمر نظام الدین نے ان مسائل کو جمع اور ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے جو مختصر طحاوی، تجرید، مختصر جصاص، ارشاد، مختصر مسعودی، موجز الفرغانی، خزانۃ الفقہ اور جمل الفقہ میں ہیں۔

(5) **الجوهرة النيره**: اس کو جواہرۃ نیرہ بھی کہتے ہیں۔ یہ مختصر قدوری کی شرح ہے۔ جو سراج الوہاج سے مختصر کی گئی ہے۔ قدوری کے بیان میں اس کا حال معلوم ہو گا۔

(6) **جامع الرموز**: مختصر الوقایہ یعنی نقایہ کی شرح شمس الدین قہستانی کی ہے۔ مگر اتنی معتبر نہیں ہے۔ اس کا پورا حال نقایہ کی شرح میں ذکر کیا جائے گا۔

(7) **شرح جامع الصغير**: اس کے بہت سے شارحین ہے جن کی گنجائش نہیں۔ یہ امام محمد کی کتاب ہے۔

(8) **شرح جامع الكبير**: اس کے بھی بہت سے شارحین ہے جن کی گنجائش نہیں۔ یہ امام محمد کی کتاب ہے۔

(9) **جامع الكبير بلخی**: مصنف ابو الحسن عبید اللہ بن حسین کرخی حنفی ہے متوفیٰ (۳۴۰ھ) ہیں۔

(10) **الجامع الكبير فی الفتاوی**: مصنف امام ناصر الدین ابو القاسم محمد بن یوسف سمرقندی متوفیٰ (۵۵۶ھ) ہیں۔

(11) **جامع المسائل**: اس کے مصنف علامہ مصطفیٰ شمس الدین اختری حنفی ہے متوفیٰ (۹۶۸ھ) ہیں۔

(12) **جامع الفصولین**: مصنف شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل یا اسمٰعیل بن عبد العزیز متوفیٰ (۸۲۳/۸۱۸ھ) ہیں۔

(13) **جهد المقل**: مصنف شیخ عبد اللہ بن ملا محمد مکی بن فروخ مفتی مکہ مکرمہ ہیں۔ یہ کتاب (۱۰۸۵ھ) میں لکھی گئی ہے۔

(14) **چهار باب**: اس کے مصنف حضرت شاہ اہل اللہ ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بھائی ہیں۔

(15) **جامع المضمرات**: اس کو مضمرات بھی کہتے ہیں۔ یہ کتاب قدوری کی شرح ہے۔ مصنف اس کے جمال الدین یوسف بن محمد بن عمر یوسف صوفی گاذرونی معروف بہ شیخ عمر بزاز ہیں۔

حرف الحاء (ح)

(1) **حصر المسائل:** فقہ کی کتاب ہے۔اس کے مصنف امام ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی فقیہ ہے متوفیٰ (۳۸۲ھ) ہیں۔

(2) **الحاوی الحصیری:** اس کے مصنف امام محمد بن ابراہیم بن یونس حصیری حنفی ہیں۔ متوفیٰ (۵۰۰ھ) ہیں۔

(3) **الحاوی القدسی:** مصنف اس کے قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح قابسی غزنوی حنفی متوفیٰ تقریباً (۶۰۰ھ) ہیں۔
اس کو قدس (بیت المقدس) میں تصنیف کیا ہے۔ مصنف نے اس کتاب کو تین (3) قسم پر مرتب کیا ہے:

(۱) پہلی قسم میں اصول دین کو بیان کیا ہے۔
(۲) دوسری قسم میں اصول فقہ کو بتلایا ہے۔
(۳) تیسری قسم میں مسائل فقہیہ کو ذکر کیا ہے۔ اور اس میں ضروری مسائل بھی بیان کئے ہیں۔

(4) **الحاوی الزهدی:** اس کے مصنف شیخ ابو الرجا نجم الدین مختار بن محمود زاہدی غزمینی معتزلی متوفیٰ (۶۵۸ھ) ہیں۔

(5) **حمایه:** یہ فقہ کی کتاب ہے۔ اور یہ وقایہ کی شرح ہے۔

حرف الخاء (خ)

(1) **خزانة الاکمل** : یہ فقہ کی جامع کتاب چھ (6) جلدوں میں ہے اس کے مصنف ابو یعقوب یوسف بن علی بن محمد جرجانی حنفی نے اس کے دیباچہ میں بیان کیا ہے کہ یہ کتاب حنفیوں کے کل مصنیفات فقہیہ مسائل کو حاوی و محیط ہے اور سب کا حل اس میں ہے۔ اس کتاب کو اس طرز سے لکھا ہے ہے کہ پہلے مسائل کافی کے پھر جامعین کے پھر زیادات کے ابن زیاد، مجرد کرخی، شرح طحاوی، عیون المسائل وغیرہ کو بالترتیب لکھے ہیں۔ ابتدائے تالیف اس کتاب کی بروز عید الضحیٰ (۵۲۲ھ) میں ہوئی۔

(2) **خزانة الروايات**: اس کے مصنف قاضی جکن حنفی ہندی اس کتاب میں عام مسائل اور غریب روایتوں کو جمع کرنے اپنی عمر صرف کر دی ہے۔ اور اس کو کتاب العلم سے اس واسطے شروع کیا ہے کہ وہ اشرف العبادات ہے۔ مصنف نے بہت مشقت سے اس کو مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب ایک (1) جلد میں ہے۔ شروع اس کا یوں ہے (**الحمد لله الذی خلق الانسان وعلمه البيان**) مصنف قصبہ "کن" کے رہنے والے تھے جو گجرات کے علاقے میں ہے۔

(3) **خزانة المفتيين** : یہ فقہ کی کتاب ایک (1) بڑی جلد میں ہے۔ بڑی بڑی فقہ کی معتبر کتابوں سے روایات متقدمین اور مختارات متاخرین بلاذکر اختلاف کے اس میں جمع کے گئے ہیں۔ ماخذ اس کا ہدایہ، قاضی خان، خلاصہ، ظہیریہ، شرح طحاوی وغیرہا ہے۔ بماہ محرم (۷۳۰ھ) میں یہ کتاب تالیف ہوئی ہے۔ مصنف اس کے شیخ امام حسین بن محمد سمعانی حنفی ہیں۔ انہیں حضرت کی تصنیف کتاب "شافی شرح کافی" بھی ہے۔ یہ پوری کتاب (۸۶۳ھ) میں لکھی گئی اور اس پر عالمگیر بادشاہ کی مہر ہے۔

(4) **خزانة الفقه** : مصنف امام ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی فقیہ ہے متوفیٰ (۳۸۲ھ) ہیں۔ یہ کنز الدقائق جیسی ہے۔

(5) **خزانة الواقعات**: مصنف اس کے شیخ احمد بن محمد بن عمر ناطفی حنفی ہیں جو متوفیٰ (۴۴۲ھ) ہیں۔

(6) **خزانة الواقعات**: اس کے مصنف شیخ امام افتخار الدین طاہر بن احمد بخاری حنفی ہیں جو متوفیٰ (۵۴۲ھ) ہیں۔

(7) **خزانة الفتاوی**: اس کے بھی مصنف شیخ امام افتخار الدین طاہر بن احمد بخاری حنفی ہیں جو متوفیٰ (۵۴۲ھ) ہیں۔

(8) **خلاصة المفتی** : مصنف امام ناصر الدین ابو القاسم محمد بن یوسف سمرقندی ہے متوفی (۵۵۶ھ) ہیں۔

(9) **خلاصة الدلائل فی تنقیح المسائل** : یہ مختصر القدوری کی شرح ہے محشی ابن صبیح ہے۔ اور مفید کتاب ہے۔

حرف الدال (د)

(1) **الدر المختار** : یہ تنویر الابصار کی شرح ہے اور ایک (1) ضخیم جلد میں ہے۔ اسکے مصنف علامہ محمد علاء الدین حصکفی مفتی شام ہیں اور یہ مصنف علامہ صاحب بحر الرائق کے شاگردوں میں ہیں۔ شیخ خیر الدین رملی صاحب فتاویٰ نے جو آپ کے استاد ہیں۔ آپ کی سند میں بہت تعریف لکھی ہے اور یہ اقرار کیا ہے کہ آخر میں، میں نے بھی ان سے حدیث پڑھی ہے۔ تریسٹھ (63) کی عمر میں ۱۰ ماہ شوال (۱۰۸۸ھ) میں آپ کا انتقال ہوا۔

(2) **درالکنوز**: یہ علامہ فہامہ فقیہ سید احمد بن محمد، حسن بن عمار شرنبلالی کی ہے۔ آپ کا انتقال (۱۰۶۹ھ) میں ہوا۔
تحقیق لفظ شرنبلانی: "شُرُ نْبُلَالِی" شین اور راضمہ، نون ساکن، اور باء کے ضمہ کے ساتھ۔ یہ نسبت خلاف قیاس شبر ابلولہ شہر کی طرف ہے جو ملک مصر میں واقع اور موافق قیاس کے شبر ابولی ہوناتھا۔ (کذا فی خلاصۃ الاثر) اور علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ یہ نسبت شیر ابلول شہر کی طرف ہے۔ جیسا کہ دار الکنوز کے اخیر میں لکھا ہے۔

(3) **دررالحکام فی شرح غررالاحکام**: اسی کو درر مولانا خسرو کہتے ہیں۔ اور درر و غرر۔ فقہ کی مشہور کتاب ہے اور اس کے مصنف ملا محمد بن فرامرز مشہور ملا خسرو متوفیٰ (۸۸۵ھ) ہیں۔ یہ کتاب (۸۸۳ھ) میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس کتاب پر حواشی مولانا حسن بن عمار مصری شرنبلالی نے لکھے ہیں جو حاشیہ شرنبلالی نے مسائل شرع کو تحقیق کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔

حرف الذال (ذ)

(1) **ذخیرۃ الفتاوی**: اسی کو ذخیرہ برہانیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ فقہ میں بہت مستند کتاب ہے اور اس کے مجموعے کا نام مصنف نے ذخیرہ رکھا ہے۔ اس کا ذکر فتاویٰ میں کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حرف الراء (ر)

(1) **رمزالحقائق**: یہ کنزالدقائق کی شرح ہے۔ مصنف اس کے قاضی بدرالدین محمود ابن عینی متوفی (۸۵۵ھ) ہیں۔

حرف الزا(ز)

(1) **الزیادات:** اس کے مصنف حضرت امام محمد بن حسن شیبانی مجتہد فقیہ حنفی متوفیٰ(۱۸۹ھ)ہیں۔اس کا نام زیادات کیوں رکھا اس میں کئی قول ہیں۔

(۱): یہ کہ امام محمد صاحب امام ابو یوسف کے درس میں ہمیشہ شریک ہوا کرتے اور ان کی تقریروں لکھا کرتے تھے۔ایک روز امام ابو یوسف کی زبان سے یہ بات گئی کہ ان مسائل کی تخریج محمد بن حسن کے لیے مشکل ہے۔یعنی اس کو ترتیب کے ساتھ مرتب کرنا اور باب باب بنا دینا دشوار کام ہے۔جب یہ خبر امام محمد نے سنی تو ان تقریروں کو مرتب کر ڈالا اور بھی مسائل جزئیات بطور تعریفات کے زیادہ کر کے باب باب علیحدہ علیحدہ بنا دیئے اور اس مرتب مسائل کے مجموعے کا نام زیادات رکھا یعنی ابو یوسف کی تقریروں پر یہ زیادہ کئے ہوئے مسائل جزئیات ہیں۔

(۲): یہ کہ امام محمد جب جامع کبیر کی تصنیف سے فارغ ہوئے ان کو بہت سے جزئیات مسائل یاد پڑے جو جامع کبیر کے لکھتے وقت یاد نہ آئے تھے۔سو ان کو پھر جمع کیا اور اس مجموعہ کا نام زیادات رکھا یعنی جامع کبیر کے مسائل سے زیادہ یہ مسائل ہیں۔

(۳): یہ کہ امام ابو یوسف کے امالی کو اصلی قرار دے کر امام محمد ایک باب بنا کر اس کے مکمل ہو جانے کی غرض سے اس میں وہ مسائل زیادہ کرتے تھے جو امام ابو یوسف کی تقریروں میں مذکور نہ ہوتے۔جب یہ تقریر و تحریر ختم ہو چکی تو اس مجموعے کا نام زیادات رکھا یعنی کہ امام ابو یوسف کے کلام پر یہ زیادہ کئے گئے ہیں۔

اس زیادات کے ابواب اس لیے مرتب نہیں ہیں کہ امام محمد نے امام ابو یوسف کے درس میں جانا ترک کر دیا تھا جن مضامین کی تقریر بطریق املا ابو یوسف نے کی تھی انہیں کو امام محمد نے جمع کر کے مسائل ان پر بڑھا دیئے اور اس زیادات کو کتاب الزیادات بھی کہتے ہیں۔

(2) **زیادات الزیادات:** یہ بھی امام محمد کی تصنیف سے ہے۔زیادات کی تصنیف کرنے کے بعد ان کو پھر اور بہت سے ایسے مسائل یاد پڑے جن کو زیادات کے لکھتے وقت بھول گئے تھے،پھر ان کو لکھ کر سات(7) بابوں پر مرتب کیا۔

(3) **شارح زیادات:** اس کے بہت سے شارحین ہے جن کی گنجائش نہیں۔یہ امام محمد کی تصنیف ہے۔

(4) **زاد المسافر:** مصنف فقیہ عالم بن علاء حنفی متوفیٰ(۲۸۶ھ)ہیں۔مشہور فتاویٰ تاتارخانیہ کے نام سے ہے۔

حرف السین (س)

(1) **السیر الکبیر:** یہ امام محمد صاحب کی آخری تصنیف ہے۔ عراق کے سفر سے مراجعت کرنے کے بعد اس کتاب کو تصنیف کیا۔ ان میں امام ابو یوسف کا کہیں صراحتاً ذکر نہیں کیا۔ اس کتاب کی تصنیف کے قبل ان دونوں صاحبوں میں کچھ شکر رنجی ہوچکی تھی اور جہاں کہیں امام ابو یوسف کی روایت کی حاجت معلوم ہوتی وہاں بطریق کنایہ "اخبرنی الثقہ" کرکے ذکر کیا ہے اور ثقہ سے مراد امام ابو یوسف ہیں۔ اس کی تصنیف کا یہ سبب ہوا کہ اوزعی نے امام محمد کی سیر صغیر کو دیکھ کر کہا کہ یہ کس کی تصنیف ہے۔ لوگوں نے کہا محمد عراقی کی ہے۔ یہ سنتے ہی بے ساختہ اوزاعی کی زبان سے نکل گیا کہ عراق والوں کو اس باب میں تصنیف سے کیا نسبت ہے۔ اس لیے کہ ان لوگوں کو سیر کا علم نہیں ہے۔ جب یہ خبر امام محمد کو پہنچی کہ اوزاعی نے ایسا کلام کیا تو امام نے سیر کبیر تصنیف کی۔ اتفاقاً اس کو بھی اوزاعی نے دیکھا اور کہا کہ اگر اس میں احادیث مروی نہ ہوتیں تو میں ضرور کہتا کہ اس کا مصنف اپنی طرف سے علمی باتیں بنا کر کہتا ہے۔ غرض کہ امام محمد صاحب نے اس سیر کبیر کو ساٹھ (60) جلدوں میں لکھوایا۔ اس سیر کبیر کی شرح امام شمس الائمہ سرخسی متوفیٰ (۴۸۳ھ) نے دو (2) بڑی جلدوں میں کی ہے۔ اس کی اوز جند میں ابتداء ہوئی اور مصنف نے وہیں اس کو قید خانے میں تصنیف کیا ہے اور بماہ جمادی الاولی (۴۸۰ھ) مرغینان میں یہ کتاب ختم ہوگئی۔

(2) **السراج الوھاج:** یہ مختصر القدوری کی شرح ہے۔ اس کا ذکر قدوری میں کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(3) **السراجیہ:** یہ فتاوے کی کتاب ہے۔ اس سے بھی تاتارخانیہ میں نقل کرتے ہیں۔ یہ منیتہ المصلی کے ماخذوں میں سے ایک ہے۔ اس کا مختصر حال فتاوے میں کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالی۔

حرف الشین (ش)

(1) **شافی:** یہ کافی کی شرح ہے اواس کے مصنف شیخ ابو البقا محمد بن احمد ضیاء مکی متوفیٰ (۸۵۴ھ) ہیں۔

حرف الضاد (ض)

(1) **ضوء السراج:** یہ فرائض سراجیہ کی شرح ہے۔

حرف الغین (غ)

(1) **غمز عیان البصائر**: یہ شرح اشباہ والنظائر کی مثل حاشیہ کے ہے اور حاشیہ حموی کے نام سے مشہور بھی ہے۔ (۱۰۹۷ھ) میں علامہ سید احمد بن محمد حموی نے اس کو تصنیف کیا ہے۔

حرف الفاء (ف)

(1) **فرائض الطحاوی**: مصنف اس کے علامہ احمد بن محمد مصری حنفی متوفیٰ (۳۲۱ھ) ہیں۔

(2) **الفرائض السراجیہ**: فرائض میں یہ بڑی مقبول کتاب ہے۔ اس کے مصنف کا نام امام سراج الدین محمد بن محمد بن عبد الرشید سجاوندی حنفی ہے۔ اس کو فرائض سجاوندی بھی کہتے ہیں۔ اس کی شرحیں بہت سے علماء نے کی ہیں۔ جن میں محمد بن احمد بن عبد العزیز دمشقی متوفیٰ (۷۶۴ھ) نے بھی لکھی ہے اور شرح کا نام "المواهب المكيه فی شرح الفراض السراجيه" رکھا ہے، شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی مصری حنفی متوفیٰ (۷۸۶ھ) نے لکھی ہے، علامہ تفتازانی سعد الدین مسعود بن عمر متوفیٰ (۷۹۱ھ) نے بھی لکھی ہے، شیخ شہاب الدین احمد بن محمود سیواسی متوفیٰ (۸۰۳ھ) نے لکھی ہے، جناب علامہ سر سید شریف علی جرجانی حنفی متوفیٰ (۸۱۴ھ) نے بھی اس کی بہت عمدہ شرح لکھی ہے، برہان الدین حیدر بن محمد ہروی شاگرد تفتازنی متوفیٰ (۸۳۰ھ) نے بھی لکھی ہے، مولانا شمس الدین احمد بن سلیمان (ابن کمال باشا) متوفیٰ (۹۴۰ھ) نے بھی لکھی ہے اور سمر قند میں یہ شرح تمام ہوئی ہے۔ یہ شرح شریف ایسی مقبول انام و پسند ہوئی ہے کہ بڑے بڑے نامی گرامی علماء کرام نے اس پر حواشی لکھے ہیں۔ بسبب طوالت کے محشیوں کے نام فروز گزاشت کئے گئے ہیں۔

حرف القاف (ق)

(1) **قدوری:** اس کو مختصر القدوری بھی کہتے ہیں۔ یہ فقہ میں بڑی معتبر کتاب ہے۔ اس پر کل علمائے احناف کا اتفاق ہے۔ اس کے مصنف امام ابو الحسن احمد بن محمد قدوری بغدادی حنفی ہیں جن کا انتقال (۴۲۸ھ) میں ہوا ہے۔ مختصر القدوری کا شروع یوں ہے (**الحمدللہ رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلوة علی رسولہ محمد و الہ اجمعین**)۔ جہاں فقہ حنفی میں لفظ کتاب بولا جائے وہاں یہی متن متین مراد ہوتا ہے۔ ملا کاتب چلپی نے اس کے حال میں لکھا ہے (**وھو متن متین معتبر متداول بین الائمة الاعیان---وشھرتہ تغنی عن البیان**) صاحب مصباح نے اس کے حال میں یوں لکھا کہ وبا کے زمانے میں حنفیہ اس کو پڑھ کر برکت حاصل کرتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ اس کا ورد شروع کرتے ہیں۔ اس کی برکت سے وہ بیماری دور ہو جاتی ہے اور یہ مبارک کتاب ہے۔ جو اس کو یاد کرے گا وہ محتاجی سے بچا رہے گا یہاں تک کہ علماء نے فرمایا نیک بخت استاد سے جو اس کو پوری پڑھ لے اور ختم کے بعد اگر استاد اس کے لیے برکت کی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنے دراہم عطاء فرمائے گا جتنے مسائل اس کتاب میں ہیں۔

پھر ملا کاتب چلپی نے لکھا ہے کہ مجمع کے شروع میں لکھا ہے کہ "مختصر قدوری میں فقہ کے بارہ ہزار (12000) مسئلے لکھے ہیں"۔ اس متبرک کتاب کی بہت سے اکابر علماء نے شرحیں لکھی ہیں جن میں سے چند شرحوں کا حال درج ذیل ہے۔

(۱) شرح امام احمد بن محمد کی ہے جو مشہور ابن نصیر الاقطع ہیں۔ ان کی شرح دو (2) جلدوں میں ہے۔

(۲) شرح امام نجم الدین مختار بن محمود زاہدی حنفی کی تین (3) جلدوں میں ہے۔ متوفیٰ (۶۵۸ھ) ہے۔

(۳) شرح علامہ محمد بن ابراہیم رازی کی ہے جن کو (نوری شارح مختصر قدوری) کہتے ہیں۔ متوفیٰ (۶۱۵ھ) ہے۔

(۴) شرح امام ابو بکر بن علی کی تین (3) جلدوں میں ہے اور نام شرح کا "السراج الوھاج" رکھا ہے اور یہ شارح حدادی عبادی کر کے مشہور ہیں۔ وفات شارح کی تقریباً (۸۰۰ھ) میں ہوئی لیکن حدادی کی شرح کی نسبت علامہ برکلی رومی نے یہ جملہ لکھا ہے کہ "یہ شرح بھی مجملہ کتب متداولہ ضعیفہ غیر معتبرہ کے ہے"۔ پھر حدادی نے اپنی اسی شرح کو مختصر کر کے اس کا نام "**جوھرہ نیرہ**" رکھا ہے۔

(۵) شرح ابو المعالی عبد الرب بن منصور غزنوی کی دو (2) جلدوں میں ہے۔ اس شرح کا نام "**ملتمس الاخوان**" ہے۔ متوفیٰ (۵۰۰ھ) ہے۔

(۶) شرح علامہ ابراہیم بن عبد الرزاق بن خلف کی ہے جن کو ابن المحدث کہتے ہیں اور ان کی شرح نامکمل ہے۔ متوفیٰ (۶۹۵ھ) ہے۔

(۷) شرح علامہ محمود بن احمد قونوی کی چار (4) جلدوں میں ہے۔ اس شرح کا نام "**التفرید**" متوفیٰ (۷۷۰ھ) ہے۔

(۸) شرح بدر الدین محمد بن عبد اللہ شبلی دمشقی طرابلسی کی ہے۔اس شرح کا نام "الینا بیع فی معرفۃ الاصول والتفاریع" ہے۔ متوفیٰ(۷۶۹ھ) ہے۔

(۹) شرح شیخ الاسلام محمد احمد اسبیجابی کی ہے۔

(۱۰) شرح محمد شاہ بن محمد متوفیٰ(۹۳۹ھ) ہے۔شارح کو ابن الحاج حسن کہتے تھے۔

(۱۱) شرح حسام الدین علی بن احمد مکی رازی متوفیٰ(۵۹۸ھ) ہے۔اس کا نام "خلاصۃ الدلائل فی تنقیح المسائل" ہے۔ یہ مختصر شرح بڑی مفید اور نافع ہے۔اس شرح پر ابن صبیح احمد بن عثمان ترکمانی متوفیٰ(۷۴۴ھ) نے تین (3) حاشیے لکھے ہیں۔

(☆) پہلا حاشیہ مشکلات شرح کے حل میں ہے۔

(☆) دوسرا حاشیہ ان مسائل ہدایہ کو لکھا ہے جن کو شارح نے چھوڑ دیا تھا۔

(☆) تیسرا حاشیہ ان احادیث پر کلام و جانچ کی ہے جن کو شرح میں شارح نے درج کیا اور اس تیسرے حاشئے کا نام "الطرق والوسائل الی معرفۃ احادیث خلاصۃ الدلائل" ہے اور (۷۳۰ھ) میں مصنف اس حاشیے سے فارغ ہوئے۔

(۱۲) شرح رکن الائمہ صباغی کی ہے۔نام ان کا امام عبد الکریم بن محمد بن علی صباغی ابو المکارم مدینی ہے۔شارح نے فقہ ابو الیسر محمد بن محمد بزدوی سے پڑھی ہے۔

(۱۴) شرح ابو العباس احمد بن حسین بن ابی عوف جو قاضی کے نام سے مشہور تھے۔یہ ملا علی قاری نے اپنی کتاب طبقات الفقہاء میں لکھا ہے کہ۔یہ قاضی صاحب علمائے یمن سے تھے۔علاوہ ان کے اور بہت علماء ہیں جنہوں نے قدوری کو مختصر کیا ہے اور اس کا تکملہ بھی لکھا ہے۔ جنہوں اس کو نظم کیا۔ان میں سے دو عالم کے نام لکھے جاتے ہیں۔

(☆) ابو المظفر محمد بن اسعد متوفیٰ(۵۶۷ھ) ہیں۔یہ ابن الحکیم کے نام سے مشہور تھے۔

(☆) ابو بکر بن علی سراج الدین عاملی حنفی متوفیٰ(۷۶۹ھ) ہیں۔

حرف الکاف (ک)

(1) **کنزالدقائق**: یہ فقہ میں متن متین معین فقہاء مقلدین ومفید مقتبین وموید مدرسین نتیجہ اقوال مجتہدین نافع طلاب دافع شک وارتیاب آئین انصاف قانون احناف عمدہ مصنفات زبدہ مولفات قابل درس و تدریس ہے۔ اس میں عبادات ومعاملات کے مسائل بڑے متانت واختصار کے ساتھ موجود ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ مصنف اس کے حضرت امام مولانا ابوالبرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفیٰ (۷۱۰ھ) ہیں۔ نسفی نسبت شہر نسف کی طرف ہے جو بلاد ماوراالنہر میں ہے۔ امام نسفی اپنے زمانے میں اصول وفروع میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ یہ شمس الائمہ کردری کے شاگرد رشید تھے اور شمس الائمہ کردری صاحب ہدایہ کے شاگرد رشید تھے۔ ان کی تصانیف بہت معتبر مانی جاتی ہے "کنز الدقائق، وافی، کافی شرح وافی، مصفی، مستصفی، منار الاصول، کشف الاسرا شرح منار، تفسیر مداک التنزیل" وغیرہا انہی کی یادگار ہیں۔ جن پر ہزاروں اکابر علماء نے طبع آزمائی کی ہے "نافع کبیر" میں "اعلام الاخیار" سے نقل کیا ہے کہ ابن ساعاتی صاحب مجمع البحرین جو فقہ میں ایک مشہور ومستند متن ہے۔ انہی حضرت کی شاگردی کا فخر رکھتے ہیں۔ اسی طرح نہایہ شرح ہدایہ والے بھی نسفی کے شاگردوں میں تھے۔ یہ کنز الدقائق وافی کتاب مذکور کا ملخص ہے۔ فقہاء نے اس کی بہت سی شرحیں لکھی ہیں۔

ایک تبیین الحقائق: تصنیف امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلی متوفیٰ (۷۴۳ھ) کی ہے۔ اس کا شروع یوں ہے (**الحمدللہ الذی شرح قلوب العارفین**)۔

دوسری رمز الحقائق: تصنیف قاضی بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفیٰ (۸۵۵ھ) کی ہے۔ اس کا شروع یوں ہے۔ (**ان اجل مایستھل بہ اللسان بالبیان**)۔

تیسری البحر الرائق: تصنیف علامہ زین الدین بن نجیم مصری متوفیٰ (۹۷۰ھ) کی ہے۔ اس کا شروع یوں ہے۔ (**الحمدللہ الذی دبر الانام بتدبیرہ القوی**)۔

چوتھی شرح: ملا مسکین معین الدین ہروی کی ہے۔

پانچویں شرح: قاضی عبد البرین محمد (ابن شحنہ) حلبی متوفیٰ (۹۲۱ھ) کی ہے۔

چھٹی شرح: قاضی زین الدین عبد الرحیم بن محمود عینی متوفیٰ (۸۶۴ھ) کی ہے۔

ساتویں شرح: مولانا مصطفیٰ بن بالی (بالی زادہ) کی ہے جس کو (۱۰۳۶ھ) میں ختم کیا ہے اور اس کا نام "**الفوائد فی حل المسائل والقواعد**" ہے اور یہ شرح "**مرادخانیہ**" کے نام سے مشہور ہے۔

آٹھویں شرح: شیخ قوام الدین ابو الفتوح مسعود بن ابراہیم کرمانی متوفیٰ (۷۴۸ھ) کی ہے۔

نویں شرح: ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عمر صالحی حنفی دمشقی مفتی شام متوفیٰ (۹۵۰ھ) کی ہے۔

دسویں شرح: عزیز الدین یوسف بن محمود رازی طہرانی کی دو(2) جلدوں میں ہے اور یہ زیلعی کی مختصر کا شرح ہے۔
یہ شہر قاہرہ میں (۷۷۳ھ) کو تمام ہوئی۔
گیارہویں شرح: علامہ شیخ بدر الدین محمد بن عبد الرحمٰن عیسیٰ دیری حنفی کی ہے۔اس شرح کا نام "**المطلب الفائق**" ہے۔
یہ شرح سات(7) جلدوں میں ہے۔
بارہویں شرح: ابو حامد محمد بن احمد بن ضیاء مکی متوفیٰ(۸۵۸ھ) کی ہے۔
تیرہویں شرح: ابراہیم بن محمد قاری حنفی کی شرح ممزوج مسمی "**المستخلص**" ہے۔یہ (۹۰۷ھ) کو تمام ہوئی۔
چودھویں شرح: النہر الفائق مولانا سراج الدین عمر بن نجیم مصری صاحب بحر رائق کے بھائی کی ہے۔
ان کے علاوہ اور بھی شروح ہیں لیکن یہاں طوالت کی وجہ سے انہیں فروگزاشت کیا گیا ہے۔

(2) **کافی**: اس کتاب میں امام محمد کی مبسوط اور ان کے جوامع سے مسائل فقہ انتخاب کر کے جمع کئے گئے ہیں۔ مصنف اس کے حاکم شہید محمد بن محمد حنفی ہیں۔ اس کی تعریف میں ملا کاتب چلپی نے کشف الظنون میں یہ جملہ لکھا ہے "وھو کتاب معتمد فی نقل المذھب"۔ اس کتاب کی کئی شرحیں ہیں۔ جن میں ایک شرح شمس الائمہ سرخسی کی ہے جو مبسوط سرخسی نام سے مشہور ہے۔ شروح ہدایہ وغیرہ میں جہاں کہیں مبسوط مطلق بلا کسی نسبت کے آئے، وہاں یہی مبسوط سرخسی شرح کافی مراد ہوگی، دوسری شرح امام احمد بن منصور اسبیجابی کی ہے اور تیسری اسمٰعیل بن یعقوب انباری متکلم کی ہے۔

حرف اللام (ل)

(1) **اللباب**: یہ قدوری کی شرح ہے۔ کشف الظنون میں لکھا ہے۔

(2) **لباب**: یہ ہدایہ کی شرح ہے۔ کشف الظنون میں لکھا ہے۔

(3) **لباب المناسک**: اس کتاب میں حج کے احکام شیخ رحمۃ اللہ سندھی مکی نے اختصار کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ اس کا شروع یوں ہے (الحمد للہ اکمل الحمدہ) اس کی شرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت عمدہ لکھی ہے۔ اور ملا علی قاری کی شرح کا شروع یوں ہے (الحمد للہ الذی اوضح المحجۃ باوضع الحجہ) یہ بہت ہی مفید شرح ہے۔

حرف المیم (م)

(1) **مبسوط:** اس کا نام "اصل" ہے۔ مصنف اس کے امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم فقیہ مجتہد حنفی متوفیٰ(۱۸۲ھ) ہیں۔ امام ابو یوسف کا بیان کتاب ہذا میں گزر چکا ہے۔

ذکر مبسوطات

(2) **مبسوط:** مصنف اس کے امام محمد بن حسن شیبانی مجتہد فقیہ حنفی متوفیٰ(۱۸۹ھ) ہیں۔ یہ بھی کتب ظاہر الروایت میں ہے۔ امام محمد کی مبسوط کے نسخے متعدد ہیں۔ اور بہت معتبر ابو سلیمان جوزجانی کی روایت والی مبسوط ہے۔ اس کی شرح اکابر علماء نے کی ہے۔ جن میں شیخ الاسلام ابو بکر خواہر زادہ ہیں۔ ان کی شرح کو "مبسوط بکری" کہتے ہیں، شمس الائمہ حلوانی نے بھی اس کی شرح کی ہے مگر ان کی شرح ایسی ممزوج ہو گئی ہے کہ امام محمد اور شمس الائمہ کے کلام میں فرق نہیں معلوم ہوتا۔ جیسا کہ جامع صغیر کے شارحین نے کیا ہے۔ جیسے فخر الاسلام بزدوی اور قاضی خان ہیں۔ کہ ان کی جامع صغیر کی شرح ممزوج و مخلوط ہو گئی ہے کہ پتا نہیں لگتا کہ امام محمد کا قول کون سا ہے اور شارح کا کون سا ہے۔ جہاں فقہ کی کتابوں میں مطلق مبسوط بولیں وہاں یہی امام محمد کی مبسوط مراد ہو گی اور شروح ہدایہ میں جہاں کہیں مبسوط بولیں وہاں مبسوط سرخسی مراد ہو گی جو کافی کی شرح ہے۔

امام شافعی صاحب نے امام محمد صاحب کی مبسوط کو اس قدر پسند کیا اور مفید سمجھا کہ اس کو زبانی یاد کر لیا تھا۔

(3) **مبسوط:** فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی کی ہے فصول العمادی کی آٹھویں(8) فصل میں اس کا ذکر موجود ہے۔

(4) **مبسوط الحلوانی:** یہ شمس الائمہ حلوانی عبد العزیز بن احمد بخاری حنفی کی تصنیفات سے ہے۔

(5) **مبسوط السرخسی:** یہ مبسوط پندرہ(15) جلدوں میں ہے۔ اس کو شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی نے اوزجندی کے قید خانے میں تصنیف کی ہے اور ہر باب کے آخر میں اپنے حسب حال کا کچھ مسائل ذکر کئے ہیں۔ یہی مبسوط ہے جو حاکم کی کافی کی شرح ہے۔

(6) **مبسوط خواہر زادہ:** یہ مبسوط بھی پندرہ(15) جلدوں میں ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ خواہر زادے کی دو(2) مبسوط ہیں۔ ایک مبسوط بکری جو امام محمد کی مبسوط کی شرح ہے۔ دوسری ان کی خاص مبسوط ہے واللہ اعلم۔ خواہر زادے کا نام شیخ الاسلام ابو بکر محمد بن حسین حنفی بخاری متوفیٰ(۴۸۳ھ) ہے۔ ان کو بکر خواہر زادہ کہا کرتے تھے۔ کذا فی کشف الظنون۔

ان کو خواہر زادہ شاید اس لیے کہا کرتے تھے کہ ان کی بہن نے ان کی پرورش کی تھی۔

(7) **مبسوط السید:** مصنف اس کے امام سید ابو شجاع محمد بن احمد بن حمزہ سمرقندی حنفی ہیں۔ رکن الاسلام علی سغدی اور امام حسن ماتریدی کے معاصر تھے۔ انہوں نے(۵۰۰ھ) کے قبل انتقال فرمایا ہے۔

(8) **مبسوط صدرالاسلام :** مصنف اس کے امام صدرالاسلام ابو الیسر محمد بن محمد بزدوی ہیں۔ فخر الاسلام ابو الحسن علی بزدوی اصولی کے بھائی اور ماوراء النہر میں یہ صدرالاسلام محمد بزدوی کے امام مانے گئے ہیں۔ وفات بخارا میں (۴۹۳ھ) ہے۔

(9) **مبسوط السید :** مصنف اس کے فخر الاسلام ابو الحسن علی بن محمد بزدوی حنفی ہیں۔ یہ مبسوط گیارہ (11) جلدوں میں ہے۔ یہ بڑے کامل اصولی تھے۔ یہ جامع کہ شارح بھی ہیں۔ اصول بزدوی ان کی مشہور کتاب ہے۔

(10) **مختصر الطحاوی :** یہ فقہ کی بڑی مستند اور معتبر کتاب ہے۔ اس کے مصنف امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی محدث حنفی ہیں ان کی ولادت شب یک شنبہ ۷ اربیع الاول (۲۲۹ھ) یا (۲۳۰ھ) میں ہوئی۔ اور وفات (۳۲۱ھ) میں ہوئی۔

بستان المحدثین میں لکھاہے کہ طحاوی مجتہد منتسب تھے محض مقلد حنفی نہ تھے۔ اس مختصر طحاوی کا شروع یوں ہے۔

(بالحمد للہ ابتدی و ایاہ استھوی) اس میں امام طحاوی نے ان اعتراضات کے جوابات شافی دیئے ہیں جو امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد پر کئے گئے تھے۔ بڑے بڑے فقہاء نے شرحیں لکھی ہیں چند شارح کے نام یہ ہے۔

(۱) امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی۔

(۲) شمس الائمہ سرخسی رحمتہ اللہ علیہ۔

(۳) شیخ الاسلام بہاء الدین علی بن محمد سمرقندی اسبیجابی۔

(۴) ابو نصر احمد بن منصور اسبیجابی۔

(۵) ابو نصر احمد بن محمد معروف بہ ابن الاقطع۔

(۶) علامہ محمد بن احمد خجندی اسبیجابی۔

(۷) ابو عبد اللہ حسین بن علی قمری۔

(۸) ابو بکر احمد بن علی وراق رازی حنفی۔

(۹) ابو نصر احمد بن محمد بن مسعود الوبری حنفی۔ وغیرہم۔ **ھکذا استفدت کشف الظنون۔**

(11) **المنتقی :** اس کے مصنف حاکم شہید ابو فضل محمد بن احمد ہیں جو (۳۳۴ھ) میں شہید ہوئے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ منتقی اس زمانے میں دستیاب نہیں ہوتی۔ حاکم زہید صاحب منتقی کا قول ہے کہ میں نے تین سو (300) کتابوں سے (مثل امالی ونوادر کے) مسائل چن کر اس منتقی میں جمع کئے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ امام محمد کی کتابوں کو حاکم شہید نے اچھی طرح دیکھا پس ان میں جتنے مکررات مسائل تھے سب کو حذف کر دیا اور بعد حذف کے جو کچھ رہا اس کا نام منتقی رکھ لیا۔ اسی زمانے میں حاکم شہید نے امام محمد رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ غصہ ہو کر حاکم سے یوں خطاب کرنے لگے کہ تم نے ہماری کتاب میں ایسی دست اندازی اور بیجا تصرف کیوں کیا؟ حاکم نے جواباً عرض کیا کہ فقہاء پست ہمت ہو گئے ہیں اتنی بڑی کتاب کے دیکھنے کی ہمت

نہیں کرتے۔ اس لیے میں نے مکررات کو حذف کر دیا تا کہ اس کی شہرت ہو۔(یعنی لوگ اس کو لکھیں اور پڑھیں پڑھائیں) اس کے جواب میں امام محمد نے خفا ہو کر فرمایا کہ خدا تم کو کاٹے جیسا تم نے ہماری کتاب کو کاٹا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسی سبب سے ترکوں نے غدر کے زمانے میں حاکم شہید کو دو بڑے درختوں کے سر پر باندھ کر دو ٹکڑے کر ڈالا تھا۔ واللہ اعلم۔

(12) **مراقی الفلاح:** یہ فقہ کی نہایت عمدہ مفید مختصر کتاب ہے۔ یہ کتاب امداد الفتاح شرح نور الایضاح کا مختصر ہے۔ ان تینوں (3) کتابوں کے مصنف علامہ ابو الاخلاص حسن شرنبلالی فقیہ ہیں۔

(13) **مضمرات:** یہ کتاب قدوری کی شرح ہے۔ مصنف اس کے جمال الدین یوسف بن محمد بن عمر یوسف صوفی ہیں۔

(14) **ملتقی الابحر:** یہ فقہ میں معروف و مشہور متن ہے۔ اس کے مصنف شیخ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفیٰ (۹۵۶ھ) ہیں۔ اس میں مسائل مختصر قدوری، در مختار، کنز اور وقایہ کے بہت سہل اور صاف عبارت میں لکھے ہیں کہ جس کو متوسط استعداد والا بھی بخوبی سمجھ سکے اور اس میں مصنف نے راجح اقوال کو مقدم کیے اور بہت کوشش کی ہے کہ متون اربعہ میں سے کوئی مسئلہ چھوٹنے نہ پائیں اور اس میں ان کو کامیابی بھی ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ملک اس کا شہرہ ہوا اور اس کی شہرت عالمگیر ہوگئی اور اکابر علمائے احناف نے اس کو معتبر خیال کر کے اس کے مسائل کو تسلیم کر لیا ہے۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ ۳ رجب (۹۲۳ھ) میں اس متن کو پورا کر کے فارغ ہو گئے۔ فقہائے کبار و علمائے ذی وقار اس کے درس و تدریس میں بڑی ہمت کے ساتھ مشغول رہا کرتے یہاں تک کہ سابقہ فقہاء نے اس کی بہت سی شرحیں لکھی ہیں۔ اس کی سترہ شرحوں کا پتا لگتا ہے جن میں سے بہت مشہور اور معتبر کئی شرحوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) مصنف کے شاگرد علی حلبی متوفیٰ (۹۶۷ھ) کی شرح ہے۔

(۲) شرح محمد بن محمد معروف ابن البہنسی اور مشائخ دمشق متوفیٰ (۹۸۷ھ) ہے۔ یہ کتاب البیوع تک ہے۔

(۳) شرح شیخ علامہ نور الدین علی باقانی شاگرد ابن البہنسی کی مسمیٰ "مجری الانہر علی ملتقی الابحر" ہے۔ باقانی کے استاد ابن البہنسی نے باقانی کے پڑھتے وقت "ملتقی الابحر" کی جو شرح لکھی تھی اور ناتمام رہ گئی تھی، اسی کو گویا باقانی نے پورا کر دیا۔ باقانی نے "مجری الانہر" کی ابتداء (۹۹۰ھ) میں کی تھی، مگر بسبب ناغہ ہونے اور موانع پیش آنے کے اس کے تمام کرنے میں دیر ہوگئی یہاں تک کہ (۹۹۳ھ) میں باقانی کی شرح ابن البہنسی کی مسمیٰ "مجری الانہر" تمام ہوئی۔

(۴) شرح شیخی زادہ کی "مجمع الانہر" جو بہت مشہور اور معتبر ہے۔ یہ شرح (۱۰۷۷ھ) میں لکھی گئی ہے۔ اس کے مصنف قاضی القضاۃ عبد الرحمٰن بن الشیخ محمد بن سلیمان متوفیٰ (۱۰۷۸ھ) ہیں۔

(۵) شرح علامہ محمد بن علی علاء الدین حصکفی دمشقی صاحب در مختار متوفیٰ(۱۰۸۸ھ) کی ہے جس کا نام "الدرر المنتقی فی شرح المتقی" رکھا ہے۔ جو حاشیہ مجمع النهر پر چھپی ہوئی موجود ہے۔

(۶) شرح قاضی قسطنطنیہ حضرت سید محمد حلبی کے نام سے مشہور ہیں۔

(15) **منیتة المصلی وغنية المبتدی**: یہ چھوٹی سی معتبر کتاب حنفیوں میں متداول و متدارس ہے۔ مصنف اس کے علامہ سید بدر الدین کاشغری ہیں۔ اس کی دو شرحیں بہت مشہور ہے۔ کبیری اور صغیری۔ تعجب کا مقام ہے کہ کسی شارح نے مصنف منیتہ المصلی کا کچھ حال نہ لکھا۔ ایک شرح اس کی ابراہیم بن محمد حلبی نے ایک (1) جلد میں بنام "غنية المستملی" لکھی اور اس کو علماء نے پسند کر لیا ہے۔ پھر طلباء کی آسانی کے واسطے اس کو مختصر کر دیا۔ حلبی کا انتقال (۹۵۶ھ) میں ہوا۔ حلبی کی شرح کا شروع یوں ہے (الحمد لله جاعل الصلوة عماد الدين) اور اس کی شرح ابن امیر حاج محمد بن محمد حنفی متوفیٰ(۸۷۹ھ) نے بھی لکھی ہے جس کا نام "حلية المحلى و بغية المهتدى فى شرح منية المصلى" ہے۔ حلبی کی شرح سے ابن امیر حاج کی شرح بڑی ہے۔ بڑی شرح کا شروع یوں ہے (الحمد لله عظيم الفضل)۔ اور بھی اس کی شرح عمر بن سلیمان نے (۱۰۷۵ھ) میں لکھی ہے اور ان کی شرح ممزوج ہے اور حلبی کی شرح سے بھی چھوٹی ہے۔ اس چھوٹی شرح کا شروع یوں ہے (الحمد لله جاعل الصلوة عماد الدين)۔

(16) **منحتة الخالق على البحر الرائق**: یہ حاشیہ بحر الرائق کا ہے۔ مصنف اس کے خاتمہ المحققین علامہ سید محمد امین (ابن عادین) شامی متوفیٰ(۱۲۵۲ھ) ہیں۔ یہ حاشیہ بحر الرائق کے حاشیہ پر چھپا ہوا ہے۔

ذکر محیطات

(1) **محیط برهانی**: اس کے مختصر کا نام ذخیرہ ہے۔ اس کے مصنف برہان الدین محمود بن تاج الدین احمد ہیں۔ یہ محیط کئی جلدوں میں ہے۔ اس کا شروع یوں ہے (الحمد لله خالق الاشباح بقدرته و فالق الاصباح برحمته) اسی کو بڑی محیط کہتے ہیں۔ اور بعضوں نے محیط سرخسی کو بڑی محیط کہا ہے۔ بڑی محیط جس کو محیط برہانی کہتے ہیں۔ اس کے مصنف رضی الدین محمد بن محمد سرخسی نہیں ہے بلکہ برہان الدین محمود ہیں۔ بڑی محیط تین (3) جلدوں میں ہے۔ جلد اول (کتاب الطهارة سے حج) دوسری جلد (اقرار سے مضاربہ) تیسری جلد (قسمہ سے رجوع من الشهادة) تک ہے۔

(2) **محیط رضوی:** اس کے مصنف رضی الدین بن علاء الصدر الحمید تاج الدین محمد بن محمد سرخسی حنفی متوفیٰ (۶۷۱ھ) ہیں۔ ان کی تصنیف سے تین (3) محیطیں ہیں:

(1) کبریٰ: بڑی محیط یہ دس (10) جلدوں میں ہے۔

(2) وسطیٰ: درمیانی محیط یہ چار (4) جلدوں میں ہے۔

(3) صغریٰ: چھوٹی محیط یہ دو (2) جلدوں میں ہے۔ یہ تینوں محیطات موجود ہیں۔

فائدہ: (۱) جن لوگوں نے محیط سرخسی کو بڑی محیط کہا ہے اس کے یہی معنی ہوگے کہ محیط سرخسی جو دس (10) جلدوں میں ہے۔ محیط برہانی سے حجم اور اوراق میں زیادہ ہے اور نیز سرخسی کی دوسری دونوں محیطوں سے بھی بڑی ہے۔ اور جنہوں نے محیط برہانی کو بڑی کہا ہے، شاید اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ بڑے درجے کے فقیہ کی ہے اور پہلے کی ہے۔ یا یہ کہ وہ ذخیرہ کتاب کی اصل ہے اور ذخیرہ خود ضخیم کتاب ہے پس جس کا یہ ذخیرہ مختصر ہے وہ باعتبار اس کے ضرور بڑی ہوگی تو محیط برہانی بڑی محیط ہوئی یا یہ کہ رضی الدین کی اور دونوں محیطوں سے یہ محیط برہانی بڑی ہے۔ یا باعتبار مسائل محیط رضوی سے محیط برہانی میں نفس مسائل جزئیہ بہت ہیں اور علل، دلائل، قواعد اصول و نظائر وغیرہا نہیں ہیں اور محیط رضوی میں نفس جزئیات تو اتنے نہیں، مگر علل، دلائل، اصول، نظائر، امثال، نوazل، واقعات، اختلاف، اقادیل وغیرہا بہت ہوں گے۔ اسی سبب سے ضخامت بھی زیادہ ہوئی اور کتاب بڑی ہوگئی تو اس وجہ سے اس کو بڑی محیط کہنے لگے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ: (۲) جہاں محیط مطلق بولیں وہاں محیط رضوی سرخسی کی بڑی محیط مراد ہوگی جیسا کہ ابن حنائی کا قول و اختارہ فی المحیط کے حاشیے میں یوں لکھا ہے (**اراد محیط الامام رضی الدین محمد بن محمد سرخسی وھو ثلثۃ نسخ الاولی کبری وھو المشھور بالمحیط حیث اطلق غالبا**)۔

تنبیہ: جاننا چاہیے کہ جو محیط سرخسی کی چار (4) اور دو (2) جلدوں میں ہے دونوں کو محیط رضوی کہتے ہیں اور بڑی محیط سرخسی کی جو دس (10) جلدوں میں ہے۔ اس کو محیط السرخسی کہتے ہیں۔ یہ فقہاء کی اصطلاح ہے۔

(3) **محیط السرخسی:** یہی امام رضی الدین محمد سرخسی کی بڑی محیط جو دس (10) جلدوں میں ہے۔ پہلے یہی محیط لکھی گئی پھر اس کو ملخص کر کے مصنف نے چار (4) جلدوں میں لکھا۔ پھر کچھ روز کے بعد جب لوگوں میں پست ہمتی اور سستی دیکھی تو اس کو بھی مختصر کر کے دو (2) جلدوں میں کر دیا۔ محیط سرخسی کا شروع یوں ہے (**الحمد للہ ذی المجد و الجلال**) سرخسی نے اپنی تصنیف کی یہ ترتیب رکھی ہے کہ پہلے جامع مسائل فقہ کے ہر باب کے شروع میں مبسوط سے لکھے ہیں کیونکہ مسائل مبسوط کے بطریق اصول مشتبہ کے ہیں۔ پھر اس کے بعد مسائل نوادر کے لکھے ہیں اس لیے کے مسائل اصول سے نکالے گئے

ہیں۔ پھر اس کے بعد مسائل جامع کے لکھے ہیں کیونکہ مسائل جامع وخلاصہ فقہ کا مجموعہ ہے۔ پھر بعد اس کے باب کو زیادات کے مسائل پر ختم کیا ہے۔ کیونکہ وہ جامع کے فروع پر بڑھائے گئے ہیں۔

فائدہ: مصنف نے محیط نام اس وجہ سے اختیار کیا کہ یہ کتاب ان کل کتابوں کے مسائل پر حاوی اور سب کو شامل ہے گویا کہ کل مسائل وفوائد وحقائق کتب مذکورہ کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ محیط بروزن مقیم احاطہ سے مشتق ہے۔ یہ بہ ضم میم وکسر حائے ہے صیغہ اسم فاعل ہے۔ محیط سرخسی کی قلمی ایک جلد کتاب النذور سے کتاب الصید تک ہے۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ فن لغت میں بھی تین (3) محیطیں ہیں:

(1) مصنفہ اسمٰعیل بن عباد صاحب الوزیر متوفیٰ (۳۸۵ھ) ہے۔ یہ محیط سات (7) جلدوں میں ہے۔

(2) عبدالملک بن علی موذن ہروی متوفیٰ (۴۸۹ھ) ہے۔

(3) ابن کمال باشا متوفیٰ (۹۴۰ھ) ہے۔ اس بیان لغات زبان فارسی میں ہے۔

حرف النون (ن)

(1) **نوازل السمرقندی:** اس کے مصنف امام فقیہ ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی حنفی متوفیٰ (۳۸۲ھ) ہیں۔ اس کے املا سے روز جمعہ بماہ جمادی الاولی (۳۷۶ھ) میں فارغ ہوئے۔ املا کے اصطلاحی معنی حرف الالف میں لکھے گئے ہیں۔ مصنف کے سن وفات میں چار قول بیان کئے جاتے ہیں جو لکھ دیئے گئے ہیں۔ اس مصنف نے مذہب حنفی کی بڑی تائید وخدمت کی ہے اور مسائل، فتاوے، اقوال علمائے سلف کو بڑی جانچ کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ مصنف نے اس نوازل میں محمد بن شجاع ثلجی، محمد بن مقاتل رازی، محمد بن سلمہ، نصیر بن یحییٰ، محمد بن سلام، ابوبکر اسکاف، علی بن احمد فارسی، فقیہ ابوجعفر ہندوانی، محمد بن عبداللہ کے اقوال جمع کئے ہیں۔ فقیہ ابواللیث نے بھی یہ ذکر کر دیا ہے ان لوگوں کی نظر دقیق مسائل، نوازل، واقعات کے باب میں خداداد تھی۔ اللہ کریم نے ان لوگوں کو اس کام کی توفیق عنایت فرمائی تھی۔ انہیں لوگوں کو مشائخ کہتے ہیں۔ پس مشائخ کے اقوال سے یہ نوازل مملو ہے۔ ہاں اور فقہاء کے بھی کچھ اقوال استطراداً اس میں مندرج ذیل جن کی روایت کتاب میں نہیں ہے۔ البتہ عیون المسائل میں مصنف نے اور فقہاء کے اقوال نقل کئے ہیں کہ جن سے ان کو روایت پہنچی اور جن کی روایت کتابوں میں لکھی گئی ہے۔

(2) **النھر الفائق:** یہ شرح کنز الدقائق کی علامہ سراج الدین عمر بن نجیم مصری صاحب بحر رائق کے بھائی کی تصنیف ہے اور شرح بحر رائق کے بعد تصنیف ہوئی ہے۔

(3) **جامع الرموزونقایہ:** مصنف اس کے شمس الدین محمد خراسانی قہستانی متوفیٰ(۹۶۲ھ)ہیں اور بعضوں نے کہاہے کہ بخارا میں (۹۶۰ھ) میں انتقال ہوا اور یہ بخارا میں رہا کرتے تھے۔ کشف الظنون میں لکھاہے کہ نقایہ کی شرحوں میں سب سے زیادہ نافع یہی شرح ہے۔ اس میں باریک باریک رموز واشارات بہت ہیں اور اس سے لوگوں کو بہت فوائدہ پہنچتاہے باوجود اس کے مولانا عصام الدین رحمہ اللہ نے قہستانی صاحب جامع الرموز کے حق میں کہاہے کہ میں ہرگز ان کے اعلیٰ وادنیٰ درجے کے شاگردوں میں نہ تھا(وانما کان دلال الکتب فی زمانة ولا کان یعرف بالفقة ولا غیر بین اقرانه)۔یعنی قہستانی شیخ الاسلام ہروی کے زمانے میں کتابوں کا دلال ہی تھا۔ فقہ وغیرہ ان کے زمانے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ اس معنی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس نے اپنی اس شرح میں دبلا موٹا صحیح ضعیف بغیر تحقیق وتصحیح کے مثل حاطب لیل کے جو پایا جمع کرلیا۔ اسی بنا پر علماء اس کو غیر معتبر کتب میں شمار کرتے اور اس سے فتویٰ لکھنے سے منع کرتے ہیں۔

حرف الواو(و)

(1) **شرح وقایہ:** اس پر علماء نے بہت سے حاشیے لکھے ہیں۔ جن میں حاشیہ اخی چلپی یوسف بن جنید توقانی متوفیٰ(۹۰۵ھ)کا ذخیرۃ العقبیٰ بہت مشہور ہے۔ اخی چلپی نے اس حاشیے کو دس(10) سال میں لکھاہے۔ سلطان بایزید خان بن سلطان محمد خان کے عہد میں یہ حاشیہ لکھا گیاہے۔ اس حاشیے کی ابتداء(۸۹۱ھ) میں اور اختتام(۹۰۱ھ) میں ہوا۔

فائدہ: حسن چلپی محشی شرح مواقف، مطول، تلویح، بیضاوی اور شرح وقایہ کا اخی چلپی کے پہلے(۸۸۲ھ)انتقال ہوا۔

(۱)حاشیہ مولانا یعقوب باشا متوفیٰ(۸۹۱ھ)کاہے۔(۲)حاشیہ مولانا محمد قرہ باغی متوفیٰ(۹۴۲ھ)کاہے۔(۳)حاشیہ مولانا عصام الدین ابراہیم محمد اسفرائینی متوفیٰ(۹۴۴ھ)کاہے۔ یہ حاشیہ صرف کتاب البیوع ہی تک لکھا گیا۔ اس کو علماء نے بہت پسند کیاہے اور یہ مملکت روم میں متداول ہے۔(۹۳۴ھ) میں اس کی تصنیف سے مصنف فارغ ہوئے۔(۴)حاشیہ علامہ مولانا محمد پیر علی برکلی صاحب طریقہ محمدیہ متوفیٰ(۹۸۱ھ)کاہے یہ محشی روم کے سربرآوردہ علماء سے گزرے ہیں۔ علامہ برکلی کے نام سے ان کی بڑی شہرت ہے۔(۵)حاشیہ قاضی زادہ مولانا بدرالدین احمد بن محمود متوفیٰ(۹۹۸ھ)کاہے۔(۶)حاشیہ مولانا یوسف الدین احمد بن محمد حفید تفتازانی متوفیٰ(۹۱۰ھ)کاہے۔(۷)حاشیہ علامہ سید علی بن محمد جرجانی متوفیٰ(۸۱۶ھ)کاہے۔

بسبب خوف طوالت کل حاشیوں کا ذکر نہیں کیا گیا۔

حرف الهاء (ه)

(1)**هدایه**: فقہ میں حنفیوں کے نزدیک یہ ہدایہ بہت بڑی معتبر اور جامع کتاب ہے۔ جامعیت و کثرت مسائل و حسن ترتیب و اسلوب تہذیب و خوبی عبارت و ایجاز و اعجاز کے لحاظ سے یہ ایک متن متین کا حکم رکھتی ہے بظاہر یہ بدایہ المبتدی کی شرح ہے اور حقیقت میں مختصر القدوری اور جامع صغیر کی شرح ہے۔ مصنف بدایہ اور ہدایہ دونوں کے حضرت شیخ الاسلام مولانا برہان الدین علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی متوفیٰ (۵۹۳ھ) ہیں۔ صاحب ہدایہ کی یہ عادت ہے کہ صاحبین کے دلائل بیان کر کے پھر امام اعظم کی دلیل لکھنے کے ساتھ ایسے طریقے سے بیان کرتے ہیں کہ صاحبین ہی کہ ادلہ سے امام اعظم کا مدعا ثابت ہو جائے اور ان کی تحریر اس طرز کے خلاف پائی جائے تو سمجھنا چاہیے کہ یہاں صاحبین کا قول معتبر سمجھا گیا ہے۔ صاحب ہدایہ نے جامع صغیر اور قدوری کے مسائل کی شرح لکھنے کا التزام کر لیا ہے جب صاحب ہدایہ "قال في الكتاب" کہتے ہیں تو اس کتاب سے مراد قدوری ہوتی ہے۔ ملا کاتب چلپی نے کشف الظنون میں لکھا ہے کہ شیخ اکمل الدین کا قول ہے کہ صاحب ہدایہ نے تیرہ (13) برس میں ہدایہ کو لکھا ہے اور اس مدت تصنیف میں وہ برابر روزے رکھا کرتے تھے۔ کبھی کوئی روزہ توڑا نہیں سوا ایام ممنوعہ کے۔ اور وہ اس کی بڑی کوشش میں رہے کہ ان کہ روزے کی اطلاع کسی کو نہ ہو۔ اسی زہد و تورع کی برکت سے یہ کتاب علماء کے نزدیک ایسی مقبول ہوئی کہ کل کتب فروع پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کی درس و تدریس کا اکابر علماء نے بڑا اہتمام کیا ہے۔ تمام ملک کے مشائخ علمائے حنفیہ نے اس کو فقہ کے درس میں انتہائی کتاب مقرر کیا ہے۔ بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ کتاب حطیم کعبہ میں لکھی گئی ہے۔ فقہاء اس کو (كالوحي من السماء عيوب) اور اغلاط سے بالکل مبریٰ سمجھتے ہیں۔ اور جو اس میں کچھ کلام کرے اس کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں۔ یہ محض تعصب ہے۔ بھلا بشر کا کلام سہو و نسیان سے خالی ہو سکتا ہے۔ ہاں البتہ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ متاخرین کے کل متون، شروح، فتاویٰ اور حواشی سے زیادہ معتبر و معتمد اور صحیح و متداول یہ کتاب ہے۔

ہدایہ کی شان اس کی مقبولیت کا حال دیکھ کر کیا خوب و مرغوب کسی نے کہا ہے۔

ان الهداية كالقرآن قد نسخت ما صنفوا اقبلها في الشرح من كتب
فاحفظ قواعدها و اسلك مسالكها يسلم مقالك من زيغ و من كذب

دوسرا شعر

ان الهداية للورى لهدايه ماضل من اخذ الهدى من بينها
تشفي و تكفي كل مستفت و من يفتي و تروى صاديا من عينها

صاحب ہدایہ نے پہلے بدایہ کی شرح "كفاية المنتهى" لکھی تھی اور یہ قریب ختم کے پہنچ گئی تھی کہ ان کے خیال میں یہ گزرا کہ بعض مقام پر تفصیل کی حاجت تھی، مگر میں نے وہاں تفصیل نہ کی۔ اس کی تکمیل کے خیال سے انہوں نے دوسری شرح موسوم بنام ہدایہ شروع کر دی۔ جس کی ترتیب امام محمد کی جامع کی ترتیب پر رکھی ہے۔

ہدایہ کی شرحیں بڑے بڑے علماء نامدار وفقہائے ذوی الاقتدار نے لکھی ہیں۔ سب سے پہلے ہدایہ کی شرح دو(2) جلدوں میں مولانا حمید الدین علی بن محمد جریر متوفیٰ(۶۶۷ھ) نے لکھی اور اس شرح کا نام "الفوائد" اور علامہ جلال الدین سیوطی نے "نہایہ" کو پہلی شرح بتلایا ہے۔ اگر مولانا حمید الدین نے ہدایہ کی شرح ہے اور اس کا نام "الفوئد" رکھا تو کسی طرح ممکن نہیں کہ نہایہ پہلی شرح ہو۔ اس لیے کہ مولانا حمید کا انتقال (۶۶۷ھ) میں ہوئی اور نہایہ بماہ ربیع الاول (۷۰۰ھ) میں تصنیف ہوئی۔ ہاں یوں امام جلالدین سیوطی کے قول کی تصحیح ممکن ہے کہ انہوں نے الفوائد شرح ہدایہ دیکھی نہیں تھی۔ اس وجہ سے نہایہ کو پہلی شرح کہا ہے۔ یہ کلام اسی نہایہ کے بابت ہے جو حسام الدین علی متوفیٰ(۷۱۰ھ) کی تصنیف ہے یا یوں اس قول کی تصحیح کی جائے کہ جو نہایۃ الکفایہ نام کی شرح مصنفہ امام تاج الشریعہ عمر ہے۔ وہ سب سے اقدم ہے کیونکہ وہ(۶۷۳ھ) بماہ شعبان لکھی گئی ہے اور نہایہ حسام الدین کی (۷۰۰ھ) میں لکھی گئی ہے مگر یہ بھی تصحیح کو کافی نہیں اس لیے کہ نہایہ تاج الشریعہ کی تصنیف کے پہلے چھ سات برس پیشتر مولانا حمید الدین جریر کا انتقال ہوا ہے۔ **فافہم وتدبر۔**

(2)**الفوائد**: یہ شرح ہدایہ کی دو(2) جلدوں میں سب سے پرانی شرح ہے۔ اس کے مصنف علامہ مولانا حمید الدین علی بن محمد ضریر متوفیٰ(۶۶۷ھ) ہیں۔

(3)**نہایۃ شرح ہدایہ**: حسام الدین حسن بن علی فقیہ نحوی سغناقی حنفی متوفیٰ(۷۱۱/۷۱۰ھ) کی ہے۔ یہ شرح(۷۰۰ھ) ماہ ربیع الاول میں تمام ہوئی اس کا شروع یوں ہے(**الحمد للہ الذی اعلی معالم العلوم و درج**)۔ انہوں نے آخر میں مسائل فرائض بڑھادیئے ہیں۔ صاحب معراج الدرایہ اور صاحب کفایہ آپ کے شاگرد تھے۔

(4)**معراج الدرایۃ الی شرح ہدایہ**: مصنف اس کے امام قوام الدین محمد بن محمد بخاری کاکی متوفیٰ(۷۴۹ھ) ہیں۔ یہ شرح ۲۱ محرم الحرام (۷۴۵ھ) میں تمام ہوئی ہے۔ شروع اس کا یوں ہے (**الحمد للہ خالق الظلام اولضیاء**)۔ یہ شرح مثل فتح القدیر کے بلکہ اس سے زیادہ شرح وبسط کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ اس میں ائمہ اربع کے اقوال قدیم وجدید اور صحیح واصح اور مختار مفتی بہ کو مع استدلال کے بیان کیا ہے۔

(5)**فتح القدیر للعاجز الفقیر**: یہ ہدایہ کی بڑی معتبر شرح ابن الہمام محدث علامہ حنفی کی تصنیف سے ہے۔ یہ شرح کتاب الوکالت تک دو جلدوں میں ہے۔ ابن الہمام کا نام شیخ کمال الدین محمد بن عبد الواحد سیواسی متوفیٰ(۸۶۱ھ) ہے۔ ابن الہمام نے انیس برس تک بڑی تحقیق اور ضبط واتقان کے ساتھ ہدایہ کو پڑھا۔ پھر اس کے بعد ان کو ہدایہ پڑھانے کا اتفاق ہوا۔ پس ہدایہ شروع کرانے کے ساتھ ہی اس شرح کا لکھنا بھی شروع کر دیا اور ابتداء اس شرح کی (۸۲۹ھ) میں ہوئی۔ حضرت ملا علی قاری ہروی مکی نے دو(2) جلدوں میں فتح القدیر کا حاشیہ لکھا ہے۔

(6)**عنایہ**: یہ بہت عمدہ شرح دو(2) جلدوں میں شیخ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی حنفی متوفیٰ(۷۸٦ھ) کی تصنیف سے ہے ملک روم میں یہ شرح بڑی جلیل القدر و معتبر مانی جاتی ہے۔

(7)**کفایہ**: یہ شرح ہدایہ کی محمود بن عبید اللہ بن محمود تاج الشریعہ کی ہے۔اس کی حدیث کی تخریج مولانا محی الدین عبد القادر بن محمد قرشی متوفیٰ(۷۷۵ھ) نے کی ہے اور تخریج کا نام عنایہ رکھا ہے۔ **کذافی کشف الظنون و اللہ اعلم۔**

(8)**شرح النسفی**: ہدایہ کی شرح ہے۔مصنف اس کے امام حافظ الدین ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد نسفی متوفیٰ(۷۱۰ھ) ہیں۔طبقات تقی الدین میں (جو ابن شحنہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے) لکھا ہے کہ "**انہ لایعرف لہ شرح علی الھدایہ**"۔یعنی نسفی کی لکھی ہوئی ہدایہ کی کوئی شرح نہیں جانی گئی اور یہ بات پہلے بھی ہو چکی ہے کہ نسفی ہدایہ کی شرح لکھنے سے روکے گئے تھے مگر جواہر مفیہ فی طبقات الحنفیہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ جب نسفی بغداد گئے تھے تو(۷۰۰ھ) میں انہوں نے ہدایہ کی ایک(1) شرح لکھی تھی۔**واللہ اعلم بالصواب۔**

(9)**نھایۃ**: یہ شرح عینی کی کئی جلدوں میں بہت مشہور شرح ہے۔مصنف اس کے قاضی بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفیٰ(۸۵۵ھ) ہیں۔اس شرح کی ابتداء بماہ صفر(۸۱۷ھ) اور تمام بروز عاشورا بمقام قاہرہ(۸۵۰ھ) میں ہوئی۔جس وقت یہ شرح تمام ہوئی اس وقت عینی کی عمر نوے(90) سال کی تھی۔

(10)**نھایۃ النھایہ**: یہ شرح ابن شحنہ کی فصل غسل تک پانچ جلدوں میں ہے۔یہ شرح بہت مشہور ہے۔ابن شحنہ کا نام علامہ ابوالید محب الدین محمد بن محمد بن محمد بن محمود حلبی کی پیدائش ابن شحنہ (۷۴۹ھ) ہے۔اور متوفیٰ(۸۱۵ھ) ہے۔صاحب کشف الظنون نے ان کی وفات کی دو تاریخیں بتائی ہے۔ایک(۸۹۰ھ) دوسری(۹۲۱ھ) بتائی ہے۔**واللہ اعلم بالصواب۔**

(11)**ارشاد الرویۃ فی شرح ھدایہ**: مصنف اس کے مولانا مصلح الدین مصطفیٰ بن زکریا قرمانی متوفیٰ(۸۰۹ھ) ہے۔
(12)**شرح اخی زادہ**: یہ شرح مولانا عبد الحلیم بن محمد (اخی زادہ) متوفیٰ(۱۰۱۳ھ) ہے۔
(13)**سلالۃ الھدایہ**: یہ شرح سرسید شریف علی بن محمد جرجانی متوفیٰ(۸۱٦ھ) کی شرح کا خلاصہ علامہ ابراہیم بن احمد موصلی متوفیٰ(۷۰۰ھ) کی تصنیف ہے۔اسی پر ایک حاشیہ مولانہ زادہ اقرائی حنفی محب الدین محمد بن احمد متوفیٰ(۸۵۹ھ) نے بھی لکھا ہے۔

حرف الیاء (ی)

(1) **ینابیع فی معرفة الصول والتفریع**: یہ قدوری کی شرح ہے بدر الدین محمد بن عبد بن عبد اللہ شبلی دمشقی طرابلسی متوفیٰ (۷۶۹ھ) ہے۔ اس شرح کا نام "الینابیع فی معرفۃ الاصول والتفاریع" ہے۔

(2) **یواقیت**: اس کا ذکر فتاویٰ تاتارخنیہ میں ہے۔

اشباہ ونظائر

فقہ اسلامی کا ایک بہت بڑا مبنی یا اصل یہ ہے کہ اشباہ ونظائر یا باہم تشابہ یا ملتے جلتے کاموں میں نفیاً اور اثباتاً ایک ہی طرح کا حکم دائر رہتا ہے یہ وہی اصول ہے جسے مقایسہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً حدیث میں تو صرف اس قدر مذکور ہے کہ کسی بھائی کہ معاملہ میں بیع وشراء کے پختہ ہو جانے یا رشتہ کے سلسلہ جنبانی کے اثناء میں دوسرے بھائی کو مداخلت نہیں کرنی چاہیے مگر فقہاء نے اجارہ (کسی چیز کو کرایہ پر دینا) کو بھی اسی پر قیاس فرمایا ہے۔ جو فساد بیع میں مداخلت سے ہوتا ہے وہ اجارہ میں بھی ہے۔

طبقات فقہاء مختصراً

(1) مجتہد فی الشرع: یہ وہ لوگ ہیں جو قواعد واصول مقرر فرماتے ہیں اور احکام فرعیہ کو اصول اربعہ سے مستنبط کرتے ہیں اور اصول وفروع میں کسی کے تابع نہیں ہوتے جیسے امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل (رحمہم اللہ تعالیٰ) ہیں۔

(2) مجتہدین فی المذہب: یہ صرف اصول میں امام کے تابع ہوتے ہیں اور ادلہ اربعہ سے فروع کے استخراج پر قدرت رکھتے ہیں اور مسائل فرعیہ میں بعض جگہ امام کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔ جیسے اصحاب ابی حنیفہ وغیرہم۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

(3) مجتہدین فی المسائل: یہ اصول وفروع میں امام کے تابع ہوتے ہیں اور جن مسائل میں امام سے کوئی روایت نہیں ہوتی ان میں امام کے اصول کے مطابق استخراج کرتے ہیں۔

(4) اصحاب تخریج: انہیں اجتہاد پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔ لیکن اصول اور اس کے ماخذ پر مکمل عبور ہوتا ہے۔ اس لئے یہ قول مجمل کی تفصیل پر قدرت رکھتے ہیں۔ جیسے ابو بکر رازی، جصاص اور کرخی وغیرہم۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

(5) اصحاب ترجیح: یہ بعض روایتوں کو دوسری بعض روایتوں پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جیسے ابو الحسن قدوری اور صاحب "ہدایہ" وغیرہم۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

(6) ممیزین: یہ وہ لوگ ہیں جو روایات میں سے صحیح، اصح، قوی، ضعیف اور ظواہر ونوادر وغیرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور ان میں روایات کو باہم متمیز کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جیسے صاحب "کنز" اور صاحب "وقایہ" وغیرہم۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

(7) محض مقلدین: یعنی وہ لوگ جنہیں امور مذکورہ میں سے کسی پر قدرت نہیں ہوتی۔ (ماخوذ از عقود رسم المفتی للشامی)

ذکر کتب فتاویٰ حنفیہ

﴿۔۔۔فتاویٰ ابراہیم شاہی۔۔۔﴾

مصنف اس کے علامہ شہاب الدین احمد بن محمد ملقب بہ قاضی نظام الدین گیلانی جونپوری متوفیٰ(۸۷۵ھ)ہیں۔ یہ گیلان کے باشندے اور بڑے علامہ فقیہ حنفی المذہب تھے۔ گجرات میں آپ نے نشو نما پائی۔ سلطان عادل ابراہیم شاہ جونپور نے آپ کو بلوا کر جونپور کا قاضی مقرر کیا۔ یہ فتاویٰ ایک مستند اور قاضی خان سے ضخیم فتاویٰ ہے۔ اس کے مصنف نے ایک سو ساٹھ(160)کتابوں سے مسائل انتخاب کر کے یہ فتاویٰ تیار کیا ہے اس کو سلطان عادل ابراہیم شاہ شرقی کے نام سے نامزد کیا۔ اس کا شروع یوں ہے(**الحمد للہ الذی رفع منار العلم و اعلی مقدارہ**)۔مزار حضرت قاضی نظام الدین مصنف فتاویٰ ابراہیم شاہی کا شہر جونپور محلہ چاچک پور میں ہے۔ آپ **ملک العلماء** قاضی شہاب الدین کے معاصر اور ان سے افقہ تھے۔

﴿۔۔۔تاریخ فرشتہ۔۔۔﴾

اس میں لکھا ہے کہ فتاویٰ ابراہیم شاہی **ملک العلماء** قاضی شہاب الدین دولت آبادی جونپوری متوفیٰ(۸۴۰ھ)کی تصنیف ہے۔ جسے ابراہیم شاہ شرقی کے وقت میں لکھا ہے۔ مولانا عبد القادر بدایونی نے اس کو کتب غیر معتبرہ کہا ہے۔

﴿۔۔۔فتاویٰ آہو۔۔۔﴾

اس کا نام فتاویٰ صیرفیہ ہے۔ مصنف اس کے امام مجد الدین اسعد بن یوسف بن علی صیرفی بخاری ہیں۔اس فتاویٰ کا شروع یوں ہے(**الحمد للہ الواحد القهار الملک الجبار**)مصنف کے بعض تلامذہ کا بیان ہے کہ فتاویٰ آہو میں مصنف نے اماموں کے جوابات لکھے ہیں۔ جن کے جوابوں پر قاضی کو بوقت قضاء اعتماد کرنا چاہیے۔ بعض جوابات تو ائمہ کبار کی کتابوں میں مذکور ہیں اور بعض جوبات ان کے جوابوں پر مقیس ہیں۔ اور نیز اس میں کتب متقدمین اور متاخرین سے بھی بہت سے عجیب مسائل انتخاب کر کے لکھے ہیں۔ مصنف نے خود اس کی ترتیب و تبویب نہ کی تھی بلکہ بعض ان کے تلامذہ نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ مصنف کی اجازت اور اعانت سے اس کو مرتب کیا اور کہیں کہیں جوابوں میں کچھ اضافہ بھی کیا ہے اور زوائد مضمون کی علامت قلت رکھی گئی ہے۔

﴿۔۔۔فتاویٰ ابن کمال شا۔۔۔﴾

مصنف اس کے علامہ شمس الدین احمد بن سلیمان رومی متوفیٰ(۹۴۰ھ) ہے۔یہ مصنف ابن الہام کے درجے کے تھے حنفیوں میں کثرت تصانیف میں جلال الدین سیوطی کے مقابل تھے۔

﴿۔۔۔فتاویٰ بزازیہ۔۔۔﴾

مصنف اس کے علامہ شیخ حافظ الدین محمد بن محمد شہاب کردری حنفی متوفیٰ(۸۶۷ھ)ہیں۔یہ مصنف ابن البزاز کے نام سے مشہور تھے۔یہ ایک جامع کتاب ہے جس میں چیدہ چیدہ مسائل فتاویٰ وواقعات کے بہت سی کتابوں سے جمع کیے گئے ہیں۔مصنف نے اس کا نام الجامع الوجیز رکھا ہے۔شروع اس کا یوں ہے(**حمد المن دعا الی دار السلام**)یہ فتاویٰ(۸۱۲ھ) میں ختم ہوا ہے۔علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ یہ فتاویٰ بہت معتبر ہے۔اس پر اعتماد کرنا چاہیے۔

﴿۔۔۔فتاویٰ تاتارخانیہ۔۔۔﴾

یہ نام مشہور و معتبر فتاویٰ کا ہے جس کے مصنف علامہ فقیہ امام عالم بن علای حنفی متوفیٰ(۶۸۶ھ)ہیں۔اس کی ترتیب ہدایہ کی سی ہے۔تبرکاً اس کتاب کو ذکر علم سے شروع کیا ہے اور اس کے لیے مصنف نے ابتداء میں ایک باب خاص علم ہی کا منعقد کیا ہے۔اس فتقویٰ کے بہت سی کتابیں ہیں جیسے محیط برہانی،، ذخیرہ،خانیہ، ظہیر یہوغیرہاہیں۔اس میں ”م“ علامت محیط برہانی کی ہے اور باوقی نام بنام بتلایاہے۔یہ فتاویٰ دو(2) جلدوں میں ہے۔

﴿۔۔۔جواہر الفتاویٰ۔۔۔﴾

مصنف اس کے امام رکن الدین ابو بکر محمد بن عبد الرشید کرمانی حنفی ہیں۔

﴿۔۔۔خلاصتہ الفتاویٰ۔۔۔﴾

مصنف اس کے امام ظاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری سرخسی حنفی متوفیٰ(۵۴۲ھ)ہے۔یہ معتبر فتاویٰ دو(2)جلدوں میں ہے۔اس کے مصنف نے خزانہ الواقعات اور کتاب نصاب کی تصنیف کرنے کے بعد لوگوں کے بہت اصرار سے اس کو بطریق خلاصہ کے لکھا ہے۔اس میں فقہیہ روایات کو بحذف زوائد جمع کیا ہے۔یہ کتاب مفتیوں کے بڑے کام کی ہے گویا انہیں کے واسطے تصنیف کی گئی ہو۔محدث نے اس کی حدیثوں کی تخریج بھی کی ہے۔

﴿۔۔۔خزانۃ الفتاویٰ۔۔۔﴾

اس کے مصنف بھی وہی صاحب خلاصہ فتاویٰ ہیں۔یہ کتاب معتبر قلیل الوجود ہے۔ملا کاتب چلپی نے کشف الظنون میں لکھا ہے(وھو کتاب معتبر قلیل الوجود)۔

﴿۔۔۔ذخیرۃ الفتاویٰ۔۔۔﴾

یہ کتاب ذخیرہ برہانیہ کے نام سے مشہور ہے۔یہ محیط برہانی کا مختصر ہے۔اس کے مصنف امام برہان الدین محمود بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ بخاری ہیں۔اس کا شروع یوں ہے(الحمد للہ مستحق الحمد و الثناء)مصنف علامہ نے امام صدر شہید کے فتاویٰ اور اپنے غفوان شباب کے لکھے ہوئے فتاویٰ اور اپنے سمرقند کے لکھے ہوئے فتاویٰ کو بحسن اسلوب مرتب کیا اور اکثر مسائل کی توضیح بمع دلائل کی اور فوائد کثیرہ بے شمار جمع کر کے اپنی اس تالیف کا نام ذخیرہ رکھا۔مصنف نے اسی مضمون کو کتاب کے دیباچہ میں بیان بھی کیا ہے۔

﴿۔۔۔فتاویٰ قاضی خان۔۔۔﴾

اسی کو خانیہ بھی کہتے ہیں۔یہ نہایت معتبر،مقبول،متداول،حکام اور مفتیوں کے پیش نظر رہنے کی چیز ہے۔علماء فقہاء کے نزدیک اس کے مسائل کا بڑا اعتبار ہے۔اس میں کثیر الوقوع مسائل بہت ہیں۔جن کی بسا اوقات بہت حاجت پڑتی ہے اور ترتیب بھی اس کی بہت عمدہ رکھی ہے۔اور جس مسئلہ میں متاخرین کے بہت سے اقوال ہوتے ہیں وہاں ایک یا دو قول جو مفتی بہ ہوتے ہیں اسی کو یہ لکھتے ہیں۔قاضی خان نے دیباچہ میں خد بیان کیا ہے۔قاضی خان مجتہد فی المسائل تھے۔ان کی تصحیح دوسروں پر مقدم ہے کیونکہ یہ فقیہ النفس تھے۔

﴿۔۔۔ فتاویٰ ولو الجیہ۔۔۔﴾

مصنف نے اس کتاب میں مہتمم بالشان مسائل صدر شہید کی کتاب الجامع النوازل الاحکام کے مسائل کی تفصیل کر کے بہت سے واقعات مہمہ بھی شامل کیے اور امام محمد صاحب کی کتابوں سے بھی بہت سے مسائل اور فوائد و قواعد اس میں بڑھائے تا کہ یہ کتاب مسائل و قواعد فقہیہ کے لیے جامع کتاب ہو جائے۔ اس کا شروع یوں ہے (**الحمد للہ الذی جعل العلم حجه السلام**) اس کے مصنف کا نام کشف الظنون میں اس طرح لکھا ہے۔ علامہ ظہیر الدین ابو المکارم اسحٰق بن ابو بکر حنفی متوفیٰ (۱۰۷ھ) ہیں۔ مقدمے میں ولوالجی کی پیدائش (۴۶۷ھ) میں اور وفات (۵۴۰ھ) میں لکھی ہے۔

﴿۔۔۔ فتاویٰ سراجیہ۔۔۔﴾

مصنف اس کے علامہ سراج الدین اوشی ہیں۔ یہ بہت معتمد فتاویٰ ہے، اس کی تصنیف سے شہر اوش دوشنبہ بماہ محرم الحرام (۵۶۹ھ) میں مصنف کو فراغت ملی۔ اس میں ایسے ایسے نوادر واقعات ہیں جو اور کتابوں میں نہیں ملتے۔ مولانا چوغی زادہ نے کہا ہے کہ فتاویٰ مذکور کے آخر میں میں نے یہ عبارت خود دیکھی ہے (**قال المصنف وقع الفراغ یوم الثنین من محرم تسع وستین وخمسمائه باوش علی ید علی بن عثمان بن التیمی**) تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سراج الدین مصنف کا لقب اور علی نام تھا۔ منیتہ المصلی کے ماخذوں سے یہ بھی ایک ماخذ ہے۔

﴿۔۔۔ فتاویٰ ظہیریہ۔۔۔﴾

مصنف اس کے علامہ ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد قاضی محتسب بخارا حنفی بخاری متوفیٰ (۶۱۹ھ) ہیں۔ شروع اس کا یوں ہے (**الحمد للہ المتفرد بالعلاء المتوحد بالبقاء**) مصنف نے اس کے دیباچے میں ذکر کیا ہے کہ اس کتاب کے سوا میں نے اور بھی ایک کتاب واقعات نوازل کی تصنیف کی ہے اور اس کتاب کے سوا میں نے اور بھی ایک کتاب واقعات نوازل کی تصنیف کی ہے اور اس میں ایسے ایسے مسائل ہیں کہ جن کی بہت زیادہ حاجت لوگوں کو ہوتی ہے اور علوہ ان کے بہت سے فوائد بھی میں بڑھائے گئے ہیں۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود احمد عینی حنفی نے اس فتاویٰ ظہیریہ کو منتخب کیا ہے اور جن جن مسائل کی بہت ضروری تھے۔ ان سب کو چھانٹ کر الگ ایک مستقل کتاب بنالی اور اس منتخب کا نام "المسائل البدریہ المنتخبہ من الفتاویٰ الظہیریہ" رکھا۔ علامہ عینی نے اپنے اس منتخب کی تعریف میں یہ کہا ہے "یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں متقدمین کی کتابوں کے ایسے ایسے مسائل ہیں جن سے علمائے متاخرین کو استغنا نہیں ہے"۔ بہر حال فتاویٰ ظہیریہ ایک مستند کتاب ہے۔

﴿---فتاویٰ خیریہ---﴾

مصنف اس کے علامہ خیر الدین بن احمد بن علی رملی حنفی متوفیٰ(۱۰۸۱ھ)ہیں۔فی الواقع یہ فتاویٰ حاوی مسائل کثیرہ مفیدہ ہے۔مقدمے میں رملی کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔یہ فتاویٰ بہت مشہور ہے۔

﴿---فتاویٰ حامدیہ---﴾

یہ فتاویٰ چار(4) جلدوں میں ہے اور اس میں واقعات مسائل کا مجموعہ ہے۔مصنف اس کے مولانا حامد بن محمد قونی مفتی روم متوفیٰ(۹۸۵ھ)ہیں۔علامہ ابن عابدین شامی نے اسی کی تنقیح کی ہے۔

﴿---فتاویٰ عزیزیہ---﴾

مصنف اس کے علامہ مولانا شاہ عبد العزیز عمری حنفی دہلوی متوفیٰ(۱۲۳۹ھ)ہیں۔یہ فتاویٰ دو(2) جلدوں میں ہے۔اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ علوم حدیث وفقہ حنفی کی خدمت جیسی آپ کی ذات سے ہوئی ایسی کسی اور سے ہند میں نہیں ہوئی۔

﴿---فتاویٰ نسفیہ---﴾

مصنف اس کے علامہ نجم الدین عمر بن محمد نسفی صاحب المنظومہ متوفیٰ(۵۳۷ھ)ہیں۔یہ مصنف نجم الدین علامہ سمرقندی کے نام سے مشہور ہے۔

﴿---فتاویٰ ابی اللیث---﴾

مصنف اس کے علامہ فقیہ نصر بن محمد بن احمد امام الہدیٰ سمرقندی حنفی متوفیٰ(۳۷۳ھ)ہیں۔

﴿---فتاویٰ الحنفیہ---﴾

مصنف اس کے علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفیٰ(۷۹۱ھ)ہیں۔اس میں حنفیوں کے وہ فتاویٰ ہیں جن کو علامہ نے بذات خود لکھے تھے۔علامہ شافعی المذہب تھے مگر مذہب حنفی کے بھی عالم اور فقیہ اور جامع العلوم اور محقق تھے۔

﴿۔۔۔فتاویٰ عالمگیری المعروف فتاویٰ ہندیہ۔۔۔﴾

یہ فتاویٰ کل چھ (6) جلدوں میں مطبوع ہے۔ یہ کتاب مستطاب بڑی مقبول و متداول ہے۔ علمائے ہند و عرب و فقہائے روم و شام اکثر اسی سے فتاویٰ لکھتے ہیں۔ بحکم سلطان الہند ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ کے اکابر علمائے ہند نے بڑی بڑی کتابوں سے (جو سلطان کے کتب خانے میں تھیں) ضروری مسائل منتخب کر کے اس فتاویٰ کو جمع کیا اور رئیس الجامعین مولانا شیخ نظام الدین رحمہ اللہ تھے۔ عالمگیر کی ہمت اسی طرح منعطف تھی کہ اس میں مفتی بہ اقوال جمع کیے جائیں۔ مگر یہ امر نہایت دشوار تھا۔ بالآخر اس میں تو ہر درجہ کی کتابوں سے مسائل لیے گئے ہیں۔ تاہم اس خوش اسلوبی کے ساتھ (کہ جو مسئلہ جس کتاب سے لکھا گیا اسی جگہ بالتصریح اس کا نام بھی ساتھ ساتھ بتلایا گیا) دوسری کوئی کتاب فتاویٰ کی ایسی جامع وحاوی نہیں۔ اس فتاویٰ کی تالیف سے عالمگیر بہت محظوظ وخوش ہوا۔ اور اس کے مولفوں کو دولاکھ (200000) روپے عطا فرمائے۔ یہ فتاویٰ دربار مصر میں، ایک بار کلکتے میں بہت ہی عمدہ چھپا ہے۔ مطبع منشی نولکشور میں بھی دوبار چھپا ہے۔ شروع اس فتاویٰ کا یوں ہے (الحمدللہ المنفرد بوضع الشرایع والاحکام الخ) یہ فتاویٰ مندرجہ ذیل کتابوں سے ماخوذ ہیں:

(۱)مبسوط (۲)جامع صغیر (۳)شرح مبسوط سرخسی (۴)شرح جامع کبیر حصیری (۵)تنویر شرح جامع کبیر (۶)شرح جامع الصغیر قاضی خان (۷)شرح الطحاوی (۸)محیط برھانی (۹)محیط سرخسی (۱۰)عینی شرح کنز (۱۱)تبیین الحقائق (۱۲)بحررائق (۱۳)نهر الفائق (۱۴)کنز الدقائق (۱۵)حاوی قدسی (۱۶)قدوری (۱۷)جوهره نیره (۱۸)ینابیع (۱۹)مضمرات (۲۰)شرح وقایه (۲۱)بدائع (۲۲)هدایه (۲۳)نهایه (۲۴)نقایه (۲۵)عنایه (۲۶)فتح القدیر (۲۷)کافی (۲۸)فتاویٰ قاضی خان (۲۹)فتاویٰ آهو (۳۰)فتاویٰ نسفیه (۳۱)فتاویٰ تاتار خانیه (۳۲)فتاویٰ برهانیه (۳۳)فتاویٰ صغریٰ (۳۴)فتاویٰ الکبریٰ (۳۵)خزانه الفتاویٰ (۳۶)مختار الفتاویٰ (۳۷)فتاویٰ سراجیه (۳۸)التنجیس والمزید (۳۹)فتاویٰ غیاثیه (۴۰)فتاویٰ عتابیه (۴۱) غایه السروجی (۴۲)اختیار (۴۳)شرح مختار (۴۴)فصول عمادیه (۴۵)تهذیب (۴۶)فتاویٰ بزازیه (۴۷)ظهیریه (۴۸)خلاصه (۴۹)خزاین المفتین (۵۰)ذخیره (۵۱)تمرتاشی (۵۲)معراج الدرایه (۵۳)السراج الوهاج (۵۴)بر جندی (۵۵)منیته المصلی (۵۶)شرح منیه حلبی (۵۷)شرح منیه ابن امیر حاج (۵۸)شرح مجمع البحرین (۵۹)جواهر الاخلاطی (۶۰)غایه البیان (۶۱)خزانه الفقه (۶۲)ملتقط (۶۳)الزاد (۶۴)شمنی (۶۵)مختارات النوازل (۶۶)شرح النقایه لابی المکارم (۶۷)قنیه (۶۸)نقایه (۶۹)منتقی (۷۰)ایضاح۔

فائدہ: فتاویٰ عالمگیری کے چھ (6) مؤلفوں کے نام مشہور ہیں۔ (۱) مولانا سید نظام الدین ٹھٹھوی ناظم فتاویٰ عالمگیری کے (۲) ملا حامد جونپوری معلم شہزادہ محمد اکبر (۳) قاضی مولانا محمد حسین جونپوری (۴) مولانا ابو الخیر ٹھٹھوی (۵) ملا جمیل صدیقی جونپوری (۶) مولانا جلال الدین محمد مچھلی شہری جونپوری حصہ اول کے مؤلف، اور علماء بھی تھے۔ ٹھٹہ شہر سندھ میں ہے۔

﴿۔۔۔فتاویٰ رضویہ۔۔۔﴾

اس کے مصنف اِمام اَہلسنّت مجدد دین ومِلّت اعلیٰ حضرت **امام احمد رَضا خان** علیہ رحمۃ کی ولادت باسعادت مولانا نقی علی خان کے ہاں بریلی شریف کے محلہ جسولی میں دس ۱۰ شوال (۱۲۷۲ھ) بروز ہفتہ بوقتِ ظہر (۱۸۵۶ء) کو ہوئی۔ آپ کا نامِ مبارک محمد ہے۔ اور آپ کے دادا نے احمد رضا کہہ کر پکارا اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ آپ تیرہ (13) سال دس (10) ماہ کی مختصر عمر میں علوم درسیہ کی تکمیل کی اور چودہ برس میں فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔ پھر یہ سلسلہ عمر بھر جاری رہا۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف فتاویٰ رضویہ جس کا نام "**العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ**" ہے۔ یہ فتاویٰ چھ (6) ضخیم جلدوں میں لکھا تھا۔ لیکن ضخیم ہونے کی وجہ سے اس کو بارہ (12) جلدوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور بعد میں اس کی مختصر تخریج کے ساتھ اس کو تینتیس (33) جلدوں میں چھاپا گیا اس میں کل سُوالات وجوابات (6847) اور کل رسائل (206) ہیں۔ اس میں قرآن و حدیث، فقہ، مَنطِق، کلام اور زندگی کے اہم مسائل میں رہنمائی، روزمرہ کی قانونی و معاشرتی مسائل کا اسلامی حل، انفرادی و اجتماعی معاملات زیر بحث آئے ہیں۔ آپ نے اس میں خداداد فقہی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔

آپ کا فتاویٰ رضویہ سینکڑوں کتابوں اور فتاویٰ جات پر بھاری ہے اور آپ نے تصنیف، تدریس اور فتویٰ نویسی کے میدان میں لازوال علمی ورثہ چھوڑا ہے جس سے تشنگان علوم صدیوں تک اپنی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ انشاء اللہ عزوجل۔

﴿۔۔۔بہار شریعت۔۔۔﴾

اس کے مصنف حضرتِ علامہ مولانا الحاج مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی سنّی حنفی قادِری برکاتی علیہ رحمۃ اللہ القوی (۱۳۰۰ھ) مطابق (1882ء) میں مشرقی یوپی (ہند) کے قصبہ گھوسی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حکیم جمال الدین اور دادا حُضُور خدا بخش فنِ طِب کے ماہِر تھے۔ اِبتدائی تعلیم اپنے دادا سے گھر پر حاصل کی پھر اپنے قصبہ ہی میں مدرَسہ ناصر العلوم میں جا کر گوپال گنج کے مولوی الٰہی بخش، پھر جونپور پہنچے اپنے چچازاد بھائی اور اُستاذ مولانا محمد صدیق، مولانا ہدایت اللہ خان اور مولانا وصی احمد سورتی سے علمی استفادہ کیا۔ آپ نے منظر اسلام بریلی اور جامعہ معینہ اجمیر میں تدریسی خدمات انجام دیے۔ آپ کی تصنیف میں بہار شریعت اردو میں فقہ حنفی کی مستند کتاب ہے۔ بہارِ شریعت میں انسان کی پیدائش سے لے کر وفات تک در پیش ہونے والے ہزار ہا مسائل کا بیان موجود ہے یہ کتاب فتاویٰ عالمگیری کے مقابلے کی ہے۔ آپ کے شاگردوں میں مولانا سردار احمد، مفتی رفاقت حسین، مولانا حبیب الرحمٰن اور عبد المصطفیٰ ازہری (فرزند) ہیں۔ متوفیٰ (۱۳۶۷ھ) ہیں۔

احکام شرعیہ کی اقسام اور اعلیٰ حضرت کا رنگ اجتہاد

عام طور پر کتب اصول میں احکام شرعیہ کی سات (۷) قسمیں بیان کی جاتی ہیں: (۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب (۴) مباح (۵) حرام (۶) مکروہ تحریمی (۷) مکروہ تنزیہی۔ لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے احکام کی گیارہ (۱۱) قسمیں بیان کی ہیں جن کی تفصیل ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

(۱) فرض: جس فعل کا لزوم ثبوتاً اور دلالتاً قطعی ہو اور اس کا انکار کفر ہو اور اس کا ترک موجب استحقاق عذاب ہو، خواہ ترک دائماً ہو یا نادراً۔

(۲) واجب: جس فعل کا لزوم ثبوتاً یا دلالتاً ظنی ہو اس کا انکار کفر نہ ہو۔ لیکن اس کا ترک موجب استحقاق عذاب ہو، خواہ ترک دائماً ہو یا نادراً۔

(۳) سنت مؤکدہ: جس فعل کی تاکید مواظبت رسول ﷺ سے ثابت ہو، اس کا عادتاً ترک کرنا موجب استحقاق عذاب ہو اور نادراً ترک کرنا موجب استحقاق عتاب ہو۔

(۴) سنت غیر مؤکدہ: جس کام کا ترک کرنا موجب استحقاق عتاب ہو، خواہ ترک کرنا عادتاً ہو یا نادراً۔

(۵) مستحب: جس کام کے کرنے پر ثواب ہو اور ترک کرنے پر نہ ثواب ہو نہ عتاب ہو، خواہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔

(۶) مباح: جس کام کا کرنا نہ کرنا برابر ہو، نہ فعل پر عتاب ہو نہ ترک پر ہو، خواہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔

(۷) حرام: جس کام سے رکنے کا لزوم ثبوتاً اور دلالتاً قطعی ہو، اس کا انکار کفر ہو اور اس کا فعل موجب استحقاق عذاب ہو، خواہ فعل دائماً ہو یا نادراً۔

(۸) مکرہ تحریمی: جس کام سے رکنے کا لزوم ثبوتاً یا دلالتاً ظنی ہو، اس کا انکار کفر نہ ہو۔ لیکن اس کا فعل موجب استحقاق عذاب ہو، خواہ ترک دائماً ہو یا نادراً۔

(۹) اسائت: جس کام کا عادۃً کرنا موجب استحقاق عذاب ہو اور نادراً کرنا موجب عتاب ہو۔

(۱۰) مکروہ تنزیہی: جس کام کا کرنا مطلقاً موجب استحقاق عتاب ہو، خواہ عادۃً کیا جائے یا نادراً۔

(۱۱) خلاف اولیٰ: جس کام کا نہ کرنا موجب استحقاق ثواب ہو اور کرنا نہ موجب استحقاق عذاب ہو نہ عتاب خواہ عادۃً ہو یا نادراً۔

یہ وہ تقسیم ہے جس کے بارے میں خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اس تقریر منیر کو حفظ کر لیجئے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اور ہزار ہا مسائل میں کام دے گی اور صد ہا عقدوں کو حل کرے گی۔ کلمات اس کے موافق، مخالف سب طرح کے ملیں گے۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ حق اس سے متجاوز نہیں۔ فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی، ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطر مذہب وطراز مذہب ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جلد ۱ ص ۱۷۳ تا ۱۷۵)